McGill University Library
3 102 830 476 $
ISLAMIC
PK2199
N35
M57
1920
.

Sarah Iqbal

Sarah Iqbal

Sarah Iqbal

ساره اقبال
بملکیت متعلم
لیڈی میکلیگن ہائی سکول
ساره اقبال

Sarah Iqbal

Munsaf

...gh School
Lahore

Sarah Iqbal

Baby

Apa

Bagh

Bad...

Sarah Iqbal.

سارہ اقبال

جماعت ہفتم

لیڈی میکلیگن ہائی سکول

Sarah Iqbal.

Sarah Iqbal

Sarah Iqbal

VII Class

Lady Maclagan

سارہ اقبال

جماعت ہفتم

لیڈی میکلیگن ہائی سکول

Sarah Iqbal

VII Class

Lady Maclagan High School Lahore

~~MG7~~ .A28577m
INSTITUTE
OF
ISLAMIC
STUDIES
8324 ★
McGILL
UNIVERSITY

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ

جو نیک بیبیاں ہیں بات مانتی اور مردوں کی پیٹھ پیچھے ہر طرح کی خبر رکھتی ہیں

مرآۃ العروس

از تصنیف فاضل اجل جناب شمس العلما ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد خانصاحب بہادر مرحوم

ایل ایل ڈی ڈی او ایل سابق ڈپٹی کلکٹر و ممبر بورڈ آف ریونیو ریاست حیدرآباد دکن و سرکار عالی نظام

جسکے تصنیف کرنے سے

عورتوں کی اصلاح حالت اور تمدن میں انکو زیادہ تر بکار آمد بنانا مقصود ہے

اور جسکے صلے میں

ایک ہزار روپیہ بطور انعام بموجب اشتہار گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی

مورخہ ۲۰۔ اگست ۱۸۶۹ء نمبری ۳۶ ۱۲۔ الف مصنّف کو مرحمت ہوا

مصنّف کی نظر ثانی اور ترمیم اور اصلاح اور تحشیہ اور قرار داد فصول و تجدید جسرٹری کے بعد

حسب فرمایش مولوی بشیر الدین احمد صاحب تعلقدار خلف مصنّف مرحوم

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

۱۹۲۰ء

نولکشور پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی

قیمت عہ خرچہ وی۔ پی ۳

سلسلۂ طبع جدید مرتبۂ اول دو ہزار جلد

MG7
A20577

فہرست مضامین مرأۃ العروس

ابواب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
	دیباچہ	۱	۳
	تقاریظ	۳	۷
۱	تمہید کے طور پر عورتوں سے لکھنے پڑھنے کی ضرورت اور اُن کی حالت کے مطابق کچھ نصیحتیں	۹	۳۱
۲	قصّے کا آغاز اور جن لوگون کا اِس قصّے میں بیان ہے اُنکے مختلف حالات	۳۱	۳۴
۳	اکبری کی بدمزاجی اور اُسکا سُسرال سے روٹھ کر چلا آنا	۳۴	۳۷
۴	اکبری کی شرارتیں۔ پھوہڑپن۔ حُمق۔ بدمزاجیاں۔ اُسکا پھر عین عید کے دن بے لُطفی سے چلا جانا۔ ضمناً اصغری کی مدح۔	۳۷	۴۵
	الگ گھر کرنے پر ساس (اکبری کی مان) اور داماد (محمد عاقل) کا مباحثہ	۴۵	۵۱
۵	مان سے محمد عاقل کے الگ ہونے کی صلاح	۵۱	۵۳
۶	اکبری کا الگ گھر اور اُسکی بدانتظامی	۵۳	۵۵
۷	ایک کٹنی کا اکبری کو ٹھگنا	۵۵	۶۳
۸	اکبری کا بیاہ اور اُس کا مختصر حال	۶۳	۶۸
۹	بیاہی ہوئی لڑکیون کے لیے عمدہ نصیحت	۶۸	۷۴
۱۰	بیاہ کے بعد اصغری کا برتاؤ اور بتدریج انتظام خانہ داری مین اُس کا دخل	۷۴	۷۶
۱۱	اصغری نے گھر کی ماما عظمت کی چوری پکڑی وہ لگی اُس سے دشمنی کرنے۔	۷۶	۸۰

ابواب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱۲	اصغری پر ماما کا پہلا وار	۸۰	۸۱
۱۳	اصغری پر ماما کا دوسرا وار	۸۱	۸۴
۱۴	اصغری پر ماما کا تیسرا وار	۸۴	۸۸
۱۵	خط۔اصغری کی طرف سے ماما کی شرارتوں کے دفعیے کا آغاز	۸۸	۹۱
۱۶	ماما کی چوتھی شرارت	۹۱	۹۳
۱۷	اصغری نے کس حکمت سے اپنے میاں کو شب برات میں انار پٹاخے چھوڑنے سے باز رکھا	۹۳	۹۸
۱۸	اصغری کے باپ کا پردیس سے آنا لوگوں کا حساب کتاب ہونا اور آخرکار ماما عظمت کا رسوا ہو کر نکالا جانا	۹۸	۱۰۵
۱۹	گھر میں دوسری ماما کے رکھنے کی صلاح	۱۰۵	۱۰۷
۲۰	گھر کے خرچ کا تعین	۱۰۷	۱۰۹
۲۱	ماما عظمت کی جگہ دیانت النسا رکھی گئی۔اصغری کا انتظام خانہ داری	۱۰۹	۱۱۱
۲۲	اصغری نے اپنے میاں سے کھیل کود چھڑا کر اسکو پڑھنے پر متوجہ کیا	۱۱۱	۱۱۴
۲۳	اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا۔	۱۱۴	۱۱۹
۲۴	اصغری کا انتظام مکتبی	۱۱۹	۱۲۲
۲۵	انتظام مکتب کے متعلق ایک دلچسپ حکایت	۱۲۲	۱۳۷
۲۶	اصغری اپنے میاں کو نوکری کے رستہ پر لگاتی ہے	۱۳۷	۱۴۰
۲۷	اصغری کے سمجھانے سے محمد کامل پردیس کو نکلا اور ترقی پائی	۱۴۰	۱۴۴
۲۸	محمد کامل کی آوارگی۔اصغری نے جا کر اُس کی اصلاح کی اور جاتے وقت بہن بہنوئی کو گھر میں بسا گئی	۱۴۴	۱۴۹
۲۹	اصغری کی صلاح سے مولوی محمد فاضل نے پنشن لی اور بڑے بیٹے محمد عاقل کو اپنی جگہ رکھوا دیا۔	۱۵۰	۱۵۱
۳۰	محمودہ کی منگنی	۱۵۱	۱۶۷
۳۱	محمودہ کا بیاہ	۱۶۷	۱۷۲
۳۲	اولاد کے تعلق پر ایک عمدہ نصیحت	۱۷۲	۱۷۴
۳۳	خط	۱۷۴	۱۸۲
	خاتمہ	۱۸۲	۱۸۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

خداوند کریم کا شکر اپنی گویائی کی بساط[1] بھر تو ادا ہو ہی نہیں سکتا اُسکی بندہ نوازیوں اور ہزاروں لاکھوں نعمتوں کی مکافات[2] کا حوصلہ[3] چھوٹا منہ بڑی بات[4]۔

پیغمبر صاحب کی مدح اپنی ارادت[5] ناقص کی قدر تو بن ہی نہیں پڑتی اُنکی شفقتوں[6] اور دل سوزیون[7] کی تلافی[8] کا دعوی اتنی سی جان گز بھر کی زبان[9] حمد و نعت[10] کے بعد واضح ہو کہ ہر چند اس ملک مین مستورات[11] کے پڑھانے لکھانے کا رواج نہیں مگر پھر بھی بڑے شہروں میں خاص خاص شریف خاندانوں کی بعض عورتیں قرآن مجید کا ترجمہ مذہبی مسائل اور نصائح[12] کے اُردو رسالے پڑھ پڑھا لیا کرتی ہیں میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ میں بھی دہلی کے ایک ایسے ہی خاندان کا آدمی ہوں

---

[1] بساط اصل میں تو بچھونے کو کہتے ہیں پھر مطلق پھیلاؤ کیلئے بولنے لگے یہاں یہی معنی مراد ہیں یعنی ہماری گویائی میں جسقدر پھیلاؤ ہے اور ہم میں بولنے کی جتنی طاقت ہے اُتنا بھی تو ادا نہیں ہو سکتا ۱۲ [2] بدلہ ۱۲ [3] بڑے کام کا ارادہ کر بیٹھنا ۱۲ [4] یہ مشہور کہاوت ہے اور ایسے ہی محل پر بولی جاتی ۱۲ [5] عقیدت مندی ۱۲ [6] مہربانیوں ۱۲ [7] لفظی معنی تو دل کے جلانے کے ہیں اگر مثلاً زید خالد کے ساتھ سچی محبت رکھتا ہے تو خالد کی خرابیاں دیکھکر زید کو سخت رنج ہوتا ہے۔ اس مطلب کے ادا کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زید کا دل جلتا ہے۔ مراد ہے مہربانی خیر خواہی ۱۲ [8] مکافات اور تلافی دونوں مرادف یعنی ہم معنی ہیں ۱۲ [9] یہ بھی اسی معنی کی مثل ہے ۱۲ [10] حمد اور نعت اور مدح تینوں لفظوں کے ایک ہی سے معنی ہیں۔ تعریف مگر حمد خدا کے لیے خاص ہے ۱۲ [11] اصل میں پردہ نشین عورتوں کو کہنا چاہیے مگر مطلق عورتوں کو بھی کہنے لگے ہیں ۱۲ [12] نصیحت کی جمع ۱۲

8324

خاندان کے دستور کے مطابق میری لڑکیوں نے بھی قرآن شریف اس کے معنی اور اُردو کے چھوٹے چھوٹے رسالے گھر کی بڑی بوڑھیوں سے پڑھے گھر میں رات دن پڑھنے لکھنے کا چرچا تو رہتا ہی تھا میں دیکھتا تھا کہ ہم مردوں کی دیکھا دیکھی لڑکیوں کو بھی علم کی طرف ایک طرح کی خاص رغبت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجکو یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ نرے مذہبی خیالات بچوں کی حالت کے مناسب نہیں اور جو مضامین[۱] انکے پیش نظر رہتے ہیں اُن سے اُنکے دل افسردہ[۲] ان کی طبیعتیں منقبض[۳] اور اُن کے ذہن کند[۴] ہوتے ہیں تب مجکو ایسی کتاب کی جستجو ہوئی جو اخلاق[۵] و نصائح سے بھری ہوئی ہو اور ان معاملات میں جو عورتوں کی زندگی میں پیش آتے ہیں اور عورتیں اپنے توہمات[۶] اور جہالت[۷] اور کجرائی[۸] کی وجہ سے ہمیشہ اُن میں مبتلائے رنج و مصیبت رہا کرتی ہیں ان کے خیالات کی اصلاح اور اُن کی عادات کی تہذیب[۹] کرے اور کسی دلچسپ پیرائے میں ہو جس سے انکا دل نہ اکتائے طبیعت نہ گھبرائے مگر تمام کتاب خانہ چھان مارا[۱۰] ایسی کتاب کا پتہ نہ ملا پر نہ ملا تب میں نے اس قصہ کا منصوبہ باندھا میں برس ہوئے جب میں جھانسی[۱۱] میں تھا کہ اکبری کا حال قلمبند کیا لڑکیوں کو تو اس کا وظیفہ[۱۲] ہو گیا اور ہر روز ختم کتاب کا تقاضا شروع کیا یہاں تک کہ ڈیڑھ برس میں اصغری کا حال بھی لکھا گیا ہوتے ہوتے اس کتاب کا چرچا محلے میں ہوا اور چند عورتیں اسکے سننے کو آئیں جس نے سنا[۱۳] رجھ گئی اور بڑے[۱۴] بڑے گھروں میں کتاب منگوائی گئی۔ نقل لینے کے ارادے ہوئے جب میں نے دیکھ لیا کہ یہ

---

[۱] مضمون کی جمع ہے یعنی لڑکیوں کو جو کتابیں پڑھائی جاتی اور پڑھنے کی وجہ سے اُن کی آنکھوں کے سامنے رہتی تھیں اُن کتابوں کے مطالب ۱۲ [۲] بھرے ہوئے ۱۲ [۳] رکی ہوئی بند ۱۲ [۴] کُند۔ ٹھیٹ ترجمہ معنی اصل ہیں اسکا استعمال دھار میں کیا جاتا ہے کہتے ہیں چاقو کی دھار کند ہو گئی ۱۲ [۵] خلق کی جمع یعنی مطلق عادات لیکن اچھی عادتوں میں استعمال کیا جاتا ہے ۱۲ [۶] وہم سے نکلا یعنی وہ باتیں جن کی کچھ اصل نہ ہو جیسے ہم کوئی کام کرنا چاہیں اور کسی شخص کے چھینک دینے سے رک جائیں ۱۲ [۷] نادانی ۱۲ [۸] ٹیڑھی سمجھ ۱۲ [۹] درستی آراستگی ۱۲ [۱۰] ڈھونڈ ڈالا محاورہ ہے ۱۲ [۱۱] جھانسی ملک پورب میں ضلع کی کمشنری کا صدر مقام جھانسی ہے ۱۲ [۱۲] یعنی جس طرح وظیفہ خواں لوگ ہر وقت پڑھتے رہتے ہیں اسی طرح لڑکیاں ہمہ وقت اس کتاب کو پڑھتی تھیں [۱۳] گرویدہ ہو گئی ۱۲ [۱۴] یعنی امیر گھروں میں ۱۲

کتاب عورتوں کے لئے نہایت مفید ہے اور خوب دل لگا کر پڑھتی اور سنتی ہیں تب اس کو جناب وائرکٹر صاحب بہادر مدراس ممالک شمالی و مغربی کے ذریعہ سے سرکار میں پیش کیا۔ سرکار کی قدر دانی نے تو میری آبرو اور اس کتاب کی قدر و وقعت کو ایسا بڑھایا کہ میں بیان نہیں کر سکتا میں نے خاطر خواہ اپنی مراد اور محنت کی داد پائی۔ جو کچھ وقت اس کتاب کی تصنیف میں صرف ہوا اسکے علاوہ مدتوں یہ کتاب اس غرض سے پیش نظر رہی کہ بولی بامحاورہ ہو خیالات پاکیزہ اور کسی بات میں آورد اور بناوٹ کا دخل نہو۔ چونکہ بالکل نئے طور کی کتاب ہے عجب نہیں کہ پھر بھی اس میں کسر رہ گئی ہو ناظرین سے توقع ہے کہ معذور رکھیں۔ کیونکہ اس طرز میں یہ پہلی تصنیف ہے [1] العبد نذیر احمد وفقہ اللہ التزود لغدہٖ

تقریظ

جناب معالی انتساب افضل العلما ایم کیمپسن صاحب بہادر ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن ممالک شمال و مغرب

مجھ کو اس کتاب کے پہنچنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی اس لئے کہ یہ کتاب سرکار کے ایک ملازم ذی لیاقت اور عالم با استعداد کی تصنیف سے ہے۔ مشارٌ الیہ اُن تین ہندوستانی اشخاص میں سے ہے جن کو سر جارج اڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر سابق نے چند سال ہوئے اُردو زبان میں مجموعۂ تعزیرات ہند کا ترجمہ کرنے کے لئے منتخب کیا تھا چنانچہ اُس خدمت کے جلدو میں خلعت حاصل کیا اور اُس وقت سے سررشتہ مال میں عہدہ عہدوں پر مامور ہے۔ یہ کتاب نہایت دلچسپ اور اس ملک کے لوگوں کے

[1] ادکتاب ہذا کی تعریف میں جو کچھ لکھا جائے اسکو تقریظ کہتے ہیں ۱۲ منہ عوض صلہ ۱۲

مناسب حال ہے اب تک اس قسم کی کتاب کوئی نہیں ہوئی اور عبارت اور طرز بیان کی نظر سے زبان اُردو کا ایک بہت اچھا نمونہ ہے۔ کتاب مذکور اس باب میں مرزا نوشہ دہلوی متخلص بہ غالب کے حال کے چھپے ہوئے رقعات کے برابر ہے اور فی الواقع الف لیلہ اور بدرالدین خان دہلوی کی بوستانِ خیال کی اُردو کے ہم پلہ ہی۔

نذیر احمد کی یہ تصنیف روزمرہ کے پڑھنے کے لایق اور عام فہم ہے اور اس کا مطلب صاف اور عمل کرنے کے قابل ہے۔ اس میں مضامین عاشقانہ اور نازک خیالات جن کو اس ملک کے مصنف اپنی شہرت کا ذریعہ سمجھتے ہیں نہیں ہیں اور مجھکو امید ہے کہ اور بہت لوگ بھی اس مصنف کی تقلید کریں گے۔

انتخاب ڈاکٹ نمبری ۲۵۹ مورخہ ۲۲۔ جولائی ۱۸۶۹ء مقام نینی تال۔

یہ کتاب ظاہرا عورتوں کے فائدے کے واسطے تالیف کی گئی ہے اور اس میں اہل اسلام کے ایک شریف خاندان کا ایک فرضی قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ کل قصہ شرفا کی زبان روزمرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ وہی اس ملک کی اصل اُردو ہے نہ وہ جس میں نمایش کیلئے بڑے بڑے الفاظ اور مضامین رنگین بھر دیئے جائیں حالات ایسے ایسے واقعی لکھے ہیں جو ہر ایک عورت کو سسرال میں پیش آیا کرتے ہیں اور زنان خانے کے وہ طور اور طریق بیان کیے ہیں کہ جو اہل یورپ اس کو پڑھے گا اس ملک کی عورتوں کے روزمرہ حالات کی کسی قدر واقفیت اول اسی کتاب سے حاصل کرے گا۔ عورتوں کی زبان اور اُن کی رغبت اور نفرت اور بچوں کا لاڈ پیار اور امور خانہ داری میں عورتوں کا اختیار اور اُن کی جہالت محض اور حسد اور مکر اور فریب یہ سب اس کتاب سے خوب عیاں ہوتے ہیں اور بیان سے کوئی علامت مبالغے کی نہیں پائی جاتی ظاہر ہے کہ مصنف نے اصل حقیقت بیان کی ہے اور قصے کی نصیحت نفس قصہ سے نکلتی ہے۔ مشارٌ الیہ کی لیاقت علمی مشہور ومعروف ہے لیکن اُس نے اس کتاب میں اس کے اظہار کا قصد نہیں کیا اور جا بجا جو خیالات اُس نے لکھے ہیں اُن سے صداقت اور طبیعت کی راستی پائی جاتی ہے جن اشخاص کا مذکور اس قصے میں ہے وہ پڑھنے والے کو ایسے نظر آتے ہیں کہ گویا اِن کی

نقل ہو رہی ہے جہانتک میں جانتا ہوں کسی ہندوستانی مصنف نے اس سے پہلے بجائے لفاظی اور مداحی کے بات چیت اور گفت و شنید سے اصل حقیقت کو ایسا ادا نہیں کیا۔

جسوقت یہ کتاب مشہور ہوگی سیکڑوں آدمی اس کو شوق سے پڑھیں گے اور ممکن نہیں کہ تعلیم نسوان کے لئے فائدہ مند نہ ہو (انتخاب یادداشت)

تقریظ

جناب مستطاب معلی القاب نواب سر ولیم میور صاحب بہادر کے سی ایس آئی لفٹنٹ گورنر ممالک شمال و مغرب

جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے کتاب مراۃ العروس کو ملاحظہ فرمایا اور بہت خوش ہوئے یہ کتاب اس رتبے کی ہے کہ نواب ممدوح کے نزدیک اردو میں کوئی اور کتاب اس کی ثانی نہیں ہے اور جو تعریف صاحب ڈائرکٹر بہادر نے لکھی ہے واقع مین یہ کتاب اس کے لائق ہے۔ حالات بعینہ مثل سرگذشت واقعی کے ہیں اور زبان سلیس اور بلا تصنع ہے اور ہندوستانیوں کی خانہ داری کے معاملات راست راست مطابق حقیقت بیان کیے گئے ہیں اور جن اشخاص کا مذکور اس میں ہے اُن میں سے ہر ایک کی طینت[1] کا حال اُس سے جدا جدا ظاہر ہوتا ہے اور جا بجا بلا تصنع دل پر موثر ہونا اور گداز طبیعت پیدا کرنا بھی اس سے پایا جاتا ہے اور ہر ایک واقعے سی تہذیب اخلاق یا حسن معاشرت کی ایک نصیحت نکلتی اور یہ بات بھی اس سے بخوبی روشن ہوتی ہے کہ ہندوستان میں مستورات کو معاملات خانہ داری میں بہت سا دخل ہے اور

[1] طبیعت ۱۲۔

جب کہ ذہانت اور نیک ذاتی پر اثر تعلیم مستزاد ہو تو وہ اختیار نہایت عمدہ نتیجوں کا موجب ہو سکتا ہے اور یہ ہرگز خیال میں نہیں آتا کہ ہندوستانیوں میں سے کوئی مرد شریف اس کتاب کا معاملہ کرے اور مستورات کی تعلیم سے جو فوائد بیشمار ہوتے ہیں وہ اس کے دل پر کالنقش فی الحجر[1] نہ ہو جائیں۔

علاوہ بریں اس کتاب میں ایک عجیب وصف یہ ہے کہ ہندوستان کی مستورات کے پڑھنے کے واسطے بہت مناسب ہے۔ ممکن نہیں کہ ان کو مرغوب خاطر نہ ہو اور انکی عقل و دانش کی اصلاح نہ کرے اور کسی شریف ہندوستانی کو اپنے خاندان میں اس کتاب کے پڑھانے میں تامل نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اس میں انکا دل بھی لگے گا اور فائدہ علمی بھی حاصل ہوگا تمام کتاب میں کوئی مضمون ایسا نہیں جو پاکیزہ اور پراز تہذیب نہ ہو یا جس سے کسی ایسے قاعدے یا اصول کی تعلیم نہ ہوتی ہو جو خاصکر اہل اسلام کے نزدیک عیب سے بری اور نیکی سے مملو ہے محمد نذیر احمد کی بڑی تعریف اس بات کی ہے کہ اس نے راستی کی جانب ایک نئی راہ نکالی ہے اور سادہ و سلیس عبارت میں تصنیف مفید اور دلچسپ کا نمونہ دوسروں کے واسطے پیدا کر دیا ہے جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو یقین ہے کہ بہت لوگ جلد اس طرز کی تقلید کریں گے جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو ایک نوع خاص کی خوشنودی محمد نذیر احمد کو پورے ایک ہزار روپے کے انعام کے عطا کرنے میں ہے بلکہ از راہ قدردانی خود اپنی جیب خاص سے ایک گھڑی جسپر الفاظ مناسب کندہ ہوں گے عطا فرمائیں گے۔ اور امید رکھتے ہیں کہ یہ صلہ محمد نذیر احمد کو کسی مقام پر جو مشارٌ الیہ کے لیے سہولیت کی جگہ ہو یعنی شاید بمقام اٹاوہ جبکہ نواب محتشم الیہ کا لشکر اس مقام سے ہو کر گذرے سر دربار عنایت فرمائیں۔

حکم دیا جاتا ہے کہ سرکار کے واسطے دو ہزار نقلیں پتھر کے چھاپے کی نہایت پسندیدہ طرز کی جلد مطبوع ہوں اور محمد نذیر احمد کو اجازت ہے کہ اس کتاب کا حق تصنیف حاصل کرنے اور اپنی طرف سے اسکے چھپوانے کے لئے بھی تدابیر مناسب عمل میں لائے۔ یقین ہے

[1] پتھر کی لکیر ۱۲

کہ یہ کتاب بہت شہرت پکڑے گی گو اس کی عبارت سادہ و سلیس دیسی زبانوں کے پڑھنے والوں کی نظر میں اولاً بے زینت اور نئی نئی معلوم ہو جناب نواب لفٹنٹ بہادر کی دانست میں مناسب ہے کہ اس کتاب کے لئے صاحبان بورڈ ممتحن کی خدمت میں سفارش کی جائے کہ امتحان میں داخل کرنے کے لائق ہے اس ملک کی عام مروجہ حکایات بے لطف کے مقابل میں کہ وہ اکثر قابل اعتراض بھی ہیں۔ اس کتاب کے نہایت عمدہ مضامین سے پڑھنے والوں کو نہ صرف یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ سلیس اور فصیح زبان روزمرہ سے واقفیت حاصل ہو بلکہ امور خانہ داری میں بھی بہت واقفیت پیدا ہوگی۔ اور ممکن نہیں کہ جن لوگوں کو بوجہ اپنے مناصب کے لوگوں سے کام پڑتا ہے اُن کے لئے پیچیدہ معاملات میں بکار آمد نہ ہو۔

{ انتخاب چھٹی گورنمنٹ نمبری ۱۲۳۶ الف
مورخہ ۲۰۔ اگست سنہ ۱۸۶۹ء مقام نینی تال }

Sarah Iqbal

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب پہلا

تمہید کے طور پر عورتوں کے لکھنے پڑھنے کی ضرورت اور اُنکی حالت کے مناسب کچھ نصیحتیں

جو آدمی دُنیا کے حالات میں کبھی غور[1] نہیں کرتا اُس سے زیادہ کوئی احمق نہیں غور کرنے کے واسطے دنیا میں ہزاروں طرح کی باتیں ہیں لیکن سب سے عمدہ اور ضروری آدمی کا اپنا حال ہے کہ جس روز سے آدمی پیدا ہوتا ہے زندگی میں اُس کو کیا کیا باتیں پیش آتیں اور کیونکر اُس کی حالت بدلا کرتی ہے ۔ انسان کی زندگی میں سب سے اچھا وقت لڑکپن کا ہے ۔ اِس عُمر میں آدمی کو کسی طرح کا فکر نہیں ہوتا ۔ ماں باپ نہایت شفقت[2] اور محبّت سے اُس کو پالتے اور جہاں تک بس چلتا اُس کو آرام دیتے ہیں ۔ اولاد کے اچھا کھانے اچھا پہننے سے ماں باپ کو خوشی ہوتی ہے ۔ بلکہ ماں باپ اولاد کے آرام کے واسطے اپنے اوپر تکلیف اور رنج تک گوارا کر لیتے ہیں ۔ مرد جو باپ ہوتے ہیں کوئی محنت اور مزدوری سے کماتے ہیں ۔ کوئی پیشہ کرتے ۔ کوئی سوداگری

more-over. even

[1] دھیان لگا کر سوچنے کو غور کرنا کہتے ہیں ۱۲ [2] مہربانی ۔ پیار ۱۲

8324

کوئی نوکری۔ غرض جس طرح بن پڑتا ہے اولاد کی آسائش کے واسطے روپے کے پیدا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ عورتیں جو ماں ہوتی ہیں اگر باپ کی کمائی گھر کے خرچ کو کافی نہیں ہوتی بعض اوقات خود بھی محنت کیا کرتی ہیں۔ کوئی ماں سلائی کا سیتی ہے۔ کوئی گوٹا بنتی۔ کوئی ٹوپیاں کاڑھتی یہاں تک کہ کوئی مصیبت ماری ماں چرخہ کات کر چکی پیس کر ماماگری کرکے بچوں کو پالتی ہے اولاد کی محبت جو ماں کو ہوتی ہے ہرگز بناوٹ اور ظاہرداری کی نہیں ہوتی بلکہ سچی اور دلی محبت ہے اور خدائے تعالےٰ نے جو بڑا دانا ہے یہ ماتا اس لئے ماں باپ کے پیچھے لگادی ہے کہ اولاد پرورش پائے۔ ابتدائے عمر میں بچے نہایت بے بس ہوتے ہیں نہ بولتے نہ سمجھتے نہ چلتے نہ پھرتے۔ اگر ماں باپ محبت سے اولاد کو نہ پالتے تو بچے بھوکوں مرجاتے کہاں سے اُن کو روٹی ملتی کس طرح کپڑا بہم پہنچاتے اور کیونکر بڑے ہوتے۔ آدمی پر کیا موقوف ہے جانوروں میں بھی اولاد کی ماتا بہت سخت ہے۔ مرغی بچوں کو دن بھر پروں میں چھپائے بیٹھی رہتی ہے اور اناج کا ایک دانہ بھی اُس کو ملتا ہے تو آپ نہیں کھاتی۔ بچوں کو بُلاکر چونچ سے اُنکے آگے سرکادیتی ہے۔ اور اگر چیل یا بلی اُس کے بچوں پر حملہ کرنا چاہے تو مطلق اپنی جان کا خیال نہ کرکے لڑنے اور مرنے کو موجود ہوجاتی ہے۔ غرض ہو نہو یہ خاص محبت ماں باپ کو صرف اسی لئے خدا نے دی ہے کہ ننھے ننھے بچوں کو جو ضرورت ہوا ٹکی نہ رہے۔ بھوک کے وقت کھانا اور پیاس کے وقت پانی۔ سردی سے بچنے کو گرم کپڑا اور ہر طرح کی آرام کی چیز وقت مناسب پر مل جائے دیکھنے سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ پھڑک اُسی وقت تک رہتی ہے جب تک بچوں کو اُس کی ضرورت اور احتیاج ہوتی ہے جب مرغی کے بچے بڑے ہوجاتے ہیں تو وہ اُن کو

۱ آرام ۱۲ ۲ کمی ۱۲ ۳ پوری ۱۲ ۴ کھانا پکانے اور گھر کی ٹہل کیلیے جو عورتین نوکری کرتی ہین اُن کو ماما کہتے ہین ۱۲ ۵ ماتا سنسکرت کا لفظ ہے لفظی معنی مادری محبت اب بھی مان باپ اور بزرگون کی محبت پر بولا جاتا ہے ۱۲ ۶ شروع ۱۲ ۷ بیقراری کی محبت اور زور کی ماتا کو محاورہ اُردو مین پھڑک کہتے ہین

پروں میں چھپانا چھوڑ دیتی ہے اور جب بچے چل پھر کر آپ اپنا پیٹ بھر لینے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ مرغی کچھ بھی اُن کی مدد نہیں کرتی بلکہ جب بہت بڑے ہو جاتے ہیں تو اُن کو اس طرح مارنے دوڑتی ہے گویا اُن کی ماں نہیں۔ آدمی کے ماں باپ کا بھی یہی حال ہے جب تک بچہ بہت چھوٹا ہے ماں دودھ پلاتی ہے اور اُس کو گود میں لادے لادے پھرتی ہے۔ اپنی نیند خراب کر کے بچے کو تھپک تھپک کر سُلاتی ہے جب بچہ اتنا سیانا ہوا کہ کھچڑی کھانے لگا ماں دودھ بالکل چھڑا دیتی ہے اور وہی دودھ جس کو برسوں پیار سے پلاتی رہی سختی اور بے رحمی سے نہیں پینے دیتی کڑوی[1] چیزیں لگا لیتی ہے اور بچہ ضد کرتا ہے تو مارتی اور گھُڑکتی ہے۔ چند روز کے بعد بچوں کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ گود میں لینا تک ناگوار ہوتا ہے۔ کیا تم نے اپنے چھوٹے بھائی بہن کو اس بات پر مار کھاتے نہیں دیکھا کہ ماں کی گود سے نہیں اُترتے ماں خفا ہو رہی ہے کہ کیسا ناہموار[2] بچہ ہے ایک دم نہیں چھوڑتا ان باتوں سے یہ مت سمجھو کہ ماں کو محبت نہیں رہی۔ نہیں نہیں محبت تو ویسی ہی ہے مگر ہر حالت کے ساتھ ایک خاص طرح کی محبت ہوتی ہے اولاد کا حال یکساں نہیں رہتا آج دودھ پیتے ہیں کل کھانے لگے پھر پاؤں چلنا سیکھا بچہ جتنا بڑا ہوتا گیا اُسی قدر محبت کا رنگ بدلتا گیا اور زیادہ بڑے ہو کر لڑکے اور لڑکیاں پڑھنے اور لکھنے اور کام کرنے کے واسطے ماریں کھاتے ہیں۔ اگرچہ بے وقوفی سے بچے نہ سمجھیں مگر ماں باپ کے ہاتھوں سے جو تکلیف بھی تم کو پہونچے وہ ضرور تمہارے اپنے فائدے کے واسطے ہے۔ تم کو دنیا میں ماں باپ سے الگ رہ کر بہت دنوں جینا پڑیگا کسی کے ماں باپ تمام عمر زندہ نہیں رہتے خوش نصیب ہیں وہ لڑکے اور لڑکیاں جنھوں نے ماں باپ کے جیتے جی ایسا ہنر اور ایسا ادب سیکھا جس سے اُن کی تمام زندگی خوشی اور آرام میں گذری اور نہایت بد قسمت ہے وہ اولاد جنھوں نے ماں باپ کی زندگی کی قدر نہ کی اور جو آرام ماں باپ کی وجہ سے اُن کو میسر[3] ہوا اس کو اکارت اور ایسے اچھے

---

[1] عورتیں جب بچہ کا دودھ چھڑانے کو ہوتی ہیں تو رسوت یا کتھے کا لیپ کر لیا کرتی ہیں ۱۲ [2] بے تمیز۔ بے لوب۔ شریر ۱۲
[3] مراد ہے حاصل ہوا ۱۲

فراغت اور بے فکری کے وقت کو سستی اور کھیل کود میں ضائع کیا۔ عمر بھر رنج و مصیبت میں کاٹی آپ عذاب میں رہے اور ماں باپ[1] کو اپنے سبب عذاب میں رکھا۔ مرنے پر کچھ موقوف نہیں شادی بیاہ ہوئے پیچھے اولاد ماں باپ سے جیتے جی چھوٹ جاتی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو ضرور سوچنا چاہیئے کہ ماں باپ سے الگ ہوئے پیچھے ان کی زندگی کیونکر گزرے گی۔ دنیا میں بہت بھاری بوجھ مردوں کے سر پر ہے کھانا کپڑا اور روزمرہ[2] کے خرچ کی سب چیزیں روپے سے حاصل ہوتی ہیں اور سارا اکھڑاگ[3] روپے کا ہے۔ عورتوں کو بڑی خوشی کی بات ہے کہ اکثر روپیہ پیدا کرنے کی محنت سے محفوظ رہتی ہیں۔ مردوں کو دیکھو روپے کے لئے کیسی کیسی سخت محنتیں کرتے ہیں کوئی بھاری بوجھ سر پر اٹھاتا۔ کوئی لکڑیاں چیرتا۔ سنار۔ لُہار۔ ٹھٹھیرا۔ کسیرا۔ کندلہ گر۔ زرکوب۔ ڈبکیہ۔ تارکش۔ ملمع ساز۔ جڑیا۔ سلمہ ستارہ والا۔ بٹیہ۔ بدرساز۔ میناساز۔ قلعی گر۔ سادہ کار۔ صیقل گر۔ آئینہ ساز۔ زردوز۔ متھیار۔ نعلبند۔ نگینہ ساز۔ کامدانی والا۔ سان گر۔ نیاریا۔ ڈھلیہ۔ بڑھئی۔ خرادی۔ ناریل والا۔ کنگھی ساز۔ بُرس پھوڑ۔ کاغذی۔ جولاہا۔ رفوگر۔ رنگریز۔ چھیپی۔ دستاربند۔ درزی۔ علاقہ بند۔ بخیہ بند۔ موچی۔ مُہرکن۔ سنگ تراش۔ حکاک۔ معمار۔ دبگر۔ کمہار۔ حلوائی۔ تیلی۔ تنبولی۔ رنگساز۔ گندھی وغیرہ جتنے پیشے والے[4] ہیں کسی کا کام جسمانی[5] اور دماغی تکلیف سے خالی نہیں اور روپے کی خاطر یہ تمام تکلیف مردوں کو سہنی اور اٹھانی پڑتی ہے۔ لیکن اس بات سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ عورتوں سے

[1] اولاد نالائق ہوتی ہے تو بڑے ہوئے پیچھے بھی ماں باپ اُن کی خرابی دیکھ کر سنکر رنجیدہ رہتے ہیں ۱۲ [2] ہر روز ۱۲ [3] بکھیڑا ۱۲ [4] یہ اتنے پیشے اس غرض سے جمع کر دیے ہیں کہ پڑھنے والوں کی معلومات زیادہ ہو اور دیکھیں کہ دنیا میں کیسے کیسے کام ہوتے اور لوگ کس کس تدبیر سے روٹی کماتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے پیشے خاصکر بڑے شہروں میں ہوتے ہیں تاہم پیشوں کی ضروری تحقیقات کر لینی مناسب ہے کہ کون کیا کام کرتا ہے ۱۲ [5] یعنی بعض کاموں میں تو بدن کی محنت ہے مثلاً جیسے بڑھئی۔ لوہار۔ اور بعض میں چنداں بدن کی تو نہیں مگر دماغی محنت ہے مثلاً مُہرکن کہ اس کو لفظوں کی نشست میں بہت سوچ بچار کرنا پڑتا ہے ۱۲

کھانے اور سو رہنے کے سوا دنیا کا کوئی کام متعلق نہیں بلکہ خانہ داری کے تمام کام عورتیں ہی کرتی ہیں مرد اپنی کمائی عورتوں کے آگے لا کر رکھ دیتے ہیں اور عورتیں اپنی عقل سے اُس کو بندوبست اور سلیقے کے ساتھ اُٹھاتی ہیں۔ پس اگر غور سے دیکھو تو دنیا کی گاڑی جب تک ایک پہیہ مرد کا اور دوسرا عورت کا نہ ہو چل نہیں سکتی مردوں کو روپیہ کمانے سے اتنا وقت نہیں بچتا کہ اُس کو گھر کے کاموں میں صرف کریں۔ اے لڑکو وہ بات سیکھو کہ مرد ہو کر تمہارے کام آئے اور اے لڑکیو! ایسا ہنر حاصل کرو کہ عورت ہونے پر تم کو اُس سے خوشی اور فائدہ ہو بے شک عورت کو خدا نے مرد کی نسبت کسی قدر کمزور پیدا کیا ہے۔ لیکن ہاتھ پاؤں۔ کان۔ آنکھ۔ یادداشت۔ سوچ۔ سمجھ۔ سب چیزیں مردوں کے برابر عورتوں کو بھی دی گئی ہیں لڑکے ان ہی چیزوں سے کام لے کر ہر فن میں طاق اور ہر ہنر میں مشاق ہو جاتے ہیں۔ لڑکیاں اپنا وقت گڑیاں کھیلنے اور کہانیاں سننے میں کھوتی ہیں۔ ویسی ہی بے ہنر رہتی ہیں اور جن عورتوں نے وقت کی قدر پہچانی اور اُس کو کام کی باتوں میں لگایا یا ہنر سیکھا لیاقت حاصل کی وہ مردوں سے کسی بات میں ہیٹی نہیں رہیں۔ ملکہ وکٹوریا کو دیکھو عورت ذات ہو کر کس دھوم اور کس شان اور کس ناموری اور کس عمدگی کے ساتھ اتنے بڑے ملک کا انتظام کر رہی ہیں کہ دنیا میں کسی مرد بادشاہ کو آج یہ بات نصیب نہیں۔ جب ایک عورت نے سلطنت جیسے کٹھن کام کو اور سلطنت بھی ماشاء اللہ اس قدر وسیع ایسے نازک وقت میں کہ بات منہ سے نکلی اور اخبار والوں نے بتنگڑ بنایا اتنی مدت دراز تک سنبھالا اور ایسا سنبھالا کہ جو سنبھالنے کا حق ہے تو اب عورتوں کی خداداد قابلیت میں کلام کرنا نری ہٹ دھرمی ہے بعض نادان

---

١ یعنی خرچ کرتی ہیں ۱۲ ٢ جفت کی ضد جیسے ۲۔۴۔۶ جفت ہیں اور ۱۔۳۔۵ طاق۔ یہاں طاق سے مراد اکیلا کہ اس جیسا دوسرا نہو ۱۲ ٣ انگریزوں کی شاہزادی جو انگلستان اور ہندوستان دونوں ملکوں کی بادشاہ ہیں ۱۲ ٤ کٹھن ہندی لفظ ہے جسکے معنی ہیں سخت مشکل ۱۲ ٥ ماشاء اللہ عربی کا جملہ ہے جسکے معنی ہیں جو خدا چاہے مسلمان اُنہیں نظر بد سے بچنے کے لیے بولا کرتا ہے ۱۲ ٦ فراخ لمبی چوڑی ۱۲ ٧ بات کا مبالغہ بتنگڑ مراد یہ ہے کہ ذری سی بات کا ایک بڑا قصہ بنا کر کھڑا کیا ۱۲ ٨ خدا کی دی ہوئی۔ قدرتی پیدائشی ۱۲ ٩ غلط بات پر بے جا ہٹ اور اصرار کرنا ۱۲

عورتیں خیال کرتی ہیں کہ کیا لکھ پڑھ کر ہمکو مردوں کی طرح نوکری کرنی ہے لیکن اگر کسی عورت نے لکھ پڑھ لیا ہے تو گو اس نے نوکری نہیں کی مگر اس کا لکھنا پڑھنا اکارت بھی نہیں گیا۔ اس کو اور بہتیرے فائدے پہنچے جن کے مقابلے میں نوکری کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ جو لوگ علم کو صرف نوکری کا ذریعہ[1] سمجھ کر پڑھتے ہیں اُن کو علم کی قدر نہیں۔ سچ پوچھو تو علم کے آگے نوکری ایسی ہے جیسے سودے کے ساتھ رونگھن[2]۔ کہاں سے قوۃ بیان لائیں کہ تم کو علم کے فائدے سمجھائیں۔ ظاہر کی دو آنکھیں تو ہمارے تمہارے سب کے منہ پر ہیں۔ کبھی اندھے فقیروں کی صدا[3] سنو کس حسرت[4] سے کہتے ہیں "بابا انکھیاں[5] بڑی نعمت ہیں" شاید کوئی بھی ایسا سنگ[6] دل نہ ہوگا جس کو اندھوں کی معذوری اور بیکسی پر رحم نہ آتا ہو لیکن دل کے اندھے جن کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا اُنسے کہیں زیادہ قابل رحم ہیں انگریزوں کی ولایت میں تو اندھوں کی تعلیم کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ اندھے ٹٹول ٹٹول کر اچھی خاصی طرح اخبار اور کتابیں سب کچھ بے تکلف پڑھ لیتے ہیں۔ ہمارے یہاں کے اندھے بھی بعض ایسے بلا کے ذہین[7] ہوتے ہیں کہ سوئی پروئیں سئیں اکیلے سارے شہر کے گلی کوچوں میں بے دھڑک[8] دوڑے دوڑے پھریں کھوٹا کھرا روپیہ پرکھیں۔ قرآن شریف کا حفظ کر لینا تو اندھوں کے لئے گویا ایک معمولی بات ہے۔ غدر سے پہلے شہر میں گنتی کے دو چار مادر زاد اندھے مولوی بھی تھے۔ غرض آنکھوں کا اندھا ہونا مصیبت ہے مگر نہ ایسی کہ جیسے دل کا اندھا (یعنی جاہل ہونا) لیکن افسوس کوری[9] دل کے نقصانات سے لوگ واقف نہیں اور یہی وجہ ہے کہ عالم و فاضل ہونا تو درکنار ہزار[10] پیچھے ایک بھی پڑھا لکھا نظر نہیں آتا۔ پھر

۱؎ وسیلہ یعنی پڑھنے لکھنے کے طفیل نوکری ملتی ہے ۱۲ ۲؎ سودے والوں کا دستور ہے کہ سودا تول کر خریدار کے خوش کرنے کو اوپر سے کچھ اور دیدیا کرتے ہیں اوسکو رونگھن کہتے ہیں ۱۲ ۳؎ جو آواز دیکر فقیر بھیک مانگتا ہے اسکو صدا کہنے لگے ہیں ورنہ اصل میں صدا وہ آواز ہے جو گونجکر لوٹتی ہے ۱۲ ۴؎ افسوس ۱۲ ۵؎ قاعدے کی رو سے آنکھیں ہونا چاہتا تھا مگر پیار کی وجہ سے انکھیاں کردیا ہے ۱۲ ۶؎ جسکا دل پتھر کی طرح سخت ہو یعنی بے رحم ۱۲ ۷؎ محاورہ ہے یعنی حد سے زیادہ گویا افراط ذہانت کی وجہ سے آفت ہیں ۱۲ ۸؎ بے تامل ۱۲ ۹؎ دل کی نابینائی ۱۲ ۱۰؎ یعنی ہزار میں ایک ۱۲

یہ تو مردوں کا مذکور ہے جن کو پڑھ لکھ کر روٹی کمانی ہے۔ عورتوں میں پڑھنے لکھنے کا
چرچا اس قدر کم ہے کہ دلی جیسے غدار[1] شہر میں اگر مشکل سے سو سوا سو عورتیں وہ بھی
شاید حرف شناس نکلیں بھی تو اس کو چرچا نہیں کہہ سکتے۔ پھر اگر چرچا نہ ہو خیر چنداں
مضایقے کی بات نہیں مصیبت تو یہ ہے کہ اکثر لوگ عورتوں کے لکھانے پڑھانے کو
عیب اور گناہ خیال کرتے ہیں۔ ان کو خدشہ یہ ہے کہ ایسا نہ ہو لکھنے پڑھنے سے
عورتوں کی چار آنکھیں[2] ہو جائیں۔ لگیں غیر مردوں سے خط و کتابت کرنے اور خدانخواستہ
کل کلاں کو ان کی پاک دامنی اور پردہ داری میں کسی طرح کا فتور[3] واقع ہو یہ صرف
شیطانی وسوسے[4] ہیں اور ملک کی خصوصاً عورتوں کی بدقسمتی لوگوں کو بہکا اور بھڑکا رہی
ہے۔ اوّل تو ہم ایک ذرہ سی بات یہی پوچھتے ہیں کہ علم انسان کی اصلاح کرتا ہے
یا الٹا اس کو بگاڑتا اور خرابی کے چھن[5] سکھاتا ہے۔ اگر بگاڑتا ہے تو مردوں کو بھی پڑھنے
لکھنے کی مناہی ہونی چاہیئے تاکہ بگڑنے نہ پائیں اور مرد بگڑیں گے تو کبھی نہ کبھی انکا
بگاڑ عورتوں میں اثر کرے گا پر کرے گا دوسرے انصاف شرط[6] ہے بے شک بعض
پڑھے لکھے مرد بھی آوارہ اور بدوضع ہوتے ہیں۔ لیکن کیا علم نے ان کو آوارگی اور
بدوضعی سکھائی۔ نہیں۔ نہیں۔ آوارگی اور بدوضعی انھوں نے بری صحبت میں
سیکھی۔ یا کھجلی اور کوڑھ کی طرح اُن کو اُڑ کر لگی۔ اور پڑھ لکھ کر اُن کی برائی مثلاً چھٹانک
بھر ہے تو نہ پڑھنے کی صورت میں یقین جانو ضرور سیر سوا سیر ہوتی۔ بااینہمہ[7] مثلاً سو
پڑھے لکھوں پر نظر ڈالو تو کوئی اکا دکا[8] شامت[9] زدہ خراب ہو تو ہو ورنہ خدا نے چاہا تو
اکثر نیک بھلے مانس ماں باپ کا ادب کرنے والے بھائی بہنوں سے محبت رکھنے والے

---

[1] غدار کے لفظی معنی تو بڑا فساد کرنے والا یہاں مراد ہے بہت بڑا کیونکہ اکثر بڑے شہروں میں دنگہ فساد ہوتا ہی رہتا ہے ۱۲ [2] معمول سے زیادہ چالاکی آجانے کو اس عبارت سے ادا کرتے ہیں ۱۲ [3] خلل ۱۲ [4] ہولے ہولے بہکانے کو وسوسہ کہتے ہیں ۱۲
[5] یعنی ہم جو کہنا چاہیے ہیں اس کے سننے کے لئے شرط یہ ہے کہ سننے والا منصف مزاج ہو ۱۲ [6] اس پر بھی علاوہ بریں ۱۲ [7] ایکا دکا ایک واکیلا دوکیلا ۱۲ [8] بدنصیب مراد ہے ۱۲

بڑے کو بڑے اور چھوٹے کو چھوٹے کی جگہ سمجھنے والے۔ دنگے فساد اور بُری صحبت سے دور بھاگنے والے۔ نماز پڑھنے والے۔ روزے رکھنے والے۔ سچ بولنے والے غریبوں پر ترس کھانے والے۔ غصے کے پی جانے والے۔ بزرگوں کی نصیحت پر چلنے والے۔ لحاظ شرم والے۔ جیسا کھانا کپڑا میسر آیا شکر گزاری کے ساتھ کھانے پہننے والے۔ ہماری بھی ساری عمر ایسے ہی لوگوں میں گذری ہے۔ ہم تم سے سچ کہتے ہیں کہ جو شخص علم کو بدنام کرتا ہے آسمان کو تھوکتا اور چاند پر خاک ڈالتا ہے بے شک بعض بُرے لوگوں نے بُری کتابیں بھی دُنیا میں پھیلا دی ہیں۔ لیکن اس قسم کی کتابیں بہت کم ہیں اور جو ہیں سلسلۂ درس سے خارج ہیں اور اُن کا پڑھنا اور سُننا کیا مرد کیا عورت سب ہی کے حق میں زبوں ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ آنکھ بُری جگہ بھی پڑ سکتی ہے یا زبان سے بعض نالائق کوستے جھوٹ بولتے گالیاں بکتے بلاضرورت قسم کھاتے یا لوگوں کے پیٹھ پیچھے اُن کی بدیاں کرتے ہیں جس کو غیبت کہتے ہیں نہ آنکھیں پھوڑی جاتی ہیں اور نہ زبان کاٹی جاتی ہے تو صرف علم نے کیا قصور کیا ہے کہ ایک لغو اور بے اصل احتمال کی بنیاد پر عورتوں کو اس کے بے انتہا دینی اور دنیاوی فائدوں سے محروم رکھا جائے کیا اتنا نہیں ہو سکتا کہ بیہودہ کتابوں کو مستورات کی نظر سے نہ گذرنے دیں۔ علاوہ بریں آدمی کے دل کو خدا نے بنایا ہے آزاد۔ جب انسان کو کسی کام پر مجبور کیا جائے تو وہ چار ناچار اس کام کو کرتا تو ہے۔ مگر نہ اُس عمدگی اور خوبی کے ساتھ جیسا کہ خود اپنے دل کے تقاضے سے کہاں تو دوسروں کی زبردستی اور کہاں اپنا شوق۔ مثلاً لڑکے بعض تو وہ ہیں جن کو آپ پڑھنے کا مطلق شوق نہیں سو اسطے کہ نادان ہیں بے سمجھ ہیں اِتنا نہیں جانتے کہ آج کو جی لگا کر پڑھ لکھ لیں گے تو بڑے ہوئے پیچھے ہمارے ہی کام آئے گا۔ دنیا میں ہماری ہی عزت و آبرو ہوگی۔

له رکنے والے ضبط کرنیوالے ۱۲ سه جسطرح آسمان کا تھوکا الٹا اپنے منہ پر آتا اور خاک اُڑانے سے چاند دُھندلا نہیں ہوتا اسیطرح علم بدنام کرنے سے بدنام نہیں ہوتا بلکہ بدنام کرنیوالا خود بدنام ہوتا ہی ۱۲ سه یعنی لوگ انکو معمول باندھکر پڑھتے پڑھاتے نہیں سه بُرا ۱۲

ان ہی دو حرفوں[۱] کی بدولت خدا ہم کو امیر کر دے گا۔ لوگ ہماری وقعت[۲] اور تعظیم کریں گے۔ دنیا اور دین دونوں میں ہمارا بھلا ہوگا تو ایسے بدشوق لڑکے کبھی خوشی سے مدرسہ نہیں جاتے۔ گھر والوں نے زبردستی ڈھکیل[۳] دیا یا مکتب سے لڑکے آئے اور ٹانگ کرلے گئے زبردستی گئے بے دلی سے بیٹھے رہے چھٹی ملی نہ کچھ پڑھا نہ لکھا کورے[۴] واپس آئے دوسری قسم کے لڑکے وہ ہیں جن کی قسمت میں خدا نے کچھ بہتری لکھی ہے۔ وہ آپ سے بے کہے بے بھیجے بے بلائے وقت سے پہلے مدرسے کو دوڑے چلے جاتے ہیں۔ جاتے ہی آموختہ[۵] پڑھا مطالعہ[۶] کیا سبق لیا اور آخر وقت تک اُس میں لگے لپٹے[۷] رہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے لڑکوں میں کس سے اُمید کی جا سکتی ہے کہ لکھ پڑھ کر امتحان پاس کرے گا۔ گھر بیٹھے اسکو نوکری کے لیے بلاوے آئیں گے۔ زیادہ سوچنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ بے شک جس کو شوق ہے اُسی کو فوق[۸] ہے۔ اسی طرح ہماری عورتوں میں حیا پاک دامنی پردہ داری۔ نیکی۔ جو کچھ سمجھو خدا کے فضل و کرم سے بہتیری ہے مگر برا مانو یا بھلا مانو ابھی تک ہے مجبوری کی۔ یعنی مذہب اور ملکی رواج اور مردوں کی حکومت نے عورتوں کو زبردستی نیک بنا رکھا ہے لیکن اگر خود عورتوں کے دل سے نیکی کا تقاضا ہو تو سبحان[۹] اللہ نورٌ علیٰ[۱۰] نور۔ ایک تو سونا کھرا اور پر سے ملا سہاگہ[۱۱] کیا کہنا ہے۔ مگر دل سے نیکی کے تقاضے کے پیدا ہونے کی علم کے سوا اور کوئی تدبیر ہی نہیں۔ پس جو لوگ عورتوں کو علم سے محروم رکھنا چاہتے ہیں گویا اُن کو بھی اور حقیقی اور پاکیزہ اور بے لوث[۱۲] اور کھری اور پائدار نیک دلی سے روکتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ علم کے لیے جو قوتیں درکار ہیں

---

[۱] یعنی تھوڑا سا جو لکھ پڑھ لیا ہے ۱۲ [۲] عزت بڑائی ۱۲ [۳] یعنی پکڑا اور دھکا کر ۱۲ [۴] اصل میں کورا کہتے ہیں بے دھوئے کپڑے کو اور چونکہ کورا کپڑا اکثر بے رنگ ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ جیسے گئے تھے واپس آئے ۱۲ [۵] پچھلا سیکھا ہوا ۱۲ [۶] اگلا سبق نکالنے کو مطالعہ کہتے ہیں ۱۲ [۷] یعنی اسی میں مصروف رہے ۱۲ [۸] برتری ۱۲ [۹] اللہ پاک ہے۔ یہ جملہ تعریف کی جگہ بولتے ہیں ۱۲ [۱۰] نور پر نور یعنی نیکی خود نور ہے اور پھر دل کے تقاضے سے تو دوسرا نور ۱۲ [۱۱] سہاگے کا خاصہ ہے کہ سونے کے میل کو کاٹ دیتا ہے یہ بھی ایک کہاوت ہے ۱۲

[۱۲] بے آمیزش۔ خالص ۱۲

مرد عورت دونوں میں برابر ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو خدا نے جاہل رہنے کے لیے نہیں بنایا جس حالت میں ہماری عورتیں اب ہیں اسکے لیے ان کو اتنی عقل کی کیا ضرورت ہے بس خدا نے جو عورتوں کو اتنی ساری عقل دی ہے ضرور کسی بڑے کام کیلئے دی ہے یعنی علم حاصل کرنے کے لیے لیکن اگر عورتیں عقل سے علم حاصل کرنے کا کام نہ لیں تو اُن کی مثال ایسی ہوگی جیسے ہندوؤں کے جوگی[1] جو اپنا ہاتھ سکھا کر مصلحت[2] الٰہی کو باطل کرتے ہیں۔ کیوں صاحب ہاتھ کا خشک اور بے کار کر دینا بہتر یا اسکو نیک کام میں لا کر دنیا کا فائدہ اور دین کا ثواب حاصل کرنا بہتر۔ مسلمانوں کی تشفی[3] کے لئے تو شاید اس سے بڑھ کر اور کوئی بات ہو نہیں سکتی کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں میں حضرۃ عائشہ اور حضرت حفصہ سر برآوردہ[4] تھیں۔ ایک دن دونوں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں کہ پیغمبر صاحب آنکلے اور حضرت عائشہ کی طرف اشارہ کر کے حضرت حفصہ سے فرمایا کہ ان کو بھی لکھنا سکھاؤ۔ ہر چند پردہ نشینی کی وجہ سے دنیا کے بہت سے کام عورتوں کو معاف ہیں۔ لیکن پھر بھی خیال کرو تو عورتیں نری نکمی نہیں ہیں۔

خانہ داری[5] بدون عورت کے ایک دن نہیں چل سکتی مرد کتنا ہی ہوشیار کیوں نہو ممکن نہیں کہ عورت کی مدد کے بدون گھر کو چلا سکے اور یہی وجہ ہے کہ عورت کے مرنے کو خانہ ویرانی سے تعبیر[6] کیا جاتا ہے۔ پس اگر دنیا کے کسی کام میں بھی علم بکار آمد ہے تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ خانہ داری کے اتنے بھاری کام میں جو مردوں کے سنبھالے نہ سنبھلے بکار آمد نہ ہو۔ پر[7] یوں کہو کہ لوگوں کو اپنے معاملات میں غور کرنے اور سوچنے کی عادت نہیں۔ اگلے لوگ بُری یا بھلی جو راہ نکال گئے ہیں۔ دائیں بائیں کچھ نہیں دیکھتے۔ بھیڑوں[8] کی طرح اس پر

۱ ہندو فقیر ۱۲ ۲ یعنی خدا نے فائدے کی غرض سے ہاتھ پیدا کئے تھے اور ہاتھوں کے پیدا کرنے میں یہی مصلحت تھی ہاتھوں کو برسوں اونچا رکھکر سکھا دیا تو وہ مصلحت گئی گذری ہوئی ۱۲ ۳ تسلی تسکین ۱۲ ۴ پیش پیش بڑھی چڑھی ۵ گھر کا کام کاج ۱۲ ۶ یعنی کسی کی بیوی مر جائے تو کہا کرتے ہیں کہ بیچارے کا گھر تباہ ہو گیا ۱۲ ۷ پر ہندی لفظ ہے لیکن کی جگہ بولا جاتا ہے ۱۲ ۸ بھیڑوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ سادے کا سارا ریوڑ گردن نیچی کئے اگلی بھیڑ کے پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے ۱۲

آنکھیں بند کئے چلے جاتے ہیں۔ خانہ داری منہ سے کہنے کو تو ایک لفظ ہے مگر اُس کے معنی اور مطالب پر نظر کرو تو پندرہ بیس کے فرق سے خانہ داری اور دنیا داری ایک ہی چیز ہے خانہ داری میں جو کام کرنے پڑتے ہیں۔ اُن کی کوئی فہرست منضبط[1] نہیں ہو سکتی۔ شادی غمی۔ تقریبات[2]۔ مہمانداری۔ لین دین۔ نسبت ناتہ۔ پیسنا۔ پکانا۔ سینا پرونا۔ خدا جانے کتنے بکھیڑے ہیں۔ جس نے گھر کیا ہو اُسی کو کچھ خبر ہو گی۔ لیکن اسی خانہ داری میں اولاد کی تربیت[3] بھی ہے اور کسی کام کے لئے عورتوں کو علم کی ضرورت شاید نہ بھی ہو مگر اولاد کی تربیت تو جیسی چاہیئے بے علم کے ہونی ممکن نہیں۔ لڑکیاں تو بیاہ تک اور لڑکے اکثر دس برس کی عمر تک گھروں میں تربیت پاتے ہیں اور ماؤں کی خو بو اُن میں[4] اثر کر جاتی ہے پس اے عورتو اولاد کی اگلی زندگی تمہارے اختیار میں ہے چاہو تو شروع سے اُن کے دلوں میں ایسے اونچے ارادے اور پاکیزہ خیال بھر دو کہ بڑے ہو کر نام اور نمود پیدا کریں اور تمام عمر آسایش میں بسر کر کے تمہارے شکر گذار رہیں اور چاہو تو اُن کی اُفتاد[5] کو ایسا بگاڑ دو کہ جوں جوں بڑے ہوں خرابی کے لچھن[6] سیکھتے جائیں اور انجام تک اس ابتدا کا تاسف[7] کیا کریں۔ لڑکوں کو بولنا آیا اور تعلیم پانے کا مادہ[8] حاصل ہوا گر ماؤں کو لیاقت ہو تو اُسی وقت سے بچوں کو تعلیم کر چلیں۔ مکتب یا مدرسے بھیجنے کے انتظار میں لڑکوں کے کئی برس ضایع ہو جاتے ہیں۔ بہت چھوٹی عمر میں نہ تو خود لڑکوں کو مدرسے جانے کا شوق ہوتا ہے اور نہ ماؤں کی محبت اس بات کو گوارا کرتی ہے کہ ننھے ننھے بچے جو ابھی اپنی ضرورتوں[9] کے ضبط پر قادر نہیں ہیں اُستاد کی قید میں رکھے جائیں لیکن مائیں اگر چاہیں اُسی وقت میں اُن کو بہت کچھ سکھا پڑھا دیں۔ لڑکے مدرسے میں بیٹھنے کے بعد بھی مدتوں تک بے دلی سے پڑھا کرتے ہیں۔ اور کہیں بہت دنوں میں ان کی استعداد کو ترقی ہوتی ہے۔ اس تمام

---

[1] قلم بند [2] تیر تہوار شادی بیاہ وغیرہ ۱۲ [3] پرورش اور اس میں تعلیم بھی داخل ہے ۱۲ [4] مراد ہے خصلت عادت ۱۲ [5] ڈول ابتدا ۱۲ [6] طور طریقے ۱۲ [7] افسوس ۱۲ [8] مادہ کی دال مشدد ہے۔ قابلیت۔ سامان ۱۲ [9] یعنی اپنی حاجتوں کو روک نہیں سکتے اور اُن کو اس کی قدرت نہیں ۱۲

وقت میں اُن کو ماؤں سے یقیناً بہت مدد مل سکتی ہے اول تو ماؤں کی سی شفقت[۵۱] اور دلسوزی[۵۲] کہاں۔ دوسرے رات دن کا برابر پاس رہنا جب ذرا طبیعت متوجہ دیکھی جھٹ کوئی حرف پہچنوا دیا۔ یا کچھ گنتی ہی یاد کرا دی کہیں پورب پچھم کا امتیاز بتا دیا۔ مائیں تو باتوں باتوں میں وہ سکھا سکتی ہیں جو اُستاد برسوں کی تعلیم میں بھی نہیں سکھا سکتا اور ماؤں کی تعلیم میں ایک یہ کتنا بڑا لطف[۵۳] ہے کہ لڑکوں کی طبیعت کو وحشت[۵۴] نہیں ہونے پاتی اور شوق کو ترقی ہوتی جاتی ہے اولاد کی تہذیب[۵۵] تو تہذیب اُن کی پرورش کی تدبیر۔ اُن کی جان کی حفاظت ماؤں کے اختیار میں ہے۔ اگر خدانخواستہ کہیں اس سلیقہ میں کمی ہے تو اولاد کی زندگی معرض[۵۶] خطر میں ہے۔ ایسا کون کمبخت ہوگا جس کو ماؤں کی محبت میں کلام ہو لیکن وہی محبت اگر نادانی کے ساتھ برتی جائے تو ممکن ہے کہ بجائے نفع کے اُلٹا نقصان پہونچائے ذرا انصاف کرو کیا ہزاروں جاہل اور کم مائیں ایسی نہیں ہیں جو اولاد کے ہر ایک مرض کو نظر گزر[۵۷] اور پرچھانواں اور چھپیٹا اور آسیب سمجھ کر بجائے دوا کے جھاڑ پھونک اُتارا کیا کرتی ہیں ذرا ماسا علاج کا اثر تم ہی سمجھ لو کیا ہوتا ہوگا غرض یہ ہے کہ کل خانہ داری کی بلکہ یوں کہو کہ دنیاداری کی درستی موقوف ہے عقل پر اور عقل کی علم پر اس بات کو ہر کوئی تسلیم کرے گا کہ عورت میں سب سے بڑا ہنر یہ ہونا چاہئے کہ جس کے پلے[۵۸] بندھی ہے آپ اُس سے راضی رہے اور اسکو اپنے سے راضی اور خوش رکھے تم نے بہشت اور دوزخ کا حال سنا ہوگا۔

---

[۵۱] مہربانی ۱۲ [۵۲] لفظی معنی ہیں دل کا جلنا اور مراد ہے بڑے درجے کی محبت کہ اولاد کو کھیل کود میں وقت ضایع کرتے ہوئے دیکھکر ماں باپ کو سخت رنج ہوتا ہے گویا اُنکا دل جلتا ہے ۱۲ [۵۳] مزہ عمدگی ۱۲ [۵۴] گریز نفرت ۱۲ [۵۵] درستگی آراستگی ۱۲ [۵۶] اندیشے کی جگہ ۱۲ [۵۷] اکثر ان پڑھ لوگوں کو یہ خیال ہے کہ دنیا میں جن بھوت پری اور شیطان اور مرے ہوئے لوگوں کی روحیں چلتی پھرتی اور خاصکر بچوں کو طرح طرح کی ایذائیں دیتی رہتی ہیں۔ اگر کسی بچے پر ان چیزوں کی نظر پڑ جائے یا اُن میں سے کوئی چیز چلی جا رہی ہو اور بچہ اسکے گزر یعنی راہ یا جھپیٹ میں آجائے یا اسکا سایہ پڑ جائے تو وہ کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جب تک دعا یا منتر سے جھاڑا پھونکا یا اس پر سے خاص قسم کا صدقہ اُتارا نہ جائے اچھا نہیں ہوتا کتاب کی عبارت میں ان ہی باتوں کی طرف اشارہ ہے ۱۲ [۵۸] ہندوں میں بیاہ کے وقت دولہا دلہن دونوں کے دوپٹے لیکر گرہ لگا دیا کرتے ہیں۔ پس پلے بندھی سے مراد یہ ہے کہ جس کیساتھ اسکا بیاہ ہوا ہے ۱۲

سچ مچ کی بہشت اور دوزخ تو دوسرے جہان کی چیزیں ہیں مرے پیچھے اُن کی حقیقت کھُلے گی۔ لیکن انکی نقلیں گھر گھر دُنیا میں بھی موجود ہیں اور اُن کی پہچان کیا ہے۔ میاں بی بی کے آپس کا پیار و اخلاص۔ جس گھر میں میاں بی بی محبت اور سازگاری سے زندگی بسر کرتے ہیں بس سمجھ لو کہ اُن کو دنیا میں ہی بہشت ہے۔ اور اگر آٹھ پہر دن کی لڑائی ہے جھگڑا ہے یہ اُس سے خفا وہ اس سے ناراض تو جانو دونوں جیتے جی جہنم میں ہیں سازگاری کے ساتھ ساری مصیبتیں انگیز کی جا سکتی ہیں بلکہ ان کی ایذا تک محسوس نہیں ہوتی اور سازگاری نہیں تو زندگی میں کچھ مزہ داری نہیں یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ سازگاری کے لئے عورتوں کو زیادہ اہتمام کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کا پلہ بالکل ہلکا ہے کچھ راہ چلتے کی صاحب سلامت نہیں کہ تم روٹھے ہم چھوٹے بلکہ مرنے بھرنے کا تعلق ہے۔ سازگاری پیدا کرنے کے لئے جو تدبیریں عورت کے اختیار کی ہیں اُن سب میں بہتر سے بہتر ہمارے سمجھنے میں لیاقت ہے۔ لڑکیاں شرم کے مارے منہ سے نہ کہیں لیکن دل میں تو ضرور جانتی ہیں کہ کوار پتے کے تھوڑے دن اور ہیں آخر بیاہی جائیں گی۔ بیاہے پیچھے بالکل نئی طرح کی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے جیسا کہ تم ماں اور نانی اور خالہ اور کنبے کی تمام عورتوں کو دیکھتی ہو کوارپنے کا وقت تو بہت تھوڑا ہے۔ اس وقت کا اکثر حصہ تو بے تمیزی میں گزر جاتا ہے وہ بہار زندگی تو آگے آرہی ہے جو طرح طرح کے جھگڑوں اور انواع و اقسام کے بکھیڑوں سے بھری ہوئی ہے۔ اب تم غور کرو کہ تم کوئی انوکھی لڑکی تو ہو نہیں کہ بیاہ ہوئے پیچھے تم کو کچھ اور بھاگ لگ جائیں گے۔ جو دُنیا جہان کی بہو بیٹیوں کو پیش آتی ہے

۱ یعنی آخرت عاقبت ۱۲ ۲ خالص محبت ۱۲ ۳ موافقت ملنساری ۱۲ ۴ ہر روز ۱۲ ۵ اُٹھائی جاسکتی ہیں برداشت کرنی جاسکتی ہیں ۶ تکلیف ۱۲ ۷ معلوم ۱۲ ۸ ارادہ بند و بست ۱۲ ۹ یعنی مرد اور عورت دونوں کے حقوق کو تولا جائے تو مرد کے حقوق زیادہ نکلیں گے اور عورت کے کم ۱۲ ۱۰ کہاوت ہے خفا ہو گئے بھلا ہوا ہم تو بہانہ ڈھونڈ رہے تھے ہمنے بھی نجات پائی ۱۱ یعنی مرتے دم تک نباہنا ہے ۱۲ ۱۲ کوارپتا کے ساتھ دو زمانہ جسمیں لڑکی بے بیاہی رہے ۱۲ ۱۳ گزرانی جھیلنی ۱۲ ۱۴ بری بھاری مشکل سخت یعنی۔ یہاں معنی خیر مراد ہیں ۱۲ ۱۵ نئی طرح کی خاص طور کی عجیب و غریب ۱۲ ۱۶ بھاگ کے معنی ہیں نصیب اسی سے ہے بھاگوان خوش قسمت مراد ہے کہ تمہاری عزت بڑھ جائیگی ۱۲

وہ تم کو بھی پیش آئے گی۔ پس سوچنا چاہیئے کہ بیاہ ہوئے پیچھے عورتیں کس طرح پر زندگی بسر کرتی ہیں کیسی اُن کی عزت کی جاتی ہے کہاں تک مرد اُن کی خاطرداری کرتے ہیں۔ خاص لوگوں کی حالت پر تو نظر کرو مت بعض جگہ اتفاق سے زیادہ ملاپ ہوا عورت مرد پر غالب آ گئی اور جہاں زیادہ ناموافقت ہوئی عورت کا وقر[1] بالکل اُٹھ گیا یہ تو بات ہی الگ ہے۔ ملک کے عام دستور اور عام رواج کو دیکھو۔ سو عام دستور کے موافق ہم تو عورتوں کی کچھ قدر دیکھتے نہیں ناقصات العقل[2] تو ان کا خطاب ہے تریاہٹ[3] تریا چرتر[4] مردوں کے زبان زد[5] عورتوں کے مکر کی مذمت[6] قرآن میں موجود اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ[7]۔ یعنی مرد لوگ عورتوں کی ذات کو بے وفا جانتے ہیں مصرع۔ اسپ و زن و شمشیر وفادار کہ دید[8]، ایک شاعر نے عورتوں کی وجہ تسمیہ میں بھی ان کی مذمت پیدا کی ہے۔ **بیت**۔

اگر نیک بودے سر انجام زن　　زناں را مزن نام بودے نہ زن[9]

یہ سب باتیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ خانہ داری کے برتاؤ میں دیکھو تو گھر کی ٹہل خدمت کے علاوہ دنیا کا کوئی عمدہ کام بھی عورتوں سے لیا جاتا ہے یا کسی عمدہ کام کے صلاح و مشورے میں عورتیں شریک ہوتی ہیں۔ جن گھروں میں عورتوں کی بڑی عزت اور بڑی خاطرداری ہے وہاں بھی جب عورتوں سے پوچھا جاتا ہے تو یہی کیوں بی آج کیا ترکاری[10] پڑے گی۔ لڑکی کے واسطے ٹاٹ[11] بانی جوتی منگواؤ گی یا ڈیڑھ حاشیہ کی۔ چھالیا مانک[12] چندی لو گی یا جہازی۔ زردہ[13] پوربی لینا منظور ہے یا امانت خانی رضائی کو

---

[1] لحاظ پاس ادب ۱۲ [2] کم عقل ۱۲ [3] عورت کی ضد ۱۲ [4] عورت کا فریب ۱۲ [5] یعنی مردوں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے کہ بات بات میں کہہ بیٹھتے ہیں ۱۲ [6] بُرائی ۱۲ [7] اے عورتو تم بڑی مکار ہو زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام پر بہتان باندھا تھا جب زلیخا کے شوہر پر حضرت یوسف کی بے حرمتی ثابت ہوگئی تو اُسنے یوسف سے کہا جانے بھی دو اور عورتوں کو ملامت کی کہ تم بڑی مکار ہو ۱۲ [8] بھلا کسی نے گھوڑے اور عورت اور تلوار کو بھی وفادار دیکھا ہے [9] عورت کو فارسی زبان میں زن کہتے ہیں اور لفظ زن کے دوسرے معنی مار تو شاعر کہتا ہے کہ اگر عورت کا سر انجام یعنی کاروبار اچھا ہوتا تو غرض یہ ہے کہ اگر عورت قابل عزت ہوتی تو اُسکا نام ہوتا مزن (مت مار) نہ زن (مار) ۱۲ [10] یعنی گوشت میں کونسی ترکاری ڈالی جائیگی ۱۲ [11] ٹاٹ بانی اور ڈیڑھ حاشیے کے کام دار جوتیوں کی دو قسمیں ہیں ۱۲ [12] مانک چندی جہازی چھالیا کی دو قسمیں ہیں ۱۲ [13] کھانے کا تمباکو ۱۲

اودی گوٹ لگے گی یا سرمئی۔ اس کے سوا کوئی عورت بتادے کہ کبھی مردوں نے اُس سے بڑی بڑی باتوں میں صلاح لی ہے یا کوئی بڑا کام اُس کے اختیار میں چھوڑ دیا ہے۔ پس اے عورتو کیا تم کو ایسے بُرے حالوں جینا کبھی ناخوش نہیں آتا اپنی سبب[۱] اعتباری اور بے وقری پر کبھی افسوس نہیں ہوتا کیا تمہارا جی نہیں چاہتا کہ مردوں کی نظروں میں تمہاری عزت ہو تمہاری عقل پر اُن کو بھروسا اور اعتماد ہو۔ تم نے اپنے ہاتھوں اپنا دِقر کھو رکھا ہے اپنے کارن[۱] نظروں[۲] سے گری ہوئی ہو۔ تم کو قابلیت ہو تو مردوں کو کب تک خیال نہ ہوگا تم کو لیاقت ہو تو مردوں کو کہاں تک پاس[۳] نہ ہوگا۔ مشکل تو یہ ہے کہ تم صرف اسی روٹی دال پکا لینے اور پھٹا پُرانا سی لینے کو لیاقت سمجھتی ہو۔ پھر جیسی لیاقت ہے ویسی قدر ہے تمہاری اس بالفعل کی حالت اور جہالت[۴] پر ایک بدعقلی اور ایک مکر دبے وفائی کیا اگر دنیا بھر کے الزام تم پر لگائے جائیں تو واجب اور سارے جہان کی برائیاں تم میں نکالی جائیں تو بجا[۵]۔ اے عورتو تم مردوں کے دل کا بہلاوا۔ اور ان کی زندگی کا سرمایۂ[۶] عیش ان کی آنکھوں کی باغ و بہار۔ ان کی خوشی کو زیادہ اور اُن کے غم کو غلط کرنے والیاں ہو اگر تم سے مردوں کو بڑے کاموں میں مدد ملے اور تم کو بڑے کاموں کے انتظام کا سلیقہ ہو تو مرد تمہارے پاؤں دھو دھو کر پیا کریں[۸] اور تم کو اپنا سرتاج بنا کر رکھیں۔ تم سے بہتر اُن کا غمگسار[۹] تم سے بہتر ان کا صلاح کار تم سے بہتر ان کا خیرخواہ[۱۰] اور کون ہے۔ لیکن بڑے کاموں کا سلیقہ تم کو حاصل ہو تو کیونکر ہو گھر کی چار دیواری میں تو تم قید ہو کسی سے ملنے کی تم نہیں۔ کسی سے بات کرنے کی تم نہیں عقل ہو یا سلیقہ۔ آدمی سے آدمی سیکھتا ہے۔ مرد لوگ پڑھ لکھ کر عقل و سلیقہ حاصل کرتے ہیں اور جو لکھے پڑھے نہیں وہ بھی ہزاروں طرح کے لوگوں سے ملتے۔ دس سے دس قسم کی باتیں سنتے۔ اس پردے سے

---

۱ سبب یعنی آپ اپنی وجہ سے ۱۲ ۲ یعنی مرد تم کو حقارت کے ساتھ دیکھتے رہیں ۱۲ ۳ لحاظ ۱۲ ۴ بے علمی نادانی ۱۲ ۵ درست ۶ سرمایہ آرام کا سامان ۱۲ ۷ غم کو ٹال دینا۔ بھلا دینا اور غلط کرنا سب ہم معنی ہیں ۱۲ ۸ ہندوں میں دستور ہے کہ مہمان کے پاؤں دھو کر پی لیتے ہیں مراد یہ کہ تمہاری ایسی عزت کریں ۱۲ ۹ غمخوار ۱۲ ۱۰ غم کا گھٹانے والا ۱۱ بھلائی کا چاہنے والا۔

تو تم کو نجات کی امید نہیں۔ بہت کچھ ہمارے ملکی دستور اور رواج نے اور کسی قدر مذہب نے پردہ نشینی کو عورتوں پر فرض وواجب کر دیا ہے اور اب اس رواج کی پابندی نہایت ضرور ہے۔ پس سوائے پڑھنے لکھنے کے اور کیا تدبیر ہے کہ تمھاری عقلوں کو ترقی ہو۔ بلکہ مردوں کی نسبت عورتوں کو پڑھنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ مرد تو باہر کے چلنے پھرنے والے ٹھہرے لوگوں سے مل جل کر بھی تجربہ حاصل کر لیں گے۔ تم گھر میں بیٹھی بیٹھی کیا کرو گی۔ سینے کی بقچی[۱] سے عقل کی پڑیا نکال لو گی یا اناج کی کوٹھری سے تجربے[۲] کی جھولی بھر لاؤ گی۔ پڑھنا سیکھو کہ پردے میں بیٹھے بیٹھے تمام دنیا کی سیر کر لیا کرو۔ علم حاصل کرو کہ گھر بیٹھے[۳] گھر میں زمانہ بھر کی باتیں تم کو معلوم ہوا کریں پھر سمجھنے کی بات ہے کہ دنیا ان ہی چند گھروں سے عبارت نہیں ہے جس میں تم رہتی یا آتی جاتی ہو اور نہ دلی یا ان ہی تھوڑے سے شہروں سے عبارت ہے جن کے نام تم نے سنے ہیں۔ خیر تمام دنیا کے حالات بیان کرنے کا تو یہ محل[۴] نہیں تم کو شوق ہو تو پڑھ لکھ کر جغرافیہ[۵] اور تاریخ[۶] کی کتابوں کی سیر کرنا تو جانو گی کہ دنیا کتنی بڑی ہے کیسے کیسے ردو بدل اس میں ہوتے گئے ہیں۔ بہر کیف[۷] اس وقت کا یہ رنگ ہے کہ سارے ہندوستان پر انگریز قابض ہیں۔ ان لوگوں میں مرد عورت۔ امیر غریب نوکری پیشہ سوداگر۔ اہل حرفہ[۸] کاریگر۔ زمیندار کاشتکار سب کے سب لکھے پڑھے ہوتے ہیں۔ اور اسی سے خدا نے ان کو یہ ترقی دی ہے کہ کہاں ان کی ولایت اور کہاں ہندوستان چھ سات ہزار میل کا فاصلہ اور بیچ میں سمندر مگر علم کے زور سے اس ملک میں آ گئے۔ علم ہی کے زور سے سلطنت کی اور علم ہی کے زور سے اس کو اس خوبی اور عمدگی کے ساتھ چلا رہے ہیں کہ روئے زمین کی کسی سلطنت میں

۱؎ پوٹلی چھوٹی گٹھری ۱۲ ۲؎ تجربہ کے اصل معنی ہیں آزمانا جب ایک آدمی نے کسی کام کو بار بار آزمایا ہو اور طرح طرح کے حالات اسکے سامنے گزرتے ہیں تجربہ کار کہلاتا ہے ۱۲ ۳؎ یہ محاورہ ہے یعنی گھر ہی میں ۱۲ ۴؎ موقع جگہ ۱۲ ۵؎ جن کتابوں میں شہروں اور دریاؤں اور پہاڑوں اور جنگلوں یعنی زمین کے حالات لکھے ہوں جغرافیہ کی کتابیں کہلاتی ہیں ۱۲ ۶؎ پچھلے لوگوں کے حالات اور واقعات ۱۲ ۷؎ جو کچھ ہو الغرض ۱۲ ۸؎ حرفہ کی جمع کو زیادہ اور اہل حرفہ کے اور کاریگر دونوں کے ایک معنی ہیں ۱۲

ایسا امن و انصاف اور ایسا انتظام نہیں۔ کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں کہ دانشمند[1] اور منصف[2] اور خدا ترس[3] بادشاہ کو رعیت اپنی اولاد سے بڑھ کر پیاری ہوتی ہے۔ پس انگریز جسدن سے اس ملک مین آئے اُسی دن سے اس بات کے پیچھے[4] پڑے ہیں کہ ہندوستان کے لوگ لکھیں پڑھیں لیاقت حاصل کریں کہ ان کا افلاس[5] دور ہو۔ ظلم زبردستی کرنا تو انگریزوں کا دستور نہیں مگر جہاں تک سمجھانے سے لالچ دکھانے سے ہو سکتا ہے علم کو ترقی دے رہے ہیں۔ گانوں گانوں مدرسے بٹھا دیے ہیں۔ پڑھنے والوں کو وظیفے اور انعام دیے جاتے ہیں۔ جو لوگ امتحان پاس کرتے ہیں اُن کو نوکری ملتی ہے۔ سو خدا کے فضل سے اتنا تو ہوا ہے کہ لکھنے پڑھنے کا بہت رواج ہو گیا ہے اور ہوتا جاتا ہے یہی ایک ڈھنگ سب ہے تو کوئی دن لو دھوبی سقے مزدور تک لکھنے پڑھنے لگیں گے بھلا پھر ان پڑھ اور جاہل اشراف لوگوں کی مرد ہوں یا عورت کیا عزت باقی رہجائیگی انگریزی عملداری میں ہزاروں قسم کی نئی چیزیں چل پڑی ہیں۔ اُن میں سے ایک عجیب اور بڑے کام کی ریل ہے جس کی وجہ سے مہینوں کے رستے گھنٹوں میں طے[6] کیے جاتے ہیں وہ بھی کس سہولت[7] اور آسایش کے ساتھ کہ سفر کا سفر اور تفریح[8] کی تفریح اور یہی سبب ہے کہ لوگ جیسے پردیس کے نام سے گھبراتے تھے اب سفر کے بہانے ڈھونڈھتے ہیں۔ یہ ہماری یاد کی بات ہے کہ جب کوئی حج کا ارادہ کرتا تو یہ سمجھ کر گھر سے نکلتا کہ بس مجکو لوٹ کر آنا نہیں یا اب ریل اور دخانی[9] جہازوں کے طفیل[10] میں یہ حال ہو گیا ہے کہ ذیقعدہ[11] میں گھر سے نکلے محرم کے آخر ہوتے ہوتے مکہ مدینہ دونوں کی زیارت کر کے اصل خیر سے گھر آ موجود ہوئے۔ اور لوگوں میں تو خیر مگر نوکری پیشہ تو شاذونادر

[1] عقلمند ۱۲ [2] صاحب انصاف ۱۲ [3] خدا سے ڈرنیوالا ۱۲ [4] درپے ہیں فکر میں لگے ہیں ۱۲ [5] محتاجی بے مقدوری ۱۲ [6] طے کے لفظی معنی لپیٹنے کے ہیں کہتے ہیں کہ اتنا رستہ طے کیا یعنی اتنا رستہ چل چکے ۱۲ [7] آسانی ۱۲ [8] خوشی طبیعت کی بشاشی ۱۲ [9] ریل کی طرح جہاز بھی دھوئیں یعنی بھاپ کے زور سے چلتے ہیں اور دخانی جہاز کہلاتے ہیں ۱۲

[10] عوض میں۔ دخانی جہازوں کی بدولت ۱۲ [11] رمضان سے تیسرا مہینہ جسکو عورتیں خالی کا مہینہ کہتی ہیں۔

کوئی گھر کے گھر میں موجود ہو ورنہ جس کو سنو پردیس لیکن پردیس سے آپس کے تعلقات تو نہیں چھوٹتے۔ ایک بار بڑے[1] دن کی تعطیل میں دلّی جانے کا اتفاق ہوا سو ذرا گورکھپور[2] اور دلی کے فاصلے کو دیکھو اور باوجودیکہ گورکھپور سے دلی تک برابر ریل[3] نہ تھی آٹھ دن کی چھٹّی میں آنے جانے کو اور پورے پانچ دن دلی میں ٹھہرنے کو دیکھو۔ بھلے کو انگریزی عملداری ہو گئی تھی کہ ہم نے بھی یہ آرام دیکھ لئے۔ خیر تو غرض یہ کہ میں چھٹی میں دلی آیا ہوا تھا کہ ایک بی بی اپنے میاں کے نام خط لکھوانے آئیں۔ بتاتی گئیں میں لکھتا گیا۔ بہت سی باتیں اُن کے منھ تک آتی تھیں مگر لحاظ کے مارے کہہ نہیں سکتی تھیں۔ آخر مجھ سے نہ رہا[4] گیا اور میں نے اُن کو سمجھایا کہ خدا نے تمھاری روزی تو اُتاری پردیس میں اور پردیس بھی مہینے دو مہینے کا نہیں بلکہ ساری عمر کا اس سے تم آپ لکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتیں تو وہ بڑی حسرت کے ساتھ کہنے لگیں بھلا کہیں اب میری عمر لکھنا سیکھنے کی ہے۔ بال بچوں کے بکھیڑے میں پندرہ پندرہ دن گزر جاتے ہیں کہ سر دھونے تک کی نوبت نہیں آتی بچپن میں قرآن پڑھا تھا۔ خیر شکر ہے اُستانی جی کی برکت سے بھولا تو نہیں مگر مشکل سے گھڑیوں میں جا کر کہیں دو سیپارے پڑھے جاتے ہیں اگر کہیں ایک مہینے بھی چھوڑ دوں تو سارا قرآن سپاٹ[5] ہو جائے یہ سُن کر میں نے کہا کہ جب تم کو قرآن یاد ہے تو لکھنا سیکھ لینا کچھ بڑی بات نہیں ہر روز ایک گھنٹے بھی توجہ کرو تو کارروائی کے قدر دو تین مہینے میں آ سکتا ہے۔ آخر اُردو تو تم پڑھ لیتی ہوگی۔ وہ بولیں ہاں کچھ یوں ہی سی اٹک اٹک کر اور اکثر لفظ رہ بھی جاتے ہیں۔ مگر چھپا ہوا تو خاصی طرح نکال لیتی ہوں میں نے کہا بس تو تم کو اُستاد کی بھی ضرورت نہیں۔ نقل کرتے کرتے لکھنا آ جائے گا۔ اُن بی بی نے دل ہی دل میں میری بات کو تسلیم تو کیا مگر کہنے لگیں۔ شرم سی آتی ہے۔ تب تو

---

[1] انگریزوں کا مشہور تہوار ہے جاڑے کا موسم دسمبر کے مہینے میں پڑا کرتا ہے اور اس کے بعد سے دن بھی بڑھنے لگتا ہے ۱۲

[2] ہمالیہ پہاڑ کے دامن میں ایک سرحدی ضلع ہے ۱۲ [3] اب ہو گئی ہے ۱۲ [4] ضبط نہ ہو سکا ۱۲ [5] صاف یعنی یہ بھی نہ معلوم ہو کہ کیا لکھا ہے گویا کورا کاغذ ہے ۱۲

میں نے اُن کو خوب آڑے[1] ہاتھوں لیا کہ دوسروں کے پاس حاجت لے جاتے ہوئے دوسروں کی خوشامد کرتے ہوئے۔ دوسروں پر چبا چبا کر اپنے حالات ظاہر کرتے ہوئے تم کو شرم نہیں آتی اور لکھنا سیکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کیا لکھنا کچھ عیب ہے یا گناہ ہے۔ میں نے سنا کہ اس کے بعد سے ان بی بی نے اپنا خط کسی سے نہیں لکھوایا اور پھر تو ان کو لکھنے کا ایسا شوق ہوا کہ جن بی بیوں کے مرد پردیس میں تھے خط لکھنے کے لیے آپ اُن کے سر[2] ہوتی تھیں۔ لکھنے کو لوگوں نے ناحق بدنام کر رکھا ہے کہ مشکل ہے مشکل۔ کچھ بھی مشکل نہیں۔ لیکن فرض کرو کہ پڑھنے کی نسبت لکھنا کسی قدر مشکل ہے بھی تو ویسی ہی اس کی منفعتیں بھی ہیں۔ جو شخص پڑھنا جانتا اور لکھنا نہیں جانتا اُس کی مثال اُس گونگے کی سی ہے جو دوسرے کی سنتا اور اپنی نہیں کہہ سکتا۔ اگر کوئی شخص شروع شروع میں کسی کتاب سے زیادہ نہیں ایک سطر دو سطر روز نقل کیا کرے اور اسی قدر اپنے دل سے بنا کر لکھا کرے اور اصلاح لیا کرے اور نقل کرنے اور لکھنے میں جھینپے[3] اور جھجکے[4] نہیں تو ضرور چند مہینوں میں لکھنا سیکھ جائے گا۔ خوشخطی[5] سے مطلب نہیں۔ لکھنا ایک ہنر ہے جو ضرورت کے وقت بہت کام آتا ہے۔ اگر غلط ہو یا حرف بدصورت اور نادرست لکھے جائیں تو بددل ہو کر مشق کو موقوف مت کرو کوئی کام ہو ابتدا[6] میں اچھا نہیں ہوا کرتا۔ اگر کسی بڑے عالم کو ایک ٹوپی کترنے اور سینے کو دو جس کو کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا ہو وہ ضرور ٹوپی کو خراب کریگا چلنا پھرنا جو تم کو اب ایسا آسان ہے کہ بے تکلف دوڑی دوڑی پھرتی ہو تم کو شاید یاد نہ رہا ہو کہ تم نے کس مشکل سے سیکھا۔ مگر تمہارے ماں باپ اور بزرگوں کو بخوبی[7] یاد ہے کہ پہلے تم کو بے سہارے بیٹھنا نہیں آتا تھا۔ جب تم کو گود سے اُتار کر نیچے بٹھاتے ایک آدمی پکڑے رہتا تھا۔ یا تکیئے کا سہارا لگا دیتے تھے پھر تم نے گر پڑ کر گھٹنیوں چلنا سیکھا۔ پھر کھڑا ہونا۔ لیکن چارپائی پکڑ کر۔ پھر جب تمہارے پاؤں

---

[1] ڈانٹا۔ دھمکایا۔ ملامت کی ۱۲ [2] یعنی خط لکھوانے کیلئے اپنر تقاضا کرتی تھیں گویا ہر وقت انکے سر پر سوار رہیں ۱۲ [3] شرمائے ۱۲ [4] بکے دل میں ڈر کر رک جانیکو جھجکنا کہتے ہیں ۱۲ [5] یعنی اگر خوشخط نہ لکھ سکو کچھ پروا کی بات نہیں [6] یعنی شروع میں ۱۲ [7] اچھی طرح

زیادہ مضبوط ہو گئے رفتہ رفتہ[1] چلنا آگیا۔ مگر صدہا[2] مرتبہ تمھارے چوٹ لگی اور تم کو گرتے سنا۔
اب وہی تم ہو کہ خدا کے فضل سے ماشاء اللہ ڈوری دوڑی پھرتی ہو اسی طرح ایک دن لکھنا
بھی آجائے گا اور فرض کرو تم کو لڑکوں کی طرح اچھا لکھنا نہ بھی آیا تاہم بقدر ضرورت
تو ضرور آجائے گا۔ اور یہ مشکل تو نہ رہے گی کہ دھوبن کی دھلائی اور پیسنے والی کی پسائی
کے واسطے دیوار پر لکیریں کھینچتی پھرو یا کنکر پتھر جوڑ کر رکھو۔ گھر کا حساب و کتاب لینا دینا
زبانی یاد رکھنا بہت مشکل ہے۔ اور بعض مردوں کی عادت ہوتی ہے کہ جو روپیہ پیسہ گھر
میں دیا کرتے ہیں اس کا حساب پوچھا کرتے ہیں اگر زبانی یاد نہیں ہے تو مرد کو شبہ ہوتا ہے
کہ یہ روپیہ کہاں خرچ ہوا اور آپس میں ناحق بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ اگر عورتیں اتنا
لکھنا بھی سیکھ لیا کریں کہ اپنے سمجھنے کے واسطے کافی ہو تو کیسی[3] اچھی بات ہے۔
لکھنے پڑھنے کے علاوہ[4] سینا پرونا[5]۔ کھانا پکانا یہ دونوں ہنر ہر ایک لڑکی کو سیکھنے ضرور
ہیں کسی آدمی کو حال معلوم نہیں ہے کہ آیندہ اسکو کیا اتفاق پیش آئے گا بڑے امیر اور
بڑے دولت مند یکایک غریب اور محتاج ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی ہنر ہاتھ میں پڑا[6]
ہوتا ہے ضرورت کے وقت کام آتا ہے۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ اگلے وقتوں کے
بادشاہ باوجود دولت و ثروت[7] کے ضرور کوئی ہنر سیکھ رکھا کرتے تھے تاکہ مصیبت کے
وقت کام آئے۔ یاد رکھو کہ دنیا میں کوئی حالت قابل اعتبار نہیں اگر تم کو اس وقت آرام
و فراغت میسر ہے خدا کا شکر کرو کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہمارے گھر میں برکت اور
فراغت[8] دی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تم اس آرام کی قدر نہ کرو یا آیندہ
کے واسطے اپنا اطمینان[9] کر لو کہ یہی آرام ہم کو ہمیشہ کے واسطے حاصل رہے گا۔ آرام
کے دنوں میں عادتوں کا درست رکھنا ضرور ہے۔ اگرچہ خدا نے تم کو نوکر چاکر بھی دئیے ہوں

[1] ہوتے ہوتے ۱۲ [2] سینکڑوں دفعہ ۱۲ [3] بس کرے ۱۲ [4] سوائے ۱۲ [5] پرونا سوئی میں دھاگا ڈالنے کو کہتے ہیں مگر سینا پرونا ایک ساتھ
بولا جاتا ہے اور مراد ہوتی ہے صرف سینا ۱۲ [6] مراد ہے سیکھا ہوا ہوتا ہے ۱۲ [7] امیری ۱۲ [8] یعنی خرچ کی تنگی نہیں ہے ۱۲
[9] تسلی بھروسا ۱۲

لیکن تم کو اپنی عادت نہیں بگاڑنی چاہیئے۔ شاید خدانخواستہ[1] مقدور باقی نہ رہے تو یہ عادت بہت تکلیف دے گی۔ آپ اُٹھ کر پانی نہ پینا یا چھوٹے چھوٹے کاموں میں نوکروں یا چھوٹے بھائی بہنوں کو تکلیف دنیا اور آپ احدی[2] بن کر بیٹھے رہنا نامناسب اور عادت کے بگاڑ کی نشانی ہے۔ تم کو اپنا سب کام آپ کرنا چاہیئے بلکہ اگر تم چست و چالاک رہو تو گھر کے بہت کام تم اُٹھا سکتی ہو اور اگر تم تھوڑی سی محنت بھی اختیار کرو تو اپنی ماں کو بہت کچھ مدد اور سہارا لگا سکتی ہو۔ خوب غور کر کے اپنا کوئی کام ایسا مت چھوڑو جس کو ماں اپنے ہاتھوں کرے یا دوسروں کو اُس کے واسطے بلاتی اور تکلیف دیتی پھرے۔ رات کو جب سونے لگو اپنا بچھونا اپنے ہاتھ سے بچھا لیا کرو اور صبح سویرے اُٹھ کر آپ تہ کر کے احتیاط سے مناسب جگہ رکھ دیا کرو۔ اپنے کپڑوں کی گٹھری اپنے اہتمام میں رکھو۔ جب کپڑے بدلنے منظور ہوں اپنے ہاتھ سے پھٹا اُدھڑا درست کر لیا کرو۔ میلے کپڑوں کی احتیاط کرو جب تک دھوبن کپڑے لینے آئے علٰحدہ[3] کھونٹی پر لٹکا رکھو۔ اگر کپڑے بدل کر میلے کپڑے اُٹھا نہ رکھو گی شاید چوہے کاٹ ڈالیں یا پڑے پڑے زیادہ میلے ہوں اور دھوبن اُن کو خوب صاف نہ کر سکے یا شاید زمین کی نمی[4] اور پسینے کی تری سے ان میں دیمک لگ جائے۔ پھر دھوبن کو اپنے میلے کپڑے آپ دیکھ کر دیا کرو۔ اور جب دھو کر لائے خود دیکھ لیا کرو شاید کوئی کپڑا گم نہ لائی ہو یا کہیں سے پھاڑ نہ دیا ہو یا کہیں داغ[5] باقی نہ رہ گئے ہوں۔ اس طرح جب تم اپنے کپڑوں کی خبر رکھو گی تمہارے کپڑے خوب صاف دھلا کریں گے اور کوئی کپڑا گم نہ ہوگا۔ جو زیور تم پہنے رہتی ہو بڑے داموں کی چیز ہے۔ شام کو سونے سے پہلے اور صبح کو جب سو کر اٹھو خیال کر لیا کرو کہ سب ہے یا نہیں اکثر بے خبر لڑکیاں کھیل کود میں زیور گرا دیتی ہیں اور کئی کئی دن کے بعد اُن کو معلوم ہوتا ہے کہ بالی گر گئی چھلا نکل پڑا۔ جب کہ گھر میں کئی مرتبہ جھاڑو دی جا چکی کیا معلوم

[1] خدا نہ کرے ۱۲ [2] سست کاہل۔ کام چور۔ اصل میں احدی بادشاہی وقتوں میں وہ لوگ تھے جو گھر بیٹھے بخدمت تنخواہ پاتے اب بیکار پر بولا جائیگا ۱۲ [3] الگ ۱۲ [4] سیل ۱۲ [5] دھبے ۱۲

ذرا سی چیز کسی کی نظر پڑ گئی اُٹھالی یا کہیں مٹی میں دب دبا گئی تب وہ غافل لڑکیاں زیور کے
واسطے افسوس کر کے روتی اور تمام گھر کو جستجو میں حیران کر مارتی ہیں اور جب ماں
باپ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکی زیور کو احتیاط سے نہیں رکھتی اور کھو دیتی ہے تو وہ بھی
دریغ[1] کرنے لگتے ہیں۔ تم کو ہمیشہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ گھر کے کاموں میں کونسا کام تمہارے
کرنے کا ہے بے شک چھوٹے بھائی بہن اگر روتے اور ضد کرتے ہیں۔ تم اُن کو سنبھال
سکتی ہو تاکہ ماں کو تکلیف نہ دیں۔ منہ دُھلانا۔ اُن کے کھانے اور پانی کی خبر رکھنا۔ کپڑا
پہنانا یہ سب کام اگر تم چاہو تو کر سکتی ہو۔ لیکن اگر تم اپنے بھائی بہنوں سے لڑو اور
ضد کرو تو تم خود اپنا دقر کھوتی اور ماں کو تکلیف دیتی ہو وہ گھر کا کام دیکھے یا تمہارے
مقدمے فیصلہ کیا کرے۔ گھر میں جو کھانا پکتا ہے اس کو اسی غرض سے نہیں دیکھنا چاہیئے
کہ کب پک چکے گا اور کب ملے گا۔ گھر میں جو کُتّا اور بلّی یا دوسرے جانور پلے ہیں
وہ اگر پیٹ بھرنے کی اُمید سے کھانے کے منتظر رہیں تو مضائقہ[2] نہیں لیکن تم کو غور کرنا چاہیئے
کہ سالن کس طرح بھونا جاتا ہے۔ نمک کس انداز سے ڈالتے ہیں۔ اگر ہر ایک کھانے کو غور
سے دیکھا کرو تو یقین ہے چند روز میں تم پکانا سیکھ جاؤ گی اور تم کو وہ ہنر آجائے گا جو دنیا کے
تمام ہنروں میں سب سے زیادہ ضرورت کی چیز ہے۔ معمولی کھانوں کے علاوہ تکلف
کے چند کھانوں کی ترکیب بھی سیکھ لینی چاہیئے۔ آئے گئے[3] کی دعوت میں ہمیشہ طرح طرح
کے پر تکلف[4] کھانوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کباب۔ پلاؤ۔ میٹھے چاول۔ زردہ۔ متنجن
چٹنی۔ مربا۔ فرینی سب مزے دار کھانے ہیں ہر ایک کی ترکیب یاد رکھنی چاہیئے بعض
کھانے تکلف کے تو نہیں ہوتے لیکن ان کا مزہ دار پکانا تعریف کی بات ہے۔ جیسے
مچھلی۔ کریلے سینا تو چنداں دشوار نہیں قطع کرنا البتہ عقل کی بات ہے دل لگا کر اس کو
معلوم کر لینا بہت ضرور ہے۔ عورتوں کے سب کپڑوں کو قطع کرنا خاص کر ضرور سمجھ لینا
چاہیئے ہم نے اکثر بے وقوف عورتوں کو دیکھا کہ اپنے کپڑے دوسری عورتوں کے

[1] بخیر ۱۲ [2] مضائقہ۔ بخل ۱۲ [3] مہمان مراد ہیں ۱۲ [4] تکلف کے بھرے ہوئے یعنی تکلف کے ۱۲

پاس قطع کرانے کے واسطے لیے لیے پھرا کرتی ہیں اور اُن کو تھوڑی سی بات کے لئے بہت سی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ مردانے کپڑوں میں انگرکھا کسی قدر مشکل ہے تم اپنے بھائیوں کے انگرکھے قطع کیا کرو دو چار انگرکھے قطع کرنے سے سمجھ میں آجائیگا۔

باب دوسرا۔ قصے کا آغاز اور جن لوگوں کا اس قصے میں بیان ہے اُن کے مختصر حالات

اب تم کو ایک بڑے مزے کا قصہ سناتے ہیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ جہالت اور بے ہنری سے کیا کیا تکلیفیں پہنچتی ہیں۔

دلی میں اندیش خانیوں کا ایک بڑا مشہور خاندان[1] ہے۔ مدت سے اس خاندان کے مردوں کے نام اندیش خاں پر سے چلے آتے تھے۔ جیسے دوراندیش خاں۔ مآل اندیش خاں۔ خیر اندیش خاں وغیرہ اس سے یہ لوگ اندیش خانی کہلائے۔ ان لوگوں کا اتنا بڑا خاندان تھا کہ شہر میں شریفوں کا کوئی محلہ نہ ہوگا جس میں دو چار گھر اندیش خانیوں کے نہ ہوں۔ یہ لوگ سب کے سب نوکری پیشہ اور اکثر ہندوستانی سرکاروں میں ممتاز[2] خدمتوں پر مامور تھے۔ دوراندیش خاں جن کے خانگی حالات سے یہ کتاب ترتیب دی گئی۔ پنجاب کے پہاڑی اضلاع میں سرکار انگریزی کی طرف سے تحصیلدار تھے۔ نوکری اور تنخواہ تو کچھ ایسی بہت بڑی نہ تھی مگر آدمی تھے لائق اور دیانت[3] دار اور کارگزار کہ اتنی صفتیں نوکروں میں ذرا کم ہوتی ہیں اس سے انگریزوں میں اچھی آبرو پیدا کی تھی۔ ہم سے اور دوراندیش خاں صاحب سے جب اول اول ملاقات ہوئی کہ اُس کو بھی اب چار سوا چار برس ہونے آئے تو اُن کی عمر

---

[1] شریف ۱۲ [2] تھوڑے تھوڑے ۱۲ [3] کنبہ ۱۲ [4] یعنی بڑی بڑی نام و نمود کی بڑی بڑی تنخواہوں کی نوکریاں رکھتے تھے ہوشہ رشوت نہیں لیتے تھے۔ کام بے لاگ کرتے تھے ۱۲

ایسی کوئی چوالیس پینتالیس برس کی رہی ہوگی۔ بہت ہی خوش[1] رو آدمی تھے۔ کشیدہ[2] قامت۔ بدن[3] کے اکہرے۔ جامہ زیب[4]۔ ڈاڑھی کھچڑی[5] ہو چلی تھی۔ ہم تو سمجھے تھے کہ دادا اور نانا ہوں تو عجب نہیں مگر پھر معلوم ہوا کہ ابھی بڑی لڑکی کا بیاہ کیئے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ ان کی کچھ ایسی بہت اولاد بھی نہ تھی صرف دو بیٹے اور دو بیٹیاں۔ یہ چاروں بچے گنگا جمنی کے طور پر پیدا ہوئے تھے۔ یعنی سب سے بڑی پہلونٹی کی اکبری۔ اس کے اوپر کا خیر اندیش۔ خیر اندیش کے اوپر کی اصغری۔ اصغری کے بعد سب سے چھوٹا مآل آندیش ایک دن کچھ یوں ہی مذکور سا آگیا کہ اولاد کم ہے تو بولے کہ خدا اصغری کی عمر میں برکت دے اور اس کو صاحب نصیب کرے اور انشاء اللہ ہوگی مجھے تو بیٹا بیٹی کسی کی تمنا[6] باقی نہیں۔ دوراندیش خاں بیس برس پورے ہو کر اکیسویں میں لگے تھے کہ اُن کا بیاہ ہوا۔ اور اکبری پیدا ہوئی۔ بیاہ کے کہیں دس ساڑھے دس برس بعد۔ ہم سمجھتے ہیں کہ زیادہ تر انتظار کے سبب اور کسی قدر پہلونٹی کی ہونے کی وجہ سے بھی اکبری کے ساتھ ایسے چوچلے[7] برتے گئے کہ اُنھوں نے اکبری کے مزاج پر بہت ہی بُرا اثر کیا۔ نہ تو اُس نے کچھ پڑھا نہ لکھا نہ کوئی ہنر سیکھا نہ عقل حاصل کیا اور نہ اپنی عادتوں کو سنوارا۔ پس اکبری میں سوائے اس کے کہ وہ ایک شریف خاندان کی بیٹی تھی تعریف کی اور کوئی بات ہی نہ تھی۔ پیدا ہوتے کے ساتھ اُس کو نانی نے اپنی بیٹی بنایا اور اس قدر اس کی ناز برداری کی کہ اس کے رونے اور مچلنے کے ڈر کے مارے وہ بیچاری کسی کے شادی بیاہ میں شریک نہیں ہو سکتی تھیں۔ اکبری ماں کو آپا اور باپ کو بھائی کہتی تھی اور کہتی کیا تھی اسی طرح پر اُس کو سمجھایا اور سکھایا گیا تھا۔ وہ بات بات میں ماں کے ساتھ ایسی ردو کد رکھتی کہ گویا دونوں اوپر[8] تلے کی بہنیں ہیں۔ ماں کے ساتھ اکبری کو لڑتے جھگڑتے دیکھ کر ڈانٹنے اور

---

[1] خوبصورت ۱۲ [2] قد کے لمبے ۱۲ [3] یعنی دبلے مگر سوکھے ہوئے نہیں ۱۲ [4] جو کپڑے پہنتے اُنکو پھبتا ۱۲ [5] یعنی ڈاڑھی میں سیاہ وسفید دونوں طرح کے بال تھے ۱۲ [6] آرزو ۱۲ [7] ناز برداریاں ۱۲ [8] بڑی چھوٹی جسکے بیچ میں کوئی اور بچہ نہ ہو ۱۲

دھمکانے کا کیا مذکور نانی اُلٹی اُسی کی حمایت لیتیں اور بگڑ بگڑ کر بیٹی سے کہتیں پھر بھائی کیوں بچے کے مُنھ لگو۔ اور بچے کی بات کا بُرا کیوں مانو۔ دور اندیش خاں جہاں نوکر ہوتے اکثر بی بی بچوں کو اپنے پاس بلا بھی لیا کرتے تھے جب کبھی ایسا اتفاق ہوا نانی نے اکبری کو کسی نہ کسی بہانے سے روک روک لیا۔ اور جب سے پیدا ہوئی بیاہ کی گھڑی تک ایک لمحے کے لئے اپنے سے جدا نہ کیا۔ اور یوں اکبری نانی کے احمقانہ لاڈ کی وجہ سے ماں اور باپ دونوں کی تنبیہ سے مطلقاً آزاد رہی اور بے شُتری اٹھی۔ اصغری کا حال بالکل اس کے خلاف تھا۔ سارے چوچلے اور ارمان تو اکبری پر ختم ہو چکے تھے۔ یہ اپنی خوش نصیبی سے ماں باپ کے یہاں تیسری جگہ تھی۔ اسنے پرورش پائی بڑوں کی نگرانی میں بزرگوں کی روک ٹوک میں۔ اس نے چھوٹی سی عمر میں قرآن کا ترجمہ اور مسائل کی اُردو کتابیں پڑھ لی تھیں لکھنے میں بھی عاجز نہ تھی۔ اگر ماں دتی ہوتی اور باپ باہر نوکری پر تو جب تک دلی رہتی گھر کا حال باپ کو ہفتے کے ہفتے لکھ بھیجا کرتی۔ ہر ایک طرح کا کپڑا سی سکتی تھی اور انواع اور اقسام کے مزہ دار کھانے پکانا جانتی تھی۔ تمام محلے میں اصغری خانم کی تعریف تھی۔ ماں کے گھر کا تمام بندوبست اصغری خانم کے ہاتھوں میں تھا۔ جب کبھی باپ رخصت لے کر گھر آتا خانہ داری کے انتظام میں اصغری سے صلاح پوچھتا۔ روپیہ پیسا۔ کوٹھریوں اور صندوقوں کی کنجیاں سب کچھ اصغری کے اختیار میں رہا کرتا تھا۔ اصغری کی نیک بختی اور سلیقہ شعاری دیکھ کر ماں باپ دونوں جان و دل سے اصغری کو چاہتے بلکہ محلے کے سب لوگ اصغری کو پیار کرتے تھے مگر اکبری خود بخود اپنی چھوٹی بہن سے ناراض رہا کرتی بلکہ اکیلا پا کر مار بھی لیا کرتی تھی لیکن اصغری ہمیشہ آپا کا ادب کرتی اور کبھی ماں سے اُسکی چغلی

لہ خفا ہو کر منھ بنا کر ۱۲ سلہ احمقوں کے سے ۱۲ سلہ ڈانٹ ڈپٹ کر روک ٹوک ۱۲ سلہ گویا اُسکے سر پر کوئی بڑا نہیں ۱۲ شہ دیکھ بھال ۱۲ تہ طرح طرح اور قسم قسم کے ۱۲ سلہ سلیقہ مندی ۱۲ شہ دلی والے بڑی بہن کو آپا پکارتے ہیں۔ ان میں بھی مغل لوگ باجی اور بڑی بہن بہت بڑی ہو تو باجی اماں۔ ۱۲

نکلواتی۔ دونوں بہنوں کی منگنی بھی اتفاق سے ایک ہی گھر میں ہوئی محمد عاقل اور محمد کامل دو حقیقی بھائی تھے۔ اکبری کا بیاہ بڑے بھائی محمد عاقل سے ہوا تھا اور اصغری کی بات محمد کامل کے ساتھ ٹھیر چکی تھی مگر بیاہ نہیں ہوا تھا۔

باب تیسرا اکبری کی بدمزاجی اور اُس کا سسرال سے رُوٹھکر چلا آنا

کنبے کے لوگوں میں اکبری کی بدمزاجی اور بے ہنری اور شرارتوں کی اس قدر شہرت تھی کہ جہاں کہیں اس کی منگنی کا پیام جاتا کوئی ہامی[۱] نہیں بھرتا تھا۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ نہ سان[۲] نہ گمان ایک دم سے مردوں مردوں میں ایک ساتھ دونوں بہنوں کی بات ٹھیر گئی۔ حسنِ اتفاق[۳] سے دوراندیش خاں اور مولوی محمد فاضل دونوں میں پرانی راہ و رسم تھی دونوں نے ایک ہی اُستاد سے پڑھا بھی تھا۔ ایک مرتبہ دوراندیش خاں رخصت لے کر دلی آرہے تھے راہ میں مل گئے مولوی محمد فاضل انھوں نے باصرار ان کو اپنے پاس ٹھیرایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دوراندیش خاں نے دونوں بیٹیاں مولوی صاحب کو دینی[۴] کرلیں۔ جب کنبے والوں کو معلوم ہوا تو کسی کسی نے محمد عاقل کی ماں سے کہا بھی کہ سمدھیانے[۵] کا کیا پوچھنا ہے مگر بڑی لڑکی کو لوگ مزاج کی بہت تیز بتاتے ہیں۔ محمد عاقل کی ماں اس طرح کی نیک دل عورت تھی کہ ہر چند اکبری کے حالات سنے سنائے اُس کو سب معلوم تھے تاہم اُس نے یہی جواب دیا کہ استخوان[۶] اچھی چاہیئے خدا رکھے امیر گھر کی بیٹی ہے بڑی پھڑک[۷] کے بعد پیدا ہوئی۔ نانی کو تمھارا رمان اور ارمان کی جگہ تھی اُنھوں نے کسی بات میں بچی کے دلکو

[۱] اقرار ۔ [۲] یعنی کوئی نہیں کہتا تھا کہ ہاں میں کرتا ہوں مجھے منظور ہے ۱۲ [۳] نہ وہم نہ گمان ۔ [۴] اچھے کو ۔ [۵] منظور کرکے ۱۲ [۶] وعدہ کرلیا کہ میں اپنی دونوں بیٹیوں کا بیاہ تمھارے دونوں بیٹیوں کے ساتھ کروں گا ۱۲ [۷] ایک گھر کا بیٹا ایک گھر کی بیٹی بیاہا جائے تو یہ دونوں گھر ایک دوسرے کے سمدھیانے کہلاتے ہیں ۱۲ [۸] لفظی معنی ہڈی۔ یہاں مراد ہے ذات نسب ۱۲ [۹] کسی چیز کو ترس جانا اور پھڑک جانا دونوں کے ایک ہی معنی ہیں ۱۲

میلا[1] ہونے دیا نہیں لاڈ پیار میں آکر کچھ ضد کرنے لگی ہوگی سو بچے اپنی اپنی جگہ سبھی ضد کیا کرتے ہیں بیاہ کی دیر ہے آپ ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ مگر یہ صرف بڑی بی[2] کا خیال ہی خیال تھا۔ اکبری بیاہ ہونے سے درست تو کیا ہوتی اُس نے تو چوتھے پانچویں ہی مہینے میاں پر تقاضا کرنا شروع کیا کہ ہم سے تمہاری ماں کے ساتھ نہیں رہا جاتا ہم یا تو رہیں گے اپنے میکے میں یا خیر ایسی ہی زبردستی ہے تو کسی دوسرے محلے میں چل رہو ہم سے یہ رات دن کی کلکل[3] نہیں سہی جاتی۔ محمد عاقل ہکا بکا[4] سا ہو کر بیوی کا مُنہ دیکھنے لگا اور بولا کہ آخر کچھ بات بھی مجھ سے تو آج تک اماں جان نے تمہاری کوئی شکایت کی نہیں۔
اکبری۔ لو اور سنو اُلٹا چور کو توال کو ڈانڈے[5] وہ میری کیا شکایت کریں۔ شکایت کرتا ہے کم زور۔ شکایت کرتا ہے وہ جس کا کچھ بس نہیں چلتا۔ شکایت کرتا ہے مظلوم۔ محمد عاقل۔ خدانخواستہ تم پر کسی نے کیا ظلم کیا۔ کچھ بتاؤ گی بھی۔ اکبری۔ ایک ہو تو بتاؤں سارے دن اُن کو میرا ہی پٹنا[6] ہے۔ محمد عاقل۔ تم نے کچھ معلوم بھی کیا کہ کیا چاہتی ہیں۔ اکبری۔ چاہتی کیا ہیں۔ میرے پاس کسی کے آنے اور بیٹھنے تک کی روادار[7] نہیں۔ تیوری تو اُن کی میں جانتی ہوں خدا نے چڑھی ہوئی بنائی ہے مگر آج تو اُنھوں نے چنیا اور زلفن اور رحمت اور سلمتی مُنہ در مُنہ سب کی فضیحتی[8] کی۔ محمد عاقل۔ تم کو اُن لڑکیوں کا کچھ حال بھی معلوم ہے۔ چنیا تو بھٹیاری ہے زلفن شاید بخشو قلعی گر کی کوئی ہے رحمت سقنی ہے۔ اور اس کالی کالی سلمتی کو میں نے اکثر مولن کنجڑے کی دوکان پر دیکھا ہے میں سمجھتا ہوں ضرور اُس کی بیٹی ہوگی۔ مولن سے اُس کا نقشہ[9] بھی ملتا ہوا ہے۔ بھلا پھر یہ لوگ اس قابل ہیں کہ تم ان کو اپنی سہیلیاں[10] بناؤ محلے کے بھلے آدمی سُنینگے تو کیا کہینگے

---

[1] دل میلا ہونا رنجیدہ اور اُداس ہونا ۱۲ [2] بڑی بی سے محمد عاقل کی ماں مراد ہیں ۱۲ [3] لڑائی جھگڑا ۱۲ [4] حیران ۱۲ [5] یہ کہاوت ایسی جگہ کہی جاتی ہے کہ زید میرا تو قصور کرے اور اُلٹا مجھی کو الزام دے ۱۲ [6] میرے ہی پیچھے پڑی رہتی ہیں۔ میرا ہی ڈھکڑا رتی رہتی ہیں ۱۲ [7] اس کو جائز نہیں رکھتیں کہ کوئی میرے پاس آئے اور بیٹھے ۱۲ [8] بُرا بھلا کہا ۱۲ [9] صورت شکل ۱۲ [10] جس طرح مردوں کے میل ملاپ والے یار دوست کہلاتے ہیں۔ عورتوں کی میں ملاپ والیوں کو سہیلی کہتے ہیں ۱۲

غریب ہونا کچھ عیب کی بات نہیں ہے مگر ایسے لوگوں کی عادتیں اچھی نہیں ہوتیں۔ اسی خیال سے والدہ نے ان لڑکیوں کے آنے کی ممانعت کی ہوگی۔ سو یہ تو کوئی بُرا ماننے کی بات نہیں۔ اکبری۔ بس تم ماں بیٹوں کی مرضی تو مجھے قید میں ڈالنے کی ہے۔ سارے دن اکیلے چپ بیٹھے بیٹھے آدمی کا دم گھٹ جائے۔ نوج[۱]۔ محمد عاقل۔ اکیلی کیوں بیٹھو۔ گلی گلی میں قاضی امام علی۔ حکیم شفاء الدولہ۔ منشی ممتاز احمد۔ مولوی روح اللہ میر حسن رضا آغائی صاحب وغیرہ کوڑیوں[۲] اشراف بھرے پڑے ہیں۔ ایسے لوگوں کی بہو بیٹیوں سے ملو۔ چشم ما روشن[۳] دل ما شاد۔ اکبری۔ ان سے ملے میری جوتی۔ ان سے ملے میری بلا تم بھی وہی ہماری اماں جیسی ہاں لائے[۴]۔ وہ بھی بہت میرے پیچھے پڑی رہا کرتی تھیں کہ منہیاری کی بیٹی بنو سے نہ مل۔ وہ بنی ہوئی تھی میری سہیلی بھلا اُس سے میں کیسے نہ ملتی۔ اماں کی ضد میں میں نے بنو کے ساتھ ایک چھوڑ دو گڑیوں کے بیاہ کئے اور اماں سے چُرا چُرا کر اناج اور پیسے اور کپڑے اور کوڑیاں اتنی چیزیں بنو کو دیں کہ اماں بھی زِچ[۵] ہو ہو گئیں۔ نانی اماں کے ڈر کے مارے مارتیں تو کیا بہتیرا کوستی تھیں بُرا بھلا کہتی تھیں مگر ہم نے بنو کا ملنا نہ چھوڑا۔ محمد عاقل نے کہا تم نے بہت جھک مارا۔ یہ سن کر وہ احمق عورت بولی دیکھو خدا کی قسم میں نے کہہ دیا ہے مجھ سے زبان سنبھال کر بولا کرو نہیں پیٹ پیٹ[۶] کر اپنا خون کر ڈالوں گی۔ یہ کہہ کر رونے لگی۔ اور اپنے ماں باپ کو کوسنا شروع کیا۔ الٰہی اُس اماں باوا کا بُرا ہو کیسی کمبختی میں مجھکو ڈھکیل دیا ہے۔ مجھکو اکیلا پاکر سب نے ستانا شروع کیا ہے۔ الٰہی میں مر جاؤں میرا جنازہ نکلے۔ اور غصے کے مارے پان کھانے کی پٹاری جو چار پائی پر رکھی تھی لات مار کر گرادی تمام کتھا چونا توشک[۷] پر گرا۔ اودی ورنیں کا لحاف پائنتی تہ کیا ہوا رکھا تھا چونے کے لگتے ہی اُس کا تمام رنگ کٹ گیا۔ پٹاری کے

---

۱ عورتوں کی بولی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ ہو جیو سے نوج بنالیا ہے ۱۲ ۲ بیس کا ایک کوڑی ۱۲ ۳ ہماری آنکھیں روشن ہمارا دل خوش جیسے کہتے ہیں آنکھوں سکھ کلیجے ٹھنڈک ۱۲ ۴ یعنی انہی کی ریس کرنے لگے ۱۲ ۵ دق ۱۲ ۶ یعنی اپنے تئیں آپ مار مار کر ۱۲ ۷ پلنگ کا روئی دار بچھونا ۱۲

گرنے کا غل سن کر سامنے کے دالان سے ساس دوڑی آئیں۔ ماں کو آتے دیکھ کر بیٹا تو دوسرے دروازے سے چل دیا۔ لیکن اپنے دل میں کہتا تھا ناحق میں نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑا۔

ساس نے آکر دیکھا تو چار پیسے کا کتھا جو کل چھان پکا کر کلھیا میں بھر دیا تھا سب گر پڑا ہے تو شک اٹھے ہیں لت پت ہے۔ لحاف چونے میں تر بتر۔ بہو زار قطار رو رہی ہے آتے ہی ساس نے بہو کو گلے سے لگا لیا اور اپنے بیٹے کو ناحق بہت کچھ برا کہا۔ اتنی دلجوئی کا سہارا اور نگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہوا۔ ہر چند ساس نے منت کی اور سمجھایا اس مکار عورت پر مطلق اثر نہ ہوا۔ ہمسائے کی عورتیں رونے پیٹنے کی آواز سن کر جمع ہو گئیں۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ بخشو قلعی گر کی بیٹی زلفن سمدھیانے دوڑی گئی اور ایک کی چار جا لگائیں۔ نانی کی بے تدبیریوں نے تو اکبری کو غارت ہی کیا تھا نہ اچھی طرح پوچھا نہ گچھا سنتے کے ساتھ ڈولی پر چڑھ آ پہنچیں بہت کچھ لڑیں جھگڑیں۔ آخر اکبری کو اپنے ساتھ لے گئیں۔

باب چوتھا۔ اکبری کی شرارتیں۔ پھوہڑ پن۔ حمق۔ اور بدمزاجیاں اسکا پھر عین عید کے دن بے لطفی سے چلا جانا ضمناً اصغری کی مشح

اکبری گئی تو ایسے بے طوری سے تھی کہ شاید اس کو برسوں سسرال کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا مگر اتفاق سے اس کی سگی خالہ محمد عاقل کے گھر کے قریب رہتی تھیں۔ اگر یہ غنیمت تو تھنبو نہ کرتی رہیں تو سسرال میں اکبری کی ایک دن بھی گزر نہ ہو۔ اکبری کا چلا جانا

لہ یعنی اکبری اور بھی بلبلا بلبلا کر رونے لگی۔ یہ بھی ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ او نگھتے ہوئے آدمی کو ٹھیلا دو جھکا دو تو لیٹتا بھی لیٹ جائے گا ۱۲ سلہ خوشامد ۱۲ سلہ برباد ۱۲ سلہ یعنی اس بیان میں ۱۲ ھ تعریف ۱۲ سلہ مراد ہے سسرال کا آنا ۱۲ سلہ پاس ۱۲ شہ روک تھام سنبھال ۱۲

سن کر خالہ نے بہت افسوس کیا کہ اگر مجھ کو وقت پر ذرا بھی لڑائی کی خبر ہو تو اکبری کی ایسی کیا مجال[1] تھی کہ چلی جاتی میں تو اوس کو ڈولی میں سے گھسیٹ لیتی۔ انھوں نے یہ خیال کیا تھا کہ اکبری تو نری احمق ہے رہیں نانی اُن کو خدا نے بیٹھے بٹھائے نواسی کا عشق لگا دیا ہے مگر ہاں آپا د اکبری کی ماں، بیٹی کو بٹھانے والی نہیں۔ جب دیکھا کہ بہت دن ہو گئے اور جانبین[2] سے سلام و پیام[3] تک متروک ہے تو بھانجی کی ممتا کے مارے خود گئیں اور ماں اور نانی دونوں کے سامنے اکبری کو بہت کچھ لعنت ملامت کی سمجھایا دھمکایا ڈرایا اور اپنی ماں سے کہا کہ تمھاری باولی محبت اس کو ضرور گھر سے اُجاڑ کر رہے گی۔ بارے رمضان کی تقریب سے زبردستی بھانجی کو سسرال لوا لائیں کہ سمدھن اکیلی ہیں اوپر سے آرہا ہے رمضان غصے کو تھوک[4] ڈالو اور چل کر ساس کا ہاتھ بنٹاؤ[5] اب تم بچّی نہیں رہیں تمھاری عمر بال بچہ ہونے کی ہے بھاری[6] بھرکم بنو اور گھر کو گھر سمجھو لڑ دیا جھگڑو تم کو اپنی عمر اسی گھر میں تیر[7] کرنی ہے۔ چند روز تک محمد عاقل مزاج دار بہو سے ناخوش رہا۔ آخر کو خلیا ساس نے میاں بی بی کا ملاپ کرا دیا۔ لیکن جب مزاجوں میں ناموافقت ہوتی ہے تو ہر ایک بات میں بگاڑ کا ساماں موجود ہوتا ہے۔ محمد عاقل نے ایک دن اپنی ماں سے کہا کہ آج میں نے ایک دوست کی دعوت کی ہے افطاری[8] اور کھانے کا زیادہ اہتمام[9] ہونا چاہیئے۔ ماں نے جواب دیا تین دن سے افطار کے وقت مجکو لرزہ[10] چڑھتا ہے مجکو اپنی خبر تک نہیں رہتی خدا ہمسائی کا بھلا کرے کہ وہ بے چاری آکر پکا جاتی ہے۔ تم نے دعوت سے پہلے گھر میں پوچھ تو لیا ہوتا۔ محمد عاقل نے بی بی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ کیا اتنے کام کی بھی نہیں ہیں بہو کو اتنا ضبط کہاں تھا کہ اتنی بات سن کر چپ رہے

---

[1] طاقت ۱۲ [2] دونوں طرف یعنی دونوں سمدھیانوں ۱۲ [3] پیام اور پیغام ایک ہی چیز ہے ۱۲ [4] دور کرو ۱۲ [5] گھر کا کام کاج بھی وہ کریں کچھ تم کرو ۱۲ [6] یعنی چھچھورپن چھوڑ دو قائم مزاجی اختیار کرو [7] بسر کرنی ہو گزارنی ہو ۱۲ [8] مسلمان آفتاب کے ڈوبتے ہی روزہ کھولتے ہیں۔ روزہ کھولنے کو روزہ افطار کرنا اور وقت کو افطار کا وقت اور جس چیز سے روزہ کھولیں مثلاً شربت وغیرہ اس کو افطاری کہتے ہیں ۱۲ [9] بندوبست ۱۲ [10] جاڑے کی کپکپی ۱۲

سنتے ہی بولی اسی بوڑھی اماں سے پوچھو کہ بیٹے کا بیاہ کیا ہے یا لونڈی مول لی ہے لو صاحب روزے میں چولھا پھونکنا۔ محمد عاقل نے سوچا اب اگر میں کچھ رد و کد کرتا ہوں پہلے کی طرح رسوائی ہوگی اپنا سا منہ[1] لے کر رہ گیا اور افطار کے واسطے کچھ بازار سے مول لے آیا۔ غرض بات ٹل گئی۔ اب محمد عاقل کو دوسری آفت پیش آئی عید تب بے چارے نے ایک ہفتہ آگے سے مزاج دار بہو صاحب کے جوڑے کی تیاری شروع کی۔ ہر روز طرح طرح کے کپڑے رنگ برنگ کی چوڑیاں ڈیڑھ حاشیے اور سلمے ستارے کی کام دار جوتیاں لاتا مزاج دار کی خاطر[2] تلے کچھ نہیں آتا تھا اور پھر کم بخت کچھ اپنے منہ سے پھوٹی[3] بھی نہ تھی کہ ایسی چیز لادو۔ یہاں تک کہ عید کا ایک دن باقی رہ گیا۔ مجبور ہو کر اکبری خانم کی خالہ کے پاس گیا اُنھوں نے آواز سن کر اندر بلا لیا بلائیں[4] لیں پیار سے بٹھایا اور پوچھا کہو اکبری تو اچھی ہے۔ محمد عاقل نے کہا صاحب آپ کی بھانجی تو عجب مزاج کی عورت ہیں میرا تو دم[5] ناک میں آگیا ہے جو ادا ہے سو نرالی ہے اور جو بات ہے سو ٹیڑھی خلیا ساس نے کہا بیٹا! اس کا کچھ خیال مت کرو ابھی کم عمر ہے بال بچے ہوں گے گھر کا بوجھ پڑے گا مزاج خود بخود درست ہو جائے گا اور آخر اچھے لوگ بُروں سے بھی نباہ دیتے ہیں بیٹا تم کو خدا نے سب لائق کیا ہے ایسی بات نہ ہو کہ لوگ ہنسیں۔ آخر تمھاری ناموس[6] ہے۔ محمد عاقل نے کہا جناب میں تو خود اسی خیال سے بہت درگزر کرتا رہتا ہوں۔ اب دیکھیے کل عید ہے اس وقت تک نہ چوڑیاں پہنی ہیں نہ کپڑے بنائے ہیں ذرا آپ چل کر سمجھا دیجئے میں نے بہت کچھ کہا اماں نے بہت منتیں کیں نہیں مانتیں۔ خلیا ساس نے کہا اچھا تمھارے خالو[7] ابا نماز پڑھنے مسجد میں گئے ہیں آ لیں تو اُن سے پوچھ کر چلتی ہوں۔ غرض خالہ اماں نے جا کر چوڑیاں پہنائیں۔ کپڑے قطع کیے جلدی کے واسطے سب مل کر سینے بیٹھیں۔ خالہ نے کہا میٹی پائجامے میں

[1] کھسیانا ہو کر رہ گیا ۱۲ [2] پسند نہیں آتا تھا ۱۲ [3] یعنی کہتی بھی نہ تھی ۱۲ [4] پیار کے طور پر دونوں ہاتھ سر پہ پھیر کر اپنی کنپٹیوں پر انگلیوں کے چٹخانے کو بلائیں لینا کہتے ہیں ۱۲ [5] یعنی میں بہت عاجز آگیا ہوں ۱۲ [6] عزت و آبرو ۱۲ [7] اپنے شوہر سے مراد ہے ۱۲

کلیاں تم لگاؤ۔ گوٹ تمہاری ساس کترتی ہیں۔ میں اتنے میں تمہارے ڈوپٹے میں توئی ٹانکتی ہوں۔ جب اکبری کلیاں لگا چکی تو اُس نے اترا کر خالہ سے کہا لو بھی تم کو ابھی دوپٹے باقی ہیں اور میں دونوں پائنچوں میں کلیاں لگا بھی چکی۔ خالہ نے دیکھا تو سب کلیاں اُلٹی۔ اکبری کی ساس کے لحاظ سے منہ پر تو کچھ نہ کہا لیکن چپکے چپکے دو چار چٹکیاں ایسی لیں کہ اکبری کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اشارے سے کہا کہ دیدے پھوٹی سوجھ تو اُلٹی کلیاں لگا بیٹھی۔ اکبری نے اپنا سیا ہوا سب اُدھیڑا اور پھر کلیاں لگانی شروع کیں۔ جب لگا چکی خالہ نے دیکھا تو سب میں جھول۔ اب تو خالہ سے نہ رہا گیا اور اکبری کی ساس کی آنکھ بچا ایک سوئی اکبری کے ہاتھ میں چبھودی اور کلیاں پھر اُدھیڑ کر آپ لگائیں۔ غرض خدا خدا کر کے مزاج دار بہو کا جوڑا اسل کر تیار ہوا اکبری کی خالہ اپنے گھر کو رخصت ہوئیں۔ اگلے دن سب بچے عید کی خوشی میں سویرے سے جاگے۔ کسی نے رات کی مہندی کھولی۔ کسی نے کھلی اور بیسن کے لئے غل مچایا کسی نے اُٹھنے کے ساتھ عیدی مانگنی شروع کی۔ محمد عاقل بھی نماز صبح سے فارغ ہو کر حمام میں غسل کرنے چلا گیا نہا دھو چار گھڑی دن چڑھے واپس آیا لڑکوں کو دیکھا کہ کپڑے بدل بدلا عید گاہ کیواسطے تیار بیٹھے ہیں لیکن مزاج دار بہو صاحب حسب عادت پڑی سو رہی ہیں۔ محمد عاقل نے اپنی چھوٹی بہن محمودہ سے کہا۔ محمودہ جاؤ۔ اپنی بھابھی کو جگا دو۔ پہلے تو محمودہ نے ٹال گیا اس واسطے کہ یہ مزاج دار بہو سے بہت ڈرتی تھی جب سے بیاہ ہوا مزاج دار نے ایک دن اپنی چھوٹی نند کے ساتھ محبت سے بات نہیں کی تھی اور نہ کبھی اس کو اپنے پاس آنے اور بیٹھنے دیا تھا۔ لیکن بھائی کے کہنے سے عید کی خوشی میں محمودہ دوڑی چلی گئی اور کہا بھابھی اُٹھو۔ بھابھی نے اُٹھتے کے ساتھ محمودہ کے ایک طمانچہ

---

۱ شیخی اور بڑائی مار کر ۱۲ ۲ غرض کے دو کنارے ۱۲ ۳ چٹکیو نکی تکلیف سے ۱۲ ۴ اندھی ۱۲ ۵ دلی کا دستور ہے کہ سسرال والے بہو کا کچھ نام رکھ دیا کرتے ہیں اسکو خطاب کہتے ہیں۔ مزاج دار بہو اکبری کا سسرالی خطاب تھا ۱۲ ۶ کھلی اور بیسن سے بال دھوتے ہیں اور بدن کو صاف کرتے ہیں ۱۲ ۷ عید کا انعام ۱۲ ۸ عادت کے مطابق ۱۲

سُسکی کیا۔ محمودہ رونے لگی باہر سے بھائی آواز سُن کر دوڑا اس کو روتا دیکھ گود میں اُٹھالیا اور پوچھا کیا ہوا۔ محمودہ نے روتے روتے کہا کہ بھابھی جان نے مارا۔ مزاج دار نے کہا دیکھو جھوٹی نامراد آپ تو دوڑتے میں گری اور میرا نام لگاتی ہے۔ محمد عاقل کو غصہ آیا لیکن مصلحت وقت سمجھ کر ضبط کیا۔ محمودہ کو پیار چمکار کر چپ کیا اور بی بی سے کہا خیر اُٹھو۔ نہاؤ۔ کپڑے بدلو۔ دن زیادہ چڑھ گیا ہے۔ میں عیدگاہ جاتا ہوں۔ مزاج دار نے ناک بھوں سکیڑ کر کہا میں تو ایسے سویرے نہیں نہاتی۔ سردی کا وقت ہے تم اپنی عیدگاہ جاؤ میں نے کیا پلہ پکڑ رکھا ہے محمد عاقل کو ایسی روکھی بات سُن کر بہت رنج ہوا اور مزاجدار سدا کی ایسی کمبخت تھی کہ ہمیشہ اپنے میاں کو ناخوش رکھتی تھی۔ اتنے میں محمد عاقل کو ماں نے پکارا کہ بیٹا جاؤ بازار سے دودھ لادو تو خیر سے عیدگاہ کو سدھارو۔ محمد عاقل نے کہا بہت خوب پیسے دیجئے میں دودھ لائے دیتا ہوں۔ لیکن اگر میرے واپس آنے تک اِنھوں نے کپڑے نہ بدلے تو سب کپڑے چولھے میں رکھ دوں گا۔ محمد عاقل تو دودھ لینے بازار گیا ماں کو معلوم تھا کہ لڑکے کا مزاج بہت برہم ہے اور طبیعت بھی اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اول تو اس کو غصہ نہیں آتا اور جو کبھی آجاتا ہے تو اُس کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی ایسا نہ ہو سچ مچ نئے کپڑے جلادے جلدی سے بہو کے پاس گئیں اور کہا بیٹی خدا کے لئے برس کے برس دن تو بدشگونی مت کرو۔ اُٹھو نہاؤ کپڑے بدلو۔ مزاج دار نے کہا نہیں بی بی میں تو اس وقت نہیں نہاتی۔ ٹھیر کر نہالوں گی۔ بارے ساس نے منت سماجت کرکے بہو کو نہلا دُھلا۔ کنگھی چوٹی کر۔ کپڑے پہنا محمد عاقل کے آنے سے پہلے دُلھن بنا کر بٹھا دیا۔ محمد عاقل یہ دیکھ کر خوش ہوا۔ عیدگاہ چلتے ہوئے محمودہ سے پوچھا کہو بی تمھارے واسطے بازار سے کونسا کھلونا

---

۱ مار دیا۔ لگا دیا ۱۲ ۲ نامراد کو سنا ہی کہ اس کی کوئی مراد نہ برآوے ۱۲ ۳ پلہ پکڑ رکھنے سے مراد ہے روکنا ۱۲ ۴ روانہ ہو جاؤ۔ پیار اور برکت کے لئے سدھارنا بولا جاتا ہے ۱۲ ۵ غضب ناک۔ غضناک ۱۲ ۶ عید برس دن آتی ہے اور گویا اس سے نیا برس شروع ہوتا ہے ۱۲ ۷ عاجزی۔ خوشامد ۱۲ ۸ سرگوندھنا ۱۲

لائیں۔ محمودہ نے کہا اچھی خوبصورت سی رحل لا دینا اُس پر ہم اپنا سی پارہ رکھیں گے اور قلم دوات رکھنے کے لئے ایک ننھی سی صندوقچی۔ مزاج دار خود بخود بولی اور ہمارے لئے۔ محمد عاقل نے کہا جو تم فرمایش کرو لیتا آؤں۔ مزاج دار نے کہا کھٹّے اور سنگھاڑے اور جھربیری کے بیر اور مٹر کی پھلیاں اور ڈھیر[1] ساری نارنگیاں۔ ایک ڈفلی۔ ایک خنجری یہ سن کر محمد عاقل ہنسنے لگا اور کہا ڈفلی اور خنجری کیا کرو گی۔ مزاج دار احمق نے جواب دیا بجائیں گے اور کیا کریں گے۔ محمد عاقل سمجھا کہ ابھی تک اِس بے وقوف میں بے تمیز بچوں کی طرح کھانے اور کھیلنے کے پست[2] خیالات موجود ہیں کپڑے بدلنے سے جو خوشی محمد عاقل کو ہوئی تھی سب خاک میں مل گئی اور اسی افسردہ[3] دلی کی حالت میں عیدگاہ چلا گیا۔ اس کا جانا اور مزاج دار نے ایک اور نئی بات کی ساس سے کہا ہم کو ڈولی منگا دو ہم اپنی ماں کے گھر جائیں گے۔ ساس نے کہا بھلا یہ جانے کا کیا موقع ہے چار مہینے کے بعد تو تم ماں کے گھر سے اب آئی ہو عین عید کے دن جانا بالکل نامناسب ہے۔ مزاج دار نے کہا میرا جی بہت گھبراتا ہے دل[4] اُلٹا چلا آتا ہے مجکو اپنے میکے کی سہیلی باسو منہیار کی بیٹی بنّو بہت یاد آتی ہے۔ ساس نے کہا بیٹی نوج کسی کو کسی سے ایسا عشق ہو جیسا تم کو بنّو کا ہے۔ اگر ایسا ہی دل چاہتا ہے تو اُسی کو بلا بھیجو۔ مزاج دار نے کہا واہ بڑی بچاری بلانے والیں ایسا ہی بلانا تھا تو کل[5] اُسی کو بلوا کر چوڑیاں پہنوائی ہوتیں۔ ساس نے کہا بھلا بیٹی مجھ کو کیا معلوم تھا کہ یکایک تم کو اُس کی یاد گُدگُدائے گی۔ مزاج دار نے کہا خیر بی بحث سے کیا فائدہ ڈولی منگوانی ہے تو منگوا دو نہیں تو میں بوا سلمتی کے ابّا سے منگوا بھیجوں۔ ساس نے کہا لڑکی کوئی تیری عقل ماری گئی ہے۔ میاں سے پوچھا نہیں۔ گچھا نہیں۔ آپ ہی آپ چلیں اور مجکو تو اپنا بڈھا[6] چونڈا نہیں منڈوانا ہے

---

[1] بہت ساری۔ ڈھیر کا ڈھیر ۱۲ [2] نیچے اور ادنیٰ درجے کے ۱۲ [3] لفظی معنی ٹھہرا ہوا مراد ہے ناخوشی۔ اداسی ۱۲
[4] دل کے گھبرانے کو دل کے اُلٹا چلا آنے سے تعبیر کرتے ہیں ۱۲ [5] اکبری کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جو کل مجکو چوڑیاں پہنوائیں بنّو سے کیوں نہ لیں ۱۲ [6] سفید بالوں کی چوٹی ۱۲

جو لڑکے کی بے اجازت ڈولی منگوا دوں۔ مزاجدار بولی کیسے میاں اور کیسا پوچھنا اب کوئی اپنے ماں باپ سے عید بقر عید کو بھی نہ ملا کرے اتنا کہہ کر مولن کنجڑے سے ڈولی منگوا یہ جا وہ جا۔ تھوڑی دیر بعد محمد عاقل[1] عید گاہ سے لوٹا اور گھر میں گھستے ہی پکارا لو بی اپنی کھنجری اور ڈفلی۔ لو بجاؤ۔ دیکھا تو سب چپ ہیں۔ ماں سے پوچھا کیا ہوا خیر تو ہے محمودہ نے کہا بھابی جان چلی گئیں۔ محمد عاقل نے حیران ہو کر پوچھا۔ ایں کیونکر گئیں کہاں گئیں کیوں جانے دیا۔ ماں نے جواب دیا بیٹھے بٹھائے یکایک کہنے لگیں میں تو اپنی ماں کے یہاں جاؤں گی۔ میں نے ہر چند منع کیا ایک نہ مانی مولن سے ڈولی منگوا چلی گئیں میں روکتی کی روکتی رہ گئی۔ محمد عاقل یہ سُن کر غصے کے مارے تھرّا[2] اٹھا اور چاہا کہ سسرال جا کر ابھی اس نابکار[3] عورت کو سزا دے یہ سوچ کر باہر چلا ماں سمجھ گئی جاتے کو پکارا اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ ماں نے کہا شاباش بیٹا شاباش میں تم کو پکار رہی ہوں اور تم سنتے ہو اور جواب نہیں دیتے تیرھویں صدی میں ماؤں کا یہی وقر رہ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی محمد عاقل اُلٹے پاؤں[4] پھرا ماں نے کہا بیٹا تو یہ تو بتا اس دھوپ میں کہاں جاتا ہے۔ ابھی عید گاہ سے آیا ہے اب پھر باہر چلا۔ اماں صدقے[5] گئی۔ جی ماندہ ہو جائے گا۔ محمد عاقل نے کہا بی میں کہیں نہیں جاتا مسجد میں حافظ جی سے ملنے جاتا ہوں۔ ماں نے کہا اے لڑکے ہوش میں آ میں نے دھوپ[6] میں اپنا چونڈا اسفید نہیں کیا لو صاحب ہمیں سے باتیں بنانے چلا ہے۔ حافظ جی کے پاس جاتا ہے تو انگرکھا اور دوپٹہ اُتار کر رکھ جا۔ یہ سُن کر محمد عاقل مُسکرانے لگا۔ ماں نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس جانماز پر بٹھا لیا اور اُس کے سر کی طرف دیکھ کر بولی کہ عید گاہ کے آنے جانے میں تمہارے بال تمام گرد آلود

---

[1] محمد عاقل مراد ہے ۱۲ [2] کانپ اٹھا ۱۲ [3] نکمی نالائق ۱۲ [4] یعنے فوراً لوٹ آیا ۱۲ [5] صدقہ دیا رد بلا مشہور بات ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تمہاری بلا کے ٹالنے کو میں تم پر سے صدقے ہو گئی ۱۲ [6] یعنے میرے بال عمر کی وجہ سے سفید ہوئے ہیں اور میں بچی نہیں ہوں۔ اتنی بات سمجھتی ہوں کہ تم مجھ کو بہکاتے ہو ۱۲

ہو گئے ہیں ذرا تکئے پر سر رکھ کر لیٹ جاؤ تو میں صاف کر دوں۔ محمد عاقل ماں کے کہنے سے ذرا کے ذرا لیٹ گیا۔ محمودہ بھائی کو لیٹا دیکھ پنکھا جھلنے لگی۔ کچھ تو عیدگاہ کے آنے جانے کا تکان اُدھر پنکھے کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور ماں نے جو دستِ شفقت[1] سر پر پھیرا تو سب سے زیادہ اُس کی راحت[2]۔ غرض محمد عاقل سو گیا جاگا تو دن ڈھل چکا تھا اور روہ غصہ بھی دھیما ہو گیا تھا۔ ماں نے کہا لو ہاتھ منہ دھوؤ وضو کر کے ظہر[3] کی نماز پڑھو وقت تنگ ہے پھر آؤ تو تم کو کام بتائیں۔ نماز پڑھ پڑھا کر محمد عاقل آیا تو ماں نے کہا لو اب سسرال جاؤ۔ اور تجھے میری ہی جان کی قسم[4] ہے جو تو وہاں کچھ لڑا یا بولا۔ محمد عاقل نے کہا تو مجھ کو مت بھیجو۔ ماں نے کہا لڑکے خیر خیر منا۔ الٰہی کیسی بُری زبان ہے سسرال تو تیری اور بھیجوں کس کو لو یہ ایک روپیہ تو اپنی سالی اصغری کے ہاتھ میں عیدی کا دینا اور یہ ایک اٹھنی اپنی خلیا ساس کے بیٹے میاں مسلم کو اور آدھے کھلونے بھی لیتے جاؤ۔ ایک خوان میں سویاں اور دودھ اور مٹھائی کی ٹوکری بھی ماما عظمت کے ہاتھ اپنے ساتھ لوا لے جاؤ دیکھو خبردار۔ کچھ بولنا چالنا مت۔ محمد عاقل نے کہا اور اماں خنجری اور ڈفلی بھی لیتا جاؤں۔ ماں نے کہا لے کہیں ایسی بات وہاں مت بول اُٹھنا۔ غرض محمد عاقل ساس کے گھر پہنچے۔ گھر میں اکبری خانم اپنی سہیلیوں کیساتھ اودھم[5] مچا رہی تھی اور باہر گلی میں تمام غل[6] کی آواز چلی آتی تھی۔ ماما عظمت اندر گئی۔ اصغری نے ماما کو دور سے دیکھ دبی آواز سے کہا اے بی آپا۔ لے بی آپا چپ کرو تمھاری سسرال سے ماما آئی ہے۔ عظمت نے اندر پہونچکر محمد عاقل کو بلایا صاحبزادے آئے غرض محمد عاقل اندر گئے۔ ساس کو سلام کیا اُنھوں نے کہا جیتے رہو عمر دراز۔ اتنے میں اصغری بھی اپنی اوڑھنی سنبھال سنبھول کوٹھری سے نکلیں۔ اور نہایت ادب سے جھک کر بہنوئی کو سلام کیا۔ اصغری کو بہنوئی نے ہاتھ پکڑ کر برابر بٹھالیا اور روپیہ دیا۔ اصغری ماں[7] کی طرف

---

[1] پیار کا ہاتھ ۱۲ [2] آرام ۱۲ [3] تیسرے پہر یا دن ڈھلے کی نماز ۱۲ [4] اگرچہ خدا کے سوائے دوسرے کی قسم کھانا شرعاً منع ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ مسلمان احتیاط نہیں کرتے خصوصاً عورتیں ۱۲ [5] شور و غل۔ دنگا ۱۲ [6] کہ یہ اجازت دیں لوگوں ۱۲

دیکھنے لگی۔ ماں نے کہا کیا ہوا۔ لے لو عیدی کا ہے۔ اصغری نے روپیہ لے کر پھر سلام کیا اور ادب سے ذرا پرے[1] کو سرک کر ہو بیٹھی۔ پھر اُٹھ کر نہایت سلیقے کے ساتھ اُجلا دسترخوان بہنوئی کے آگے لا بچھایا اور ایک رکابی میں سویاں۔ ایک پیالے میں دودھ۔ تشتری میں قند۔ ایک چمچہ لا کر سامنے رکھ دیا۔ ساس نے کہا بیٹا کھاؤ۔ محمد عاقل نے عذر کیا کہ مجکو عیدگاہ میں زیادہ دیر ہو گئی تھی ابھی تھوڑی دیر ہوئی میں نے کھانا کھایا ہے ساس نے کہا کیا مضائقہ ہے سویاں تو پانی ہوتی ہیں[2] کھاؤ بھی جب تک محمد عاقل سویاں کھاتا رہا اصغری الائچی ڈال ایک مزہ دار پان بنا لائی۔ کھانے کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد محمد عاقل نے کہا جناب میں رخصت ہوتا ہوں۔ ساس۔ اب کہاں جاؤگے یہیں سو رہنا۔ محمد عاقل۔ آج عید کا دن ہے آئے گئے سے ملنا ہے۔ دوسرے کہیں کچھ بھیجنا بھجوانا اور میں اماں سے رات کے واسطے کہہ کر بھی نہیں آیا۔ ساس۔ ملنے ملانے کا تو اب وقت نہیں رہا شام ہونے آئی اور بھیجنے بھجوانے کو سمدھن کافی ہیں اور ہنس کر یہ بھی کہا کہ تم کچھ سمدھن کا دودھ نہیں پیتے آخر عظمت جائے گی خبر کر دے گی۔ غرض محمد عاقل نے بہت کچھ حیلے کئے۔ ساس نے ایک نہ مانی اور محمد عاقل کو زبردستی رہنا پڑا۔ چار گھڑی رات گئے جب کھانے پینے سے فارغ ہوئے اصغری نے برتن بھانڈے گری پڑی چیز سب ٹھکانے سے رکھی باہر کے دروازے کی زنجیر بند کی۔ کوٹھریوں کو قفل لگا۔ کنجیاں ماں کے حوالے کیں۔ باہر کے دالان اور باورچی خانے کا چراغ گل کیا۔ ماں اور آپا اور بہنوئی سب کو پان بنا کر دیئے اور اطمینان سے جا کر سو رہی۔

الگ گھر کرنے پر ساس (اکبری کی ماں) اور داماد (محمد عاقل) کا مباحثہ

اب ساس نے محمد عاقل سے کہا کیوں بیٹا تم میاں بی بی میں یہ کیا آئے دن لڑائی

[1] یعنی ذرا اُدھر ہٹ کر۔ کیونکہ اول بار اس کو بہنوئی نے اپنے پاس بٹھالیا تھا ۱۲ [2] یعنی جلد ہضم ہو جاتی ہیں ۱۲

رہا کرتی ہے۔ اکبری کی تو ایسی بُری عادت ہے۔ کہ کبھی بھول کر بھی سسرال کی بات منھ سے نہیں کہتی۔ نہیں دنیا جہان کی بیٹیوں کا دستور ہوتا ہے کہ سسرال کی ذرا ذرا بات ماؤں سے لگایا کرتی ہیں۔ نہیں معلوم اس کو کیا خدا کی سنوار ہے بہتیرا پوچھ پوچھ کر اپنا منھ تھکاؤ حاشا کہ یہ کچھ بھی بتائے لیکن ٹولے محلے کی بات کانوں کان پہنچ ہی جاتی ہے اوپری لوگوں سے میں بھی گھر بیٹھی بیٹھی سنا کرتی ہوں۔ محمد عاقل نے ساس سے یہ بات سن کر تھوڑی دیر تامل کیا اور لحاظ کے سبب جواب منھ سے نہیں نکلتا تھا مگر اسنے خیال کیا کہ مدت کے بعد ایسا اتفاق ہوا ہے اور خود انھوں نے چھیڑ کر پوچھا ہے ایسے موقع پر سکوت کرنا سراسر خلاف مصلحت ہے بہتر ہے کہ عمر بھر کا زہر اگل ڈالیے شاید آج کی گفتگو میں آئندہ کے واسطے کوئی بات نکل آئے۔ غرض محمد عاقل نے شرماتے شرماتے کہا کہ آپ کی صاحبزادی موجود ہیں ان ہی سے پوچھئے ہمارے یہاں ان کو کیا تکلیف پہنچی خاطرداری و مدارات میں کسی طرح کی کمی ہوئی یا کوئی ان سے لڑا یا کسی نے ان کو بُرا کہا۔ آپ کو معلوم ہے گھر میں ہم گنتی کے آدمی ہیں۔ والدہ سے تو تمام محلہ واقف ہے ایسی نیک مزاج اور صلح کل ہیں کہ تمام عمر ان کو کسی سے لڑنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اگر کوئی اُن کو دس باتیں سخت بھی کہہ جائے تو چپ رہ جاتی ہیں۔ محمد کامل دن بھر لکھنے پڑھنے میں رہتا ہے صبح کا نکلا رات کو گھر آتا ہے کھانا کھایا اور سو رہا۔ میں نے اُس کو اِن سے کبھی بات کرتے بھی نہیں دیکھا۔ محمودہ اُن کی صورت سے ڈرتی ہے۔ رہا میں سو موجود بیٹھا ہوں جو کچھ شکایت مجھ سے ہو بے تکلف بیان کریں۔ محمد عاقل کی ساس اب بیٹی کیطرف مخاطب ہو کر بولیں ہاں بھائی جو کچھ تمھارے دل میں ہو تم بھی صاف صاف کہہ گزرو بات کا دل میں رہنا اچھا نہیں ہوتا دل میں رکھنے سے رنج بڑھتا اور فساد زیادہ ہوتا ہے

۱ ہوتی نہیں، ہو نہیں سکتا ۱۲ ۲ ایک کے کان سے دوسرے کے کان تک یعنی ایک سے دوسرے تک ۱۲ ۳ اجنبی، باہر والے ۴ چپ رہنا ۵ بالکل سراسر ۱۲ ۶ مراد یہ ہے کہ جتنا رنج اور غصہ اور گلہ شکوہ ہے سب کہہ گزرو ۱۲ ۷ آؤ بھگت، سلوک ۱۲ ۸ متوجہ ۱۲ ۹ کبھی مردوں کیطرح بھی عورتوں سے خطاب کیا جاتا ہے ۱۲

اکبری اگرچہ جھوٹ بولنے پر بہت دلیر تھی لیکن اس وقت محمد عاقل کے روبرو کوئی بات کہتے بن نہ پڑی اور جی ہی جی میں ڈر رہی تھی کہ میں نے بہت سی جھوٹ باتیں ماں سے آکر لگائی ہیں ایسا نہ ہو کہیں اس وقت قلعی[1] کھل جائے یہ سوچ سمجھ کر اس نے اس بات ہی کو ٹال دیا اور کہا تو یہ کہا کہ ہم تو الگ گھر کریں گے۔ اکبری کی ماں نے داماد سے کہا کیوں بھائی تم کو الگ ہو کر رہنے میں کیا عذر رہے۔ خدا کا فضل ہے۔ خود نوکر ہو۔ خود کماتے ہو۔ کسی بات میں ماں باپ کے محتاج نہیں۔ اپنا کھانا اپنا پہننا پھر دوسرے کا دست نگر[2] ہو کر رہنا کیا فائدہ۔ بیٹا بہو کیسے ہی پیارے ہوں پھر بھی جو آرام الگ رہنے میں ہے ماں باپ کے گھر کہاں۔ جو چاہا سو کھایا اور جو چاہا سو پکایا۔ اور ذرا غور کرنے کی بات ہے ماں باپ کے ساتھ رہ کر لاکھ کماؤ پھر بھی نام نہیں۔ لوگ کیا جانیں تم اپنا کھاتے ہو یا ماں باپ کے سر پڑے ہو۔ محمد عاقل نے کہا آرام پوچھئے تو ہم کو جواب حاصل ہے الگ ہوئے پیچھے اس کی قدر معلوم ہو گی دونوں وقت پکی پکائی کھالی اور بے فکر ہو کر بیٹھ رہے الگ ہونے پر آٹا۔ دال۔ گوشت ترکاری۔ تیل۔ نمک۔ ایندھن۔ سبھی کا فکر کرنا پڑے گا۔ اور آپ ہی انصاف فرمائیے خانہ داری میں کتنے بکھیڑے ہیں بے سبب ان سب آفتوں کو اپنے سر لینا میرے نزدیک تو عقل کی بات نہیں رہا یہ کہ جو چاہا سو کھایا اور جو چاہا سو پکایا اب بھی حاصل ہے ان ہی سے پوچھئے کبھی کوئی فرمایش کی ہے جس کی تعمیل نہ ہوئی ہو بڑے کنبوں میں البتہ اس طرح کی تکلیف ہوا کرتی ہے۔ ایک کا دل میٹھے چاولوں کو چاہتا ہے۔ دوسرے کو بھونی کھچڑی چاہئے۔ تیسرے کو پلاؤ درکار ہے۔ چوتھے کو قورمہ کھانا منظور ہے۔ پانچویں کو پرہیزی کھانا حکیم نے بتایا ہے۔ دس کے واسطے دس ہنڈیاں روز کے روز کہاں سے آئیں۔ ہمارے یہاں کنبہ کون بہت بڑا ہے فرمایش کریں تو ہم اور نہ کریں تو ہم اس کو بھی جانے دیجئے اگر ان کو ایسا ہی لحاظ ہے۔ آپ کھانے کا اہتمام کیا کریں۔ خود والدہ کئی مرتبہ کہہ چکی ہیں ان ہی سے پوچھئے کہا ہے۔ یا نہیں۔ اور نام کو جو

[1] یعنی معلوم ہو جائے کہ یہ ماں سے آکر جھوٹ لگایا کرتی ہے ۱۲ [2] ہاتھ کا دیکھنے والا۔ مراد ہے محتاج ۱۲

آپ نے فرمایا یہ تو میرے نزدیک محض خیال خام[1] ہے۔ اپنے آرام سے کام ہے لوگ جو چاہیں سو سمجھیں اور فرض کیجئے لوگوں نے یہی جانا کہ ہم ماں باپ کے سر پڑے[2] ہیں تو اس میں ہماری کیا بے عزتی ہے ماں باپ ہیں کوئی غیر تو نہیں ماں باپ نے ہم کو پالا پرورش کیا کھلایا پہنایا پڑھایا۔ لکھایا شادی بیاہ کیا ان سب باتوں میں بے عزتی نہیں ہوئی تو اب کونسا سرخاب[3] کا پر ہم میں لگ گیا ہے کہ اُن کا دست نگر ہونا ہماری بے عزتی کا موجب[4] سمجھا جائے۔ ساس نے جواب دیا اگر سب لوگ تمھاری طرح سمجھا کریں تو کیوں الگ ہوں۔ دنیا کا دستور ہے۔ ہوتی چلی آئی ہے اور ہوتی چلی جائے گی۔ کہ بیٹے ماں باپ سے جدا ہو جاتے ہیں اور میں تو جانتی ہوں دنیا میں کوئی بہو ایسی نہ ہوگی جس کا میاں کماؤ ہو اور وہ ساس نندوں میں رہنا پسند کرے۔ محمد عاقل نے کہا یہ آپ کا فرمانا درست ہے اگر بیٹے ماں باپ سے جدا نہ ہوا کرتے تو شہر میں اتنے گھر کہاں سے آتے لیکن ہر ایک کی حالت جدا ہے الگ ہو کر رہنا میری حالت کے لئے ہرگز مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ دس روپے کا تو میں نوکر۔ اتنی آمدنی میں الگ گھر کا سنبھالنا نہایت مشکل نظر آتا ہے اور پھر اس نوکری کا بھی اعتبار نہیں خدانخواستہ الگ ہوئے پیچھے اگر نوکری جاتی رہی تو پھر باپ کے گھر آنا مجھ پر نہایت شاق[5] ہوگا۔ اس وقت البتہ بے عزتی ہوگی۔ کہ میاں الگ تو ہو گئے تھے پھر جھک مار[6] کر باپ کے ٹکڑوں پر آ پڑے لوگوں کی ریس اس معاملے میں ٹھیک نہیں آدمی کو اپنے حال پر نظر کرنی چاہیئے۔ وہ نقل آپ نے سنی ہے کہ ایک شخص نے بازار سے نمک اور روئی مول لی نمک تو خچر پر لادا اور روئی گدھے پر۔ چلتے چلتے راہ میں ایک ندی واقع ہوئی۔ ندی تھی پایاب[7] اُس شخص نے خچر اور گدھے دونوں کے دونوں

---

[1] لفظی معنی کچا یعنی کچی اور ٹھیک بات نہیں ۱۲ [2] یعنے ہم نے اپنے خرچ کا بوجھ اُن کے سر پر ڈال رکھا ہے ۱۲ [3] سرخاب لال پروں کا دریائی جانور ہوتا ہے اُس کے پر بڑے قیمتی ہوتے ہیں امیر لوگ اُن کو ٹوپیوں میں لگاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم ایسے کہاں کے امیر ہو گئے ہیں ۱۲ [4] سبب ۱۲ [5] ناگوار سخت ۱۲ [6] عاجز آ کر۔ تھک کر ۱۲ [7] یعنی پانی تھا کم کہ لوگ ناؤ کے بدون پار اُتر جاتے تھے ۱۲

گولا الدا یا پانی میں اُتار دیا۔ بیچ ندی میں پہنچکر خچر نے غوطہ لگایا۔ تھوڑی دیر بعد سر اُبھارا تو گدھے نے پوچھا۔ کیوں یار خچر! یہ تم نے کیا کیا"۔ خچر نے جواب دیا کہ بھائی تم تو بڑے خوش قسمت ہو تم پر لدی ہے روئی اس کا بوجھ ہے ہلکا مجھ کم بخت پر ہے نمک بوجھ کے مارے میری کمر کٹ کر لہو لہان[1] ہو گئی ہے یہ ہمارا مالک ایسا بے رحم ہے کہ اس کو مطلق ہماری تکلیف کا خیال نہیں۔ انا پ شنا پ[2] جتنا چاہتا ہے لاد دیتا ہے۔ میں نے سمجھا کہ منزل تک پہنچتے پہنچتے کمر ندارد ہے۔ آؤ غوطہ لگاؤ نمک پانی میں بھیگ کر کچھ تو گھل جائیگا۔ جس قدر ہلکے ہوئے غنیمت۔ مالک بہت کرے گا چھ سات ڈنڈے اور مارلے گا سو یوں بھی راہ بھر ڈنڈے کھاتا آتا ہوں۔ دیکھو اب میرا بوجھ آدھا رہ گیا ہے" گدھے بے وقوف نے بھی خچر کی ریس کر کے غوطہ لگایا۔ روئی بھیگ کر اور وزنی ہو گئی۔ سر اُبھارا تو ہلا نہ جاتا تھا۔ خچر ہنسا اور کہا کیوں بھائی گدھے کیا حال ہے؟ گدھے نے کہا یار میں تو مرا جاتا ہوں۔ خچر نے کہا اب احمق تو نے میری ریس تو کی لیکن اتنا تو سمجھ لیتا تیری پیٹھ پر روئی ہے نمک نہیں ہے"۔ اماں جان! ایسا نہو لوگوں کی ریس کرنے سے میرا حال اس گدھے کا سا ہو۔ ساس نے کہا کہ بھائی تم تو کسی سے قائل[3] ہونے والے ہو نہیں اور نہ میں تمھاری طرح منطق[4] پڑھی ہوں میں تو سیدھی بات یہ سمجھتی ہوں کہ دس روپے مہینا تم کماتے ہو۔ خدا کا فضل ہے سستا سما[5] ہے۔ ابھی نہیں بچے نہیں۔ اللہ رکھے دو میاں بی بی۔ خاصی طرح گوشت روٹی کھاؤ۔ نین سکھ تن زیب پہنو۔ آئندہ کا فکر تمھاری طرح کیا کریں تو دنیا کا کارخانہ بند ہو جائے۔ نوکری تو نوکری زندگی کا اعتبار نہیں۔ جے دن جینا ہے ہنسی خوشی سے تیر کر دینے[6] چاہئیں"۔ محمد عاقل نے کہا یہی تو میں سوچتا ہوں خوشی الگ ہو کر رہنے میں ہے یا ساتھ میں" ساس نے کہا دلیل اور حجت سے کیا مطلب سیدھی بات یہی کیوں نہیں کہتے کہ مجکو ماں سے الگ ہونا منظور نہیں"

[1] خونا خون یعنی لہو برابر ٹپک رہا ہے ۱۲ [2] بے سوچے سمجھے اوپر تلے ۱۲ [3] ماننے والے ۱۲ [4] منطق ایک علم ہے اسکو آدمی پڑھکر بڑا حجتی ہو جاتا ہے ۱۲ [5] مراد یہ ہے کہ غلہ ارزاں ہے [6] گزار دیتے ۱۲

ایک بات تم سے بی بی نے کہی۔ اُس کے قبول کرنے میں تم کو اس بلا[1] کا تامل ہے اور پھر کہتے ہو کہ ہم ان کی خاطر داری میں کمی نہیں کرتے۔ آرام اور خوشی کیا چیز ہے جسمیں بی بی خوش ہو اور جس کو وہ آرام سمجھے"۔ اس کے بعد باتوں میں رنجش[2] تراوش[3] کرنے لگی محمد عاقل نے سکوت اختیار کیا رات بھی زیادہ گئی تھی۔ محمد عاقل نے ساس سے کہا اب آپ آرام کیجئے میں اس مضمون کو پھر سوچوں گا"۔ یہ لوگ تو سو رہے محمد عاقل رات بھر اسی خیال کی اُدھیڑ[4] بن میں رہا صبح کو اُٹھا تو دیکھا اصغری جھاڑو دے رہی ہے اسکو دیکھ کر اصغری نے سلام کیا اور کہا بھائی صاحب وضو کے واسطے گرم پانی موجود ہے"۔ محمد عاقل نے کہا "نہیں بھائی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں گے"۔ اصغری نے کہا بھائی صاحب بے چلے نہ جائیے گا آپ کے واسطے چائے بنائی ہے لیکن سادی پیجئے گا یا دودھ کی"۔ محمد عاقل نے کہا جیسی مل جائے۔ اصغری بولی آپ کی آواز کچھ بھاری لگتی ہے شاید نزلے کی تحریک ہے تو دودھ ضرر کرے گا"۔ محمد عاقل نے کہا نہیں نزلے کی تحریک تو نہیں رات کو اماں جان کے ساتھ بہت دیر تک باتیں کرتا رہا بدخوابی[5] البتہ ہے"۔ محمد عاقل نماز پڑھ کر واپس آیا تو ساس کو دیکھا نماز سے فارغ ہو کر پان کھا رہی ہیں۔ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اصغری نے سینی لاکر سامنے رکھدی چائے دان میں گرما گرم چائے دو پیالیاں۔ دو چمچے اور ایک طشتری میں قند۔ محمدؐ عاقل نے چائے پی۔ خوش ذائقہ[6]۔ خوش رنگ۔ بو باس درست۔ پی کر جی باغ باغ[7] ہو گیا۔ اکبری حسب عادت پڑی سوتی تھی محمد عاقل نے کہا اُماں جان ان کو بھی نماز کی تاکید کیجئے۔ ساس نے کہا بیٹا یہ اپنی نانی کی بہت چہیتی[8] ہیں اُن کی محبت نے ان کی خصلت ان کی عادت سب خراب کر رکھی ہے۔ جب یہ چھوٹی تھی اور میں کسی بات پر گھرک[9] بیٹھتی تو کئی کئی دن تک مجھ سے بولنا چھوڑ دیتی تھیں اور یہ تو کیا مجال تھی کہ اکبری کو کوئی ہاتھ لگا دے اکبری بات بات پر

---

[1] اسقدر ۱۲ [2] رنجیدگی ۱۲ [3] ٹپکنے لگی ۱۲ [4] یعنی بنتا تھا اور اُدھیڑتا تھا۔ کبھی سوچتا تھا کہ یوں کروں پھر خیال آتا تھا کہ نہیں ۱۲ [5] یعنی خوب نیند نہیں بھری ۱۲ [6] مزہ ۱۲ [7] خوش ہو گیا ۱۲ [8] پیاری ۱۲ [9] جھڑکے سے مار بیٹھے ۱۲

ضد کرتی۔ چیزوں کو توڑتی پھوڑتی ان کے ڈر کے مارے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اسی بات پر اکبری کے باپ سے روز بگاڑ رہتا تھا۔ اب محمد عاقل رخصت ہونے لگا۔ چلتے چلتے ساس نے کہا بیٹا رات کی بات یاد رکھنا اور ضرور اُس کا کچھ بندوبست کرنا۔

باب پانچواں۔ ماں سے محمد عاقل کے الگ ہونیکی صلاح

راہ میں محمد عاقل رات کی ان ہی باتوں کو سوچتا آیا گھر میں پہنچا تو ماں نے دیکھا کہ اُس کے چہرے پر فکر معلوم ہوتا ہے سمجھا ضرور آج سُسرال میں لڑا۔ پوچھا محمد عاقل آخر میرے کہنے پر عمل نہیں[1] کیا۔ محمد عاقل "اماں بسچ کہتا ہوں لڑائی بھڑائی کچھ بھی نہیں ہوئی"۔ ماں "پھر سُست کیوں ہے"۔ محمد عاقل۔ کچھ بھی نہیں سوتا اُٹھکر آیا ہوں اس سبب سے شاید آپ کو میرا چہرہ اُداس معلوم ہوتا ہوگا"۔ ماں۔ "لڑکے ہوش میں آ۔ کیا تجھکو سوتا اُٹھکر کبھی تھوڑا ہی دیکھا ہے۔ سچ بتا کیا بات ہے۔ محمد عاقل نے آخر مجبور ہوکر رات کا تمام قصہ ماں کے روبرو بیان کیا۔ سنتے کے ساتھ ہی ماں کو کاٹو[2] تو بدن میں لہو نہیں تھا۔ لیکن عورت تھی بڑی دانشمند کہنے لگی کہ ہر چند میری تمنا[3] یہ تھی کہ جب تک میرے دم میں دم ہے تم سب کو اُپنے کلیجے[4] سے لگائے رہوں اور تم دونوں بھائی اتفاق سے رہو۔ لیکن میں دیکھتی ہوں تو سامان اُلٹے ہی اُلٹے نظر آتے ہیں۔ لو آج میں تم سے کہتی ہوں کہ بیاہ کے دوسرے مہینے سے مزاج دار بہو کا ارادہ الگ گھر کرنے کا ہے تو جو دس روپے مہینے کے مہینے لاکر مجھکو دیتے ہو۔ ان کو نہایت ناگوار ہوتا ہے۔ آئے دن[5] میں تمہاری بی بی کی سہیلیوں سے سُنتی رہتی ہوں کہ بہو تلی ماروں کے محلہ میں مکان لیں گی۔ زلفن کو ساتھ لے جائیں گی۔ جب تک یہ سب لڑکیاں

---

[1] یہ محاورہ یاد رکھنے کے قابل ہے ۱۲ [2] یعنی ڈر کے مارے خون خشک ہوگیا ۱۲ [3] آرزو دلی خواہش ۱۲ [4] تم سب میرے پاس میری آنکھوں کے سامنے رہو ۱۲ [5] ہر روز ۱۲

اکٹھی بیٹھی رہتی ہیں یہی مشورہ یہی مذکور آپس میں رہا کرتا ہے۔ میں نے تمھاری خلیا ساس کے منہ[1] پر ایک مرتبہ یہ بات بھی رکھدی تھی کہ مزاج دار بہو کو اگر ہمارے ساتھ رہنا ناگوار ہے تو اپنا کھانا کپڑا الگ کرلیں۔ مگر رہیں اسی گھر میں۔ پھر تمھاری خلیا ساس سے معلوم ہوا کہ مزاج دار بہو کو یہ بھی منظور نہیں۔ آدمی بیاہ خوشی اور آسایش کیواسطے کرتا ہے روز کی لڑائی آئے دن کا جھگڑا نہایت بُری بات ہے اگر تمھاری بی بی کو یہی منظور رہے الگ رہنے سے اُن کی خوشی ہے تو بسم اللہ[2] ہمکو عذر نہیں جہاں رہو خوش رہو آباد رہو خدا نے ایک ماتا اولاد کی ہمارے پیچھے لگا دی ہے سو کبھی تم ادہر کو آنکلے ایک نظر دیکھ لیا صبر آگیا۔ گھر کے کام دھندے سے کبھی چھٹکارا ملا میں آپ چلی گئی تم کو دیکھ آئی۔ یہ کہنا تھا کہ محمد عاقل کا جی بھر آیا[3] اور بے اختیار رونا شروع کیا اور سمجھا کہ آج اماں سے جدائی ہوتی ہے۔ ماں بھی روئی۔ تھوڑی دیر بعد محمد عاقل نے کہا "میں تو الگ نہیں رہونگا۔ بی بی رہے یا جائے"۔ ماں نے کہا اُرے بیٹا یہ بھی کہیں ہوتی ہے۔ اشرافوں میں کہیں بیبیاں بھی چھوٹتی ہیں۔ تم کو اپنی عمر ان ہی کے ساتھ کاٹنی ہے۔ ہمارا کیا ہے۔ قبر میں پائوں لٹکائے بیٹھے ہیں آج مرے کل دوسرا دن۔ میری صلاح مانو جو وہ کہیں سو کرو۔ ہم نے جس دن تمھارا بیاہ کیا اُسی دن سے تم کو الگ سمجھا نہ تم انوکھے[4] بیٹے۔ نہ میں انوکھی ماں۔ کون بیٹا ساری عمر ماں کے ساتھ رہا ہے"۔ محمد عاقل نے اپنے دوستوں سے بھی صلاح پوچھی سب نے یہی کہا کہ رفع فساد[5] بہتر ہے اور ساتھ رہنے پر کیا منحصر[6] ہے۔ ماں سے الگ رہو اور اُن کی خدمت[7] و اطاعت کرو۔ جب سب لوگوں نے یہی صلاح دی محمد عاقل نے بھی کہا خیر الگ رہ کر بھی دیکھ لو۔ اگر یہ عورت سنبھل جائے اور گھر کو گھر سمجھے۔ بدمزاجی نافرمانی۔ بدزبانی چھوڑدے تو الگ رہنا عیب نہیں۔ گناہ نہیں۔ یہی نہ کہ خانہ داری کا فکر کرنا پڑے گا اور تنگی سے گزرے گی۔ سو دنیا میں رہ کر فکر سے کسی حالت میں نجات نہیں

[1] یعنی خود اُن سے روبرو کہدیا تھا ۱۲ [2] خدا کا نام لیکر الگ ہو جاؤ ۱۲ [3] رنج کو ضبط نکر سکا ۱۲ [4] نئی طرح کے ۱۲ [5] فساد دور کرنا ۱۲ [6] موقوف ۱۲ [7] تابعداری ۱۲

اب کچھ فکر نہیں تو یہ ہر روز کا فساد بجائے خود عذاب ہے اور تنگی رزق کا اندیشہ بھی بیجا ہے مقدر میں ہے بہر حال پہونچے گا۔ آدمی کی سعیؔ و تدبیر کو اس میں کیا دخل۔ یہ سوچ کر محمد عاقل نے الگ ہو جانے کا ارادہ مصمم[۱] کر لیا۔ اتفاق سے اُسی کے مکان سے متصل ایک مکان بھی خالی تھا ایک روپیہ ماہواری کرائے پر ٹھیرالیا بلکہ سرقفلی[۱] دے کر سرِ خط بھی لکھ دیا کنجی لے لی اور سسرال کہلا بھیجا کہ مکان قرار پا گیا ہے اب آؤ تو نئے مکان میں اُٹھ چلیں اور اپنی ماں سے بھی کہہ دیا کہ یہی تارکش والا مکان لے لیا ہے۔ ماں نے جتنا اسباب مزاج دار بہو کا تھا۔ کپڑوں کے صندوق۔ برتن۔ فرش۔ مسہری۔ پلنگ سب علیحدہ کوٹھری میں رکھوا دیا۔ شام کو مزاج دار بہو بھی آ پہنچیں۔ صبح اُٹھ ماں نے کوٹھری کھول محمد عاقل سے کہا "لو بھائی اپنی چیزیں دونوں میاں بی بی خوب دیکھ بھال لو" محمد عاقل نے کہا "اماں ہم کیا کہتی ہو کیا کوئی غیر جگہ تھی" ماں نے کہا "بیٹا یہ بات نہیں ایسا نہ ہو اُٹھانے بٹھانے میں کوئی چیز ادھر اُدھر ہو جائے۔ اور ماما سے کہا کہ عظمت تم اور ہمسائی یہ سب اسباب تارکش والے گھر میں پہنچا دو۔ اکبری کی سہیلیاں۔ چنیا۔ رحمت زلفن سلمتی آ پہنچیں اور بات کی بات میں سارا اسباب اُٹھا کر اِدھر سے اُدھر لے گئیں۔

باب چھٹا۔ اکبری کا الگ گھر اور اُسکی بدانتظامی

مزاج دار بہو ہنسی خوشی نئے گھر میں آ کر بسیں۔ تین دن تک دونوں وقت محمد عاقل کی ماں نے کھانا بھیجا چوتھے دن محمد عاقل نے بی بی سے کہا۔ لو صاحب اب کچھ کھانے کا بندوبست شروع ہو۔ مزاج دار نے کہا سب اسباب ابھی بے ٹھکانے پڑا ہے یہ رکھا جائے تو فراغت سے ہنڈیا چولھے کو دیکھوں۔ ابھی تو مجکو فرصت نہیں۔ غرض سات روز تک تنور پر روٹی پکتی رہی۔ رات کو کباب اور دن کو کبھی ملائی اور کبھی دہی بازار سے

---

[۱] اپنی جگہ یعنی خود ۱۲ [۲] کوشش ۱۲ [۳] پکا ۱۲ [۴] ملا ہوا ۱۲ [۵] کرایہ دار جو تھوڑا کرایہ مالک مکان کو پیشگی دے اس کو سرقفلی کہتے ہیں ۱۲ [۶] کرایہ نامہ [۷] بے جگہ ۱۲

منگواتے اور دونوں میاں بی بی روٹی کھا لیتے۔ آخر محمد عاقل نے روز کہہ کہہ کر مزاج دار سے کھانا پکوایا مزاج دار نے کبھی کھانا پکایا نہ تھا روٹی پکائی تو عجیب صورت کی۔ نہ گول نہ چوکھونٹی ایک کان ادھر نکلا ہوا اور چار کان اُدھر۔ کنارے موٹے بیچ میں ٹکیا۔ کہیں جلی کہیں کچی۔ دھوئیں میں کالی۔ اور دال جو پکائی تو پانی الگ دال الگ۔ غرض مزاج دار ایسا لذیذ[1] اور لطیف[2] کھانا پکاتی تھی کہ جس کو دیکھ کر بھوک بھاگ جائے۔ سالن پکاتی بدرنگ بدمزہ۔ نمک ڈالا تو زہر اور کبھی پھیکا پانی۔ دو ایک دن تو محمد عاقل نے صبر کیا آخر کار اس نے تو اپنی ماں کے گھر کھانا شروع کر دیا مزاج دار نے بھی اپنے آرام کا ٹھکانا کر لیا دونوں وقت بازار سے کچوریاں اور ملائی کے گندا۔ کھویا۔ ربڑی۔ کباب منگوا کر کھا لیا کرتی۔ کھانا جو پکتا زعفران وغیرہ کھا کھا کر موٹی ہوئیں۔ ان بلیوں[3] کے بھاگوں[4] چھینکا ٹوٹا لیکن دس روپے مہینے میں یہ چکھوتیاں کیونکر ہو سکتی تھیں۔ چپکے چپکے اسباب بکنے لگا مگر محمد عاقل کو اصلا[5] اس کی خبر نہ تھی۔ ایک روز محمد عاقل تو نوکری پر گیا تھا مزاج دار دوپہر کو سو گئی چنیا جو آئی اُس نے دیکھا بہو بے خبر سو رہی ہیں اُس نے اپنے بھائی میرن کو جا خبر کی وہ بڑا شاطر[6] بدمعاش تھا مزاج دار تو سوتی کی سوتی رہیں میرن آ کے دن دہاڑے تمام برتن چرا لے گیا۔ مزاج دار اُٹھ کر جو دیکھیں تو گھر میں جھاڑو[7] دی ہوئی ہے کوٹھری کو قفل لگا ہوا تھا اس کا اسباب تو بچا باقی جو چیز اوپر تھی ایک ایک کر کے سب لے گیا۔ اب پانی پینے تک کو کٹورا نہ رہا۔ محمد عاقل نوکری پر سے آیا تو سن کر بہت مغموم ہوا۔ لیکن "اب پچھتائے[8] ہوت کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔ بی بی سے لڑا اور خوب اپنا سر پیٹا آخر رو دھو کر بیٹھ رہا قرض وام کر کے ہلکی ہلکی دو پتیلیاں مول لایا چھوٹے چھوٹے برتن ماں

[1] مزہ دار ۱۲ [2] پاکیزہ ۱۲ [3] کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بلی کی تقدیر سے چھینکا ٹوٹ پڑتا ہے تو اُسکو بے مشقت کھانا مل جاتا ہے چنانچہ اکبری کی سہیلیوں کی قسمت سے ایسا ہی ہوا ۱۲ [4] ہرگز ۱۲ [5] چالاک ۱۲ [6] یعنی اوپر کا سارا اسباب اٹھ گیا گویا کوڑا تھا کوئی سمیٹ کر لے گیا ۱۲ [7] پوربی زبان کی مثل ہے یعنی جب چڑیاں کھیت چگ گئیں تو اب پچھتانے اور افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے پہلے سے بندوبست کرنا تھا کہ چڑیاں کھیت چگنے نہ پائیں ۱۲

سے مانگ لیے۔ لگن۔ توا۔ رکابی۔ ساس نے بھیجدیئے۔ غرض کسی طرح کام چل نکلا۔

باب ساتواں ایک کٹنی کا اکبری کو ٹھگنا

اتفاق سے ان دنوں ایک کٹنی[1] شہر میں وارد[2] تھی اور ہر جگہ اُس کا غل تھا۔ محمد عاقل نے بھی بی بی سے کہدیا تھا کہ کسی اجنبی[3] عورت کو گھر میں مت آنے دینا۔ ان دنوں ایک کٹنی آئی ہوئی ہے۔ کئی گھروں کو لوٹ چکی ہے۔ لیکن مزاج دار شدت[4] سے بیوقوف تھی۔ اسکی عادت تھی ہر ایک سے جلد مل جانا۔ ایک دن وہی کٹنی حجن کا بھیس بنا اس گلی میں آئی یہ مکارہ حجن بے وقوف عورتوں سے پُھسلانے کے لئے طرح طرح کے تبرکات[5] اور صدہا قسم کی چیزیں اپنے پاس رکھا کرتی۔ تسبیح خاک شفا[6]۔ زمزمیاں[7]۔ مدینہ منورہ[8] کی کھجوریں کوہ طور[9] کا سُرمہ۔ خانہ کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا۔ عقیق البحر[10] اور مونگے کے دانے اور ناد علی[11]۔ پنج سورے[12] اور بہت سی دعائیں۔ گلی میں آکر جو اُس نے اپنی دوکان کھولی بہت سی لڑکیاں جمع ہو گئیں۔ مزاج دار نے بھی سنا۔ زلفن سے کہا گلی سے اُٹھنے لگے

---

[1] وہ عورت جو دوسری عورتوں کو بہکائے ۱۲ [2] کہیں سے آکر ٹھہری تھی ۱۲ [3] اوپری انجان ۱۲ [4] بہت حد سے زیادہ ۱۲ [5] وہ چیزیں جنکو ادب اور برکت کی نظر سے لوگ دیکھیں یا پاس رکھیں ۱۲ [6] زمین کربلا کی مٹی کو خاک شفا کہتے ہیں بعض مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ مٹی بیمار چاٹ لے تو چنگا ہو جائے ۱۲ [7] ٹین کی ڈبیاں جنمیں چاہ زمزم کا پانی ہوتا ہے زمزم مکہ معظمہ کے مشہور کوے کا نام ہے [8] چونکہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل کر مدینے جا رہے تھے مسلمان ادب سے مدینہ منورہ کہتے ہیں منورہ کے لفظی معنی روشن ۱۲ [9] کوہ طور پر حضرت موسیٰ کو پیغمبری ملی تھی ۱۲ [10] مونگے کی طرح کا ہوتا ہے مگر سیاہ رنگ ۱۲ [11] کسی پتھر پر اکثر شیعہ یہ رباعی کندہ کرا لیتے ہیں۔ "نادعلیا مظہر العجائب، تجدہ عونا لک فی النوائب، کل ہم وغم سینجلی، بنبوتک یا محمد بولایتک یا علی" ترجمہ علی کو پکار جن سے عجیب عجیب کرامتیں سرزد ہوتی رہیں وہ مصیبتوں میں تمہاری مدد کریں گے۔ اے محمد تمہاری پیغمبری اور اے علی تمہارے خدا کے ولی ہونیکے طفیل سے جلد سب رنج و غم دور ہونگے۔ جس پتھر پر رباعی مذکورہ بالا کندہ ہو اس کو نادعلی کہنے لگے ہیں یہ باتیں مسلمانوں میں شیعہ لوگوں کی ہیں ۱۲ [12] قرآن کی پانچ سورتیں یٰس (یاسین)، واقعہ، انا فتحنا، تبارک الذی، عم یتساءلون کو خطیفہ کے لئے ایک کتاب علیحدہ بنا لیتے ہیں اسکو پنج سورہ کہتے ہیں ۱۲

توجمّن کو یہاں بلا لاؤ ہم بھی تبرکات کی زیارت[1] کریں گے۔ زلفن جا کھڑی ہوئی اور جمّن کو بلا لائی۔ مزاج دار نے بہت خاطرداری سے جمّن کو پاس بٹھایا اور سب چیزیں دیکھیں سرمہ اور ناد علی دو چیزیں مزاج دار نے پسند کیں۔ جمّن نے مزاج دار کو باتوں میں تاڑ لیا[2] کہ یہ عورت جلد ڈھب[3] پر چڑھ جائے گی۔ ایک پیسے کا بہت سا سرمہ تول دیا اور دو آنے کو ناد علی حوالے کی اور فیروزے کی ایک انگوٹھی تبرک کے طور پر اپنے پاس سے مفت دی۔ مزاج دار ریجھ گئیں۔ اس کے بعد جمّن نے سمندر کا حال عرب کی کیفیت اور دل سے جوڑ کر دو چار باتیں ایسی کیں کہ مزاج دار نے کمال شوق سے سنا اور اس کی طرف ایک خاص التفات[4] کیا۔ جمّن نے پوچھا کیوں بی تمہارے کوئی بال بچہ نہیں؟ مزاج دار نے آہ کھینچ کر کہا ہماری ایسی تقدیر کہاں تھی۔ جمّن نے پوچھا بیاہ کو کتنے دن ہوئے۔ مزاجدار نے کہا ابھی برس روز نہیں ہوا مزاج دار کی بے عقلی کا اب تو جمّن کو یقین ہوا اور دل میں کہنے لگی کہ اس نے تو اولاد کا نام سن کر ایسی آہ کھینچی جیسے برسوں کا امیدوار۔ جمّن نے کہا ناامیدی کی بات نہیں تمہارے تو اتنے بچے ہوں گے کہ تم سنبھال بھی نہ سکو گی۔ البتہ بالفعل اکیلے گھر میں جی گھبراتا ہوگا۔ میاں کا کیا حال ہے۔ مزاج دار نے کہا ہمیشہ مجھ سے ناخوش رہا کرتے ہیں۔ غرض پہلی ہی ملاقات میں مزاج دار نے جمّن کے ساتھ ایسی بے تکلفی[5] کی کہ اپنا حال جزو کل اس سے کہہ دیا اور جمّن نے باتوں ہی باتوں میں تمام بھید معلوم کر لیا ایک پہر کامل جمّن بیٹھی رہی۔ رخصت ہونے لگی تو مزاج دار نے بہت منت کی اچھی بی جمّن اب کب آؤ گی۔ جمّن نے کہا میری بھانجی موم گردوں کے محلّے میں رہتی ہے اور بہت بیمار ہے اسی کے علاج کے واسطے میں آگرے سے آئی ہوں۔ اس کے دوا معالجے سے فرصت کم ہوتی ہے مگر انشاء اللہ دوسرے تیسرے دن تم کو دیکھ جایا کروں گی۔ اگلے دن جمّن پھر آموجود ہوئی اور ایک ریشمی ازار بند لیتی آئی

---

[1] بزرگ چیز کے دیکھنے یا کسی بزرگ شخص سے ملنے کو زیارت کرنا بولتے ہیں ۱۲ [2] پہچان لیا ۱۲ [3] قابو میں آ جائے گی ۱۲
[4] توجہ ۱۲ [5] کھلی ملی ۱۲

مزاجدار دُور سے حجن کو آتے دیکھ خوش ہوگئی اور پوچھا یہ ازار بند کیسا ہے۔ حجن نے کہا بکاؤ ہے۔ مزاج دار نے پوچھا کتنے کا ہے۔ حجن نے کہا چار آنے کا محلے میں ایک بیگم رہتی ہیں۔ اب غریب ہوگئی ہیں اسباب بیچ بیچ کر گزر کرتی ہیں۔ میں اُن کی اکثر چیزیں بیچ لادیا کرتی ہوں۔ مزاج دار اتنا سستا ازار بند دیکھ کر لوٹ ہوگئی۔ فوراً پیسے نکال حجن کے ہاتھ دیئے اور بہت گڑ گڑا کر حجن سے کہا اچھی بی! جو چیز بکاؤ ہوا کرے پہلے مجھ کو دکھا دیا کرو۔" حجن نے کہا بہت اچھا پہلے تم پیچھے اور۔ اِس کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں ہوا کیں+ چلتے ہوئے حجن نے ایک بٹوا نکالا اُس میں کپڑے اور کاغذ کی کئی تہوں میں تھوڑی لونگیں تھیں اُن میں سے دو لونگیں حجن نے مزاج دار کو دیں اور کہا کہ دُنیا میں ملاقات اور محبت اِسی واسطے ہوا کرتی ہے کہ ایک سے دوسرے کو فائدہ ہو یہ دو لونگیں میں تم کو دیتی ہوں ایک تو تم اپنی چوٹی میں باندھ لو دوسری بہتر تھا کہ تمہارے میاں کی پگڑی میں رہتی پر تمہارے میاں شاید شبہ کریں خیر تکیے میں سی دو اور اِن کا اثر آج ہی سے دیکھ لینا۔ لیکن اتنی احتیاط کرنا کہ پاک صاف جگہ میں رہیں اور اپنے قد کے برابر ایک کلاوہ[۳] مجھ کو ناپ دو میں تم کو ایک گنڈا[۴] بنوا لادوں گی۔ میں جب حج کو گئی تھی تو اُسی جہاز میں بھوپال کی ایک بیگم بھی سوار تھیں شاید تم نے اُن کا نام بھی سُنا ہو بلقیس جہانی بیگم۔ سب کچھ خدا نے اُن کو دے رکھا تھا دولت کی کچھ انتہا نہ تھی نوکر چاکر۔ لونڈی۔ غلام۔ پالکی۔ نالکی سبھی کچھ تھا ایک تو اولاد کی طرف سے رنجیدہ رہا کرتی تھیں۔ کوئی بچہ نہ تھا دوسرے نواب صاحب کو اُن کی طرف مطلق التفات نہ تھا اور شاید اولاد نہ ہونے کے سبب محبت نہ کرتے ہوں۔ ورنہ بیگم صورت شکل میں چندے[۵] آفتاب چندے ماہتاب اور اس حسن و دولت پر مزاج ایسا سادہ کہ ہم جیسے ناچیزوں کو برابر بٹھانا اور پوچھنا بیگم کو فقیروں سے پرلے درجے کا اعتقاد تھا+ ایک دفعہ سنا کہ

---

[۱] ریجھ گئی ۱۲ [۲] اسی وقت ۱۲ [۳] لال سوت ۱۲ [۴] کچھ پڑھ پڑھ کر سوت میں گرہیں لگا دیتے ہیں اُسی کو گنڈا کہتے ہیں ۱۲

[۵] کچھ کچھ سورج کی طرح چمکتی ہوئی اور کچھ کچھ چاند کی طرح ۱۲

تین کوس پر کوئی کامل[1] وارد ہے اندھیری رات میں گھر سے پیادہ پا اُن کے پاس گئیں اور
پہر بھر تک ہاتھ باندھے کھڑی رہیں۔ فقیروں کے نام کے قربان جائیے ایک مرتبہ جو
شاہ صاحب نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا فرمایا کہ جا مائی رات کو حکم ملے گا۔ بیگم کو خواب میں
بشارت[2] ہوئی کہ حج کو جا اور مراد کا موتی سمندر سے نکال لا۔ صبح اُٹھ حج کی تیاریاں
ہونے لگیں۔ پانسو مسکین[3] بیگم نے آپ کرایہ دے کر جہاز پر سوار کرائے اُن میں سے
ایک میں بھی تھی۔ ہر وقت پاس کا رہنا۔ بیگم صاحب (الٰہی دونوں جہان میں سرخ رو[4])
مجھ پر بہت مہربانی کرنے لگیں اور سہیلی کہا کرتی تھیں۔ دس دن تک برابر جہاز پانی میں
چلا کیا۔ گیارھویں دن بیچ سمندر میں ایک پہاڑ نظر آیا۔ ناخدا[5] نے کہا کوہ جبشہ[6] یہی ہے
اور ایک بڑا کامل فقیر اس پر رہتا ہے جو گیا بامراد[7] آیا۔ بیگم صاحب نے ناخدا سے کہا
کسی طرح مجھ کو اس پہاڑ پر پہنچا دو۔ ناخدا نے کہا حضور جہاز تو پہاڑ تک نہیں پہنچ سکتا
البتہ اگر آپ ارشاد[8] کریں تو جہاز کو لنگر[9] کر دیں اور آپ کو ایک کشتی[10] میں بٹھا کر لے چلیں۔
بیگم نے کہا خیر یہی۔ پانچ عورتیں بیگم کے ساتھ کوہ جبشہ پر گئی تھیں۔ ایک میں اور چار اور۔ پہاڑ پر پہنچے تو عجیب طرح
کی خوشبو مہک رہی تھی چلتے چلتے شاہ صاحب تک پہنچے ہُو کا مقام[11] تھا نہ آدمی نہ آدم زاد۔ تن تنہا[12]
شاہ صاحب ایک غار[13] میں رہتے تھے۔ کیسی نورانی شکل جیسے فرشتہ۔ ہم سب کو دیکھ کر دعا دی۔ بیگم کو بارہ لونگیں
دیں اور کچھ پڑھ کر دم کر دیا۔ مجھ سے کہا چل بجا آگرہ اور دلّی میں لوگوں کے کام بنایا کر۔ بیٹی!
اُن بارہ لونگوں میں کی دو لونگیں یہ ہیں۔ ہم سب حج کر کے جو لوٹے تو نواب صاحب یا تو بیگم کی
بات نہ پوچھتے تھے یا یہ نوبت ہوئی کہ ایک مہینے آگے سے بمبئی میں آ کر بیگم کے لینے کو
پڑے تھے۔ جوں ہی بیگم نے جہاز سے پاؤں اُتارا نواب صاحب نے اپنا سر بیگم کے
قدموں پر رکھ دیا۔ اور رو رو کر خطا معاف کرائی۔ چھ برس میں بھوپال میں حج سے

[1] اپنے فن کا پورا ۱۲ [2] کسی نے خوش خبری دی ۱۲ [3] غریب۔ محتاج ۱۲ [4] خوش مقبول ۱۲ [5] جہاز کے ملاحوں کا سردار ۱۲ [6] جبشے کا پہاڑ ۱۲ [7] مراد لے کر ۱۲ [8] حکم دیں ۱۲ [9] ٹھہرا دیں ۱۲ [10] ناؤ ۱۲ [11] سناٹے کی جگہ تھی کہ خدا کے سوائے وہاں کوئی اور نہ تھا ۱۲ [12] اکیلے ۱۲ [13] گڑھے میں پہاڑ کی کھو میں ۱۲

آکر ٹھہری فقیر کی دعا کی برکت سے لگا تار[۱] او پر تلے اللہ رکھے چار بیٹے بیگم کے میرے رہتے ہو چکے تھے۔ پھر مجھ کو اپنا دیس یاد آیا۔ بیگم سے اجازت مانگی۔ بہت روکا۔ میں نے کہا شاہ صاحب نے مجھ کو دلی آگرے کی خدمت سپرد کی ہے مجھ کو وہاں جانا ضرور ہے یہ سُن کر بیگم نے چار ناچار مجھ کو رخصت کیا۔ دو لونگیں۔ اس کے ساتھ دو ورق کی حکایت دلچسپ[۲]۔ مزاج دار دل و جان سے معتقد ہو گئی۔ حجن تو لونگیں دے کر رخصت ہوئی۔ مزاج دار ہونے غسل[۳] کر کپڑے بدل خوش بو لگا ایک لونگ بسم اللہ کر کے اپنی چوٹی میں باندھی اور میاں کے پلنگ کی چادر اور تکیوں کے غلاف بدل ایک لونگ کسی تکیے میں رکھ دی۔ محمد عاقل جو گھر آیا بی بی کو دیکھا صاف سُتھری پلنگ کی چادر بے کیے بدلی ہوئی۔ خوش ہوا اور التفات کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ مزاج دار نے کہا دیکھو ہم نے آج ایک چیز مول لی ہے۔ یہ کہہ کر ازار بند دکھایا محمد عاقل نے کہا کتنے کو لیا ہے مزاج دار نے کہا تم تو آنکو کتنے کا ہے۔ وہ ازار بند خاص لاہور کا بنا ہوا نہایت عمدہ تھا چوڑا۔ چکلا۔ کلابتو کی گچھے دار ٹہریں[۴]۔ محمد عاقل نے کہا دو روپیہ سے کسی طرح کم کا نہیں۔ مزاج دار۔ چار آنے کو لیا ہے۔ محمد عاقل۔ سچ کہو! مزاج دار تمہارے سر کی قسم چار ہی آنے کو لیا ہے۔ محمد عاقل۔ بہت سستا ہے کہاں سے ملگیا۔ مزاج دار۔ ایک حجن بڑی نیک بخت ہے۔ بہت دنوں سے گلی میں آیا کرتی ہے۔ کسی بیگم کا ہے بیچنے کو لائی تھی۔ یہ کہہ کر سُرمہ۔ نادعلی۔ فیروزے کی انگوٹھی بھی مزاج دار نے دکھائی۔ طمع[۵] ایسی بُری چیز ہے کہ بڑا سیانا[۶] آدمی بھی اس سے دھوکا کھا جاتا ہے۔ جنگلی جانور۔ مینا۔ طوطا۔ بلبل۔ آدمی کی شکل سے بھاگتے ہیں۔ لیکن دانے کی طمع سے جال میں پھنس جاتے اور زندگی بھر قفس[۷] میں قید رہتے ہیں۔ اسی طرح محمد عاقل اپنا فائدہ دیکھ کر خوش ہوا اور جب مزاج دار نے کہا کہ وہ حجن بیگم کا تمام اسباب جو بکنے کو نکلے گا میرے پاس لائیگا

---

۱ برابر ۱۲ ۲ دلکو لگتی ہوتی ۱۲ ۳ نہانا ۱۲ ۴ ازار بند کے دونوں سرد جو ریشم کو گوندھ دیتے ہیں۔ انگوٹھریں کہتے ہیں کیونکہ انکی شکل ٹھرونکی سی ہوتی ہو اور ٹہڑا ایک مشہور پھل ہے ۱۲ ۵ لالچ ۱۲ ۶ چالاک ہوشیار ۱۲ ۷ پنجرہ ۱۲

وعدہ کر گئی ہے۔ محمد عاقل نے کہا ضرور دیکھنا چاہیے لیکن ایسا نہ ہو چوری کا مال ہو پیچھے کر خرابی پڑے۔ اور ہاں حجن کوئی ٹھگنی نہ ہو۔ مزاج دار نے کہا خدا خدا کرو وہ حجن ایسی نہیں ہے غرض بات گئی گزری ہوئی۔ محمد عاقل سے جو آج ایسی باتیں ہوئیں تو لوگوں پر مزاجدار کا اعتقاد جم گیا۔ اسگلے دن زلفن کو بھیج حجن کو بلوایا اور آج مزاج دار بیٹی بنیں اور حجن کو ماں بنایا۔ رات کے وقت محمد عاقل سے پھر حجن کا ذکر آیا۔ محمد عاقل نے کہا دیکھو ہوشیار رہنا اِس بھیس میں کٹنیاں اور ٹھگنیاں بہت ہوا کرتی ہیں۔ لیکن طمع نے خود محمد عاقل کی عقل پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ اتنی موٹی بات وہ نہ سمجھا کہ دو روپے کا مال چار آنے کو کوئی بے وجہ بھی دیتا ہے۔ محمد عاقل کو مناسب تھا کہ قطعاً[۱] اُس حجن کے آنے کی ممانعت کرتا اور سب چیزیں اُس کی پھروا دیتا۔ اور مزاج دار کو اتنی عقل کہاں تھی کہ اس تہ[۲] کو بوجھتی کئی دن کے بعد مزاج دار نے حجن سے پوچھا کیوں بی آج کل بیگم کی کوئی چیز نہیں لاتیں۔ حجن نے جان لیا کہ اس کو اچھی چاٹ لگ گئی ہے۔ کہا تمہارے ڈھب[۳] کی کوئی چیز نکلے تو لاؤں۔ دو چار دن کے بعد جھوٹے موتیوں کی ایک جوڑی لائی اور کہا لو بی خود بیگم کی نتھ کے موتی ہیں۔ نہیں معلوم ہزار کی جوڑی ہے یا پانسو کی۔ پنّالال جوہری کی دکان پر میں نے دکھائی تھی لٹو[۴] ہو گیا۔ دو سو روپے زبردستی میرے پلے باندھے دیتا تھا۔ میں بیگم سے پچاس روپیہ پر لائی ہوں۔ تم لے لو پھر ایسا مال نہ ملے گا۔ مزاج دار نے کہا پچاس روپے نقد تو میرے پاس نہیں ہیں۔ حجن نے کہا کیا ہوا بیٹی پونچیاں بیچ کر لے لو۔ نہیں تم جانو آج یہ موتی بک جائیں گے۔ حجن نے ایسے ڈھب سے کہا کہ مزاج دار فوراً زیور کا صندوقچہ اٹھا لائی اور حجن کو پونچیاں نکال حوالے کر دیں۔ حجن نے مزاج دار کا زیور دیکھ کر کہا اُسے ہے کیسی بے احتیاطی سے زیور مولی گاجر کی طرح ڈال رکھا ہے۔ بیٹی ڈھکڈگی میں ڈورا ڈلواؤ۔ بالی۔ پتے[۵] مگر مرکیاں۔ بازو بند میلے چکٹ ہو گئے ہیں میل

۱؎ بالکل۔ یک قلم ۱۲ ۲؎ بھید۔ اندر کی بات ۱۲ ۳؎ مصرف کی کام کی ۱۲ ۴؎ یعنی خوش ہو کر لٹو کی طرح سر گھمانے لگا ۱۲ ۵؎ میل کی تہیں جم گئی ہوں تو چکٹ کہتے ہیں ۱۲

سونے کو کھائے جاتا ہے ان کو اُجلواؤ۔ مزاج دار نے کہا کون ڈورا ڈلوا لائے اور کون اُجلا کرا لائے۔ اُن[1] سے کہتی ہوں تو وہ کہتے ہیں مجھے فرصت نہیں۔ حجّن نے کہا اوی بیٹی یہ کون بڑا کام ہے لو موتی رہنے دو میں ابھی ڈورا ڈلوا لا دوں اور جو زیور میلا ہے نکال دو میں ابھی اُجلوا دوں۔ مزاج دار نے سب زیور حوالے کیا۔ حجّن نے کہا زلفن کو بھی ساتھ کر دو۔ سُنار کے پاس بیٹھی رہے گی۔ میں پٹوے سے ڈورے ڈلواؤں گی۔ مزاج دار نے کہا اچھا یہ کہہ کر زلفن کو آواز دی۔ آئی تو حجّن نے کہا لڑکی ذرا میرے ساتھ چل سُنار کی دکان پر بیٹھی رہیو۔ حجّن نے زیور لیا۔ زلفن ساتھ ہوئی۔ گلی سے باہر نکل حجّن نے رومال کھولا اور زلفن سے کہا لاؤ اُجلوانے کا الگ کر لیں اور ڈورا ڈلوانے کا الگ زیور کو[2] لگ کرتے کرتے حجّن بولی۔ ایں ناک کی کیل کیا ہوئی۔ زلفن نے کہا اِسی میں ہو گی ذرا بھری تو چیز ہے اسی پوٹلی میں دیکھو پھر حجّن آپ ہی آپ بولی۔ اَے ہے پان دان کے ڈھکنے پر رکھی رہ گئی۔ اری زلفن دوڑ تو جا جلدی سے لے آ۔ زلفن بھاگی بھاگی آئی اور دروازے سے چلّائی۔ بی بی ناک کی کیل پان دان کے ڈھکنے پر رہ گئی ہے۔ حجّن نے مانگی ہے جلدی دو۔ حجّن گلی کے نکڑ پر دیا بنیے کی دکان کے آگے بیٹھی ہے۔ یہ کہنا تھا کہ مزاج دار بہو کا ماتھا ٹھنکا۔ زلفن سے کہا باؤلی ہوئی ہے۔ کیسی کیل میرے پاس کہیں تھی تو نے دیکھی ہے۔ اری کم بخت دوڑ دیکھ تو حجّن کہیں چلی نہ جائے۔ زلفن اُلٹے پاؤں دوڑی گئی۔ حجن کو اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا کہیں پتہ نہ تھا۔ مزاج دار سے آ کر کہا بی حجّن کا تو کہیں پتہ نہیں۔ میں بازار تک دیکھ آئی اتنی دیر میں نہیں معلوم کہاں غائب ہو گئی۔ یہ سُن کر مزاج دار سر پیٹنے لگی۔ ہائے میں لُٹ گئی۔ ہائے میں لُٹ گئی۔ ارے لوگو خدا کے لئے دوڑیو۔ موم گرنوں کے چھتے تک لوگ دوڑے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ کہیں کی تھی[3] بہاتی نہینے بھر سے کرائے پر آ کر رہی تھی۔ چار دن سے مکان چھوڑ چلی گئی۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ محمد عاقل نے آ کر سنا سر پیٹ لیا اور بیوی سے کہا اری تو گھر کو خاک سیاہ کر کے چھوڑے گی۔

---

[1] عورتیں شوہر کا نام نہیں لیا کرتیں۔ مراد ہے محمد عاقل ۱۲ [2] یعنی اُسکو شبہہ ہوا ۱۲ [3] جلتی پھرتی ۱۲

میں تجھ کو پہلے سے جانتا ہوں۔ مزاج دار نے کہا چل دور ہو۔ اب باتیں بنانے کھڑا ہوا ہے ازار بند دیکھ کر تو نے آپ مجھ سے نہیں کہا کہ بیگم کا اسباب ضرور دیکھنا۔ غرض خوب مزے کی لڑائی دونوں میاں بی بی میں ہوئی تمام محلہ جمع ہو گیا بات پر بات چلی تو معلوم ہوا کہ اسی عجن نے پنچھنی کی گلی میں احمد بخش خاں کی بی بی کا تمام زیور اس حیلے سے ٹھگ لیا کہ ایک فقیر سے دونا کرا لا دوں گی۔ رہوئی کے کٹڑے میں میاں مسیتا کی بیٹی سے ایسی محبت بڑھائی کہ اُن کا زیور عاریت کے بہانے سے اُڑا لے گئی۔ غرض زیور تو گیا گزرا ہوا۔ باتیں بہت سی رہ گئیں۔ برتن چوری جا چکے تھے۔ زیور یوں غارت ہوا۔ ہزار روپئے کے موتیوں کی جوڑی جو لوگوں نے دیکھی تو تین پیسے کی تھی۔ تھانے میں اطلاع ہوئی لوگوں نے بطور خود بہت ڈھونڈا عجن کا سراغ نہ ملا پر نہ ملا اکبری کو جہیز میں جو کپڑے ملے تھے اُن کا حال سُنئے۔ جب تک ساس کے ساتھ رہیں ساس دسویں پندرھویں دن نکال کر دھوپ دے دیا کرتی تھیں۔ شروع برسات میں الگ ہو کر رہیں۔ کپڑوں کا صندوق جس کوٹھری میں جس طرح رکھا گیا تھا۔ تمام برسات گزر گئی۔ اُس کو دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ وہیں اُسی طرح رکھا رہا۔ جاڑے کی آمد میں دولائی کی ضرورت ہوئی تو صندوق کھولا گیا۔ بہت سے کپڑوں کو دیمک چاٹ گئی تھی۔ چوہوں نے کاٹ کاٹ کر بغارے ڈال دیئے تھے۔ کوئی کپڑا سلامت نہیں بچنے پایا۔ اکبری کا جتنا حال تم نے پڑھا اُس سے تم کو معلوم ہوا ہو گا کہ اکبری کو نانی کے لاڈ نے اُس کی زندگی بھر کیسی مصیبت میں رکھا۔ لڑکپن میں اکبری نے نہ تو کوئی ہنر سیکھا نہ کچھ اُس کے مزاج کی اصلاح ہوئی جب اکبری نے ساس سے جدا ہو کر الگ گھر کیا برتن بھانڈا۔ کپڑا۔ زیور۔ سب کچھ اُس کے پاس موجود تھا۔ چوں کہ خانہ داری کا سلیقہ نہیں رکھتی تھی چند روز میں تمام مال و اسباب خاک میں ملا دیا۔ اور ایک ہی برس میں ہاتھ کان سے ننگی رہ گئی۔ اگر محمد عاقل بھی اس کی طرح احمق اور بدمزاج ہوتا تو شاید ایک

---

۱ بہانے ۱۲ ۲ مانگے ۱۲ ۳ لے کر چلتی ہوئی ۱۲ ۴ اپنے طور پر ۱۲ ۵ پتہ۔ کھوج ۱۲ ۶ بڑے بڑے چھید ۱۲ ۷ درستی ۱۲ ۸ یعنی کھو دیا ۱۲

دوسرے سے قطع تعلق[1] ہو جاتا۔ لیکن محمد عاقل نے ہمیشہ عقل و شرافت کو برتا۔ ہم کو اکبری کے اتنے حالات معلوم ہیں کہ اگر ہم اُن سب کو لکھنا چاہیں تو ایسی ایسی تین چار کتابیں بنیں مگر اکبری کے حالات پڑھنے سے کبھی تو غصہ آتا ہے اور کبھی طبیعت کڑھتی[2] ہے۔ اس لیے اُس کے زیادہ حالات لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ اُسی کی چھوٹی بہن اصغری کا حال کیوں نہ لکھیں کہ بات بات پر پڑھنے والوں اور سننے والوں سب کا جی خوش ہو۔

باب آٹھواں اصغری کا بیاہ اور اُسکا مختصر حال

یہ لڑکی اپنی ماں کے گھر میں ایسی تھی جیسے باغ میں گلاب[3] کا پھول یا آدمی کے جسم[4] میں آنکھ[5]۔ ہر ایک طرح کا ہنر ہر ایک طور کا سلیقہ اس کو حاصل تھا دانائی۔ ہوشیاری۔ ادب۔ قاعدہ غربت[6]۔ نیک دلی۔ ملنساری۔ خدا ترسی[7]۔ حیا۔ لحاظ۔ سب صفتیں خدا نے اصغری کو عنایت کی تھیں۔ لڑکپن سے اس کو کھیل کود۔ ہنسی اور چھیڑ سے نفرت تھی۔ پڑھنا یا گھر کا کام کرنا۔ کبھی اس کو کسی نے واہیات بکتے یا کسی سے لڑتے نہیں دیکھا۔ محلے کی جتنی عورتیں تھیں سب اس کو بیٹیوں کی طرح چاہتی تھیں۔ بے شک زہے[8] قسمت اُس ماں اور باپ کی جن کی بیٹی اصغری تھی۔ اور خوشا نصیب اُس گھر کے جس میں اصغری بہو بن کر جانیوالی تھی اب خدا کے فضل و کرم سے اصغری کی عمر تیرہ برس کی ہوئی۔ بات[9] تو اُس کی محمد کامل سے ٹھیری ٹھیرائی تھی۔ اب چرچا ہونے لگا کہ مہینہ اور دن مقرر ہو جائے۔ اُدھر محمد کامل کی ماں اکبری کے ڈھنگ دیکھ کر اس قدر ڈر گئی تھی مثل ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے کہ اکبری کے تصور[10] سے بدن پر رونگٹے[11] کھڑے ہوتے تھے۔ دریدہ محمد کامل کی

[1] یعنی میاں بی بی ایک دوسرے سے چھوٹ جائے ۱۲ [2] رنجیدہ ہوتی ہے ۱۲ [3] گلاب کے پھول میں رنگ اور خوشبو دو صفتیں ہیں جو دوسرے پھولوں میں نہیں ہوتیں ۱۲ [4] بدن [5] آدمی کے بدن میں سینکڑوں عضو ہیں مگر آنکھ کی بناوٹ کوئی نہیں پاتا ۱۲ [6] غریبی عاجزی ۱۲ [7] خدا سے ڈرنا۔ غریبوں پر ترس کرنا ۱۲ [8] زہے قسمت خوشا نصیب دونوں فارسی کی ترکیبیں ہیں اور ہم معنی ہیں یعنی ان کی تقدیر کا کیا کہنا ہے ۱۲ [9] مراد بیاہ ۱۲ [10] خیال ۱۲ [11] یعنی خیال کیا تو کانپ اٹھتی تھی ۱۲

ماں کا ارادہ تھا کہ چھوٹے لڑکے کی منگنی کسی اور جگہ کروں۔ محمد عاقل کو کسی طرح معلوم ہو گیا اور اُس نے ماں سے کہا اماں میں نے سُنا ہے کہ تم محمد کامل کی منگنی چھُڑانی چاہتی ہو۔ ماں نے کہا کیا بتاؤں بیٹا بڑے سوچ میں ہوں کیا کروں نہ کروں۔ تم سے میری آنکھ سامنے نہیں ہوتی۔ خدا نے مجھ کو تمہارا گنہگار بنا دیا۔ دیکھئے محمد کامل کی قسمت کیسی ہے۔ محمد عاقل نے کہا اماں میں سچ کہتا ہوں اصغری ہزار لڑکیوں میں ایک ہے۔ عمر بھر چراغ لے کر ڈھونڈو گی تو اصغری جیسی لڑکی نہ پاؤ گی۔ صورت سیرت دونو میں خدا نے اُس کو لائق در فائق بنایا ہے ہرگز اندیشہ مت کرو بسم اللہ کر کے بیاہ کر ڈالو۔ اور بڑی بہن پر جو خیال کرو تو آپ نے سنا ہوگا **بیت**۔

نہ ہر زن زنست و نہ ہر مرد مرد — خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

شعر

اپنا اپنا مزاج ہے اور اپنی اپنی طبیعت

گُل جو چمن میں ہیں ہزار دیکھ ظفر ہے کیا بہار — سب کا ہے رنگ جُدا جُدا سب کی ہے بُو الگ الگ

تمہاری بڑی بہو کو لاحول ولا قوۃ اصغری سے کیا نسبت **مصرع** چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اور خدا اُس لائے بیاہ کے بعد میری بات کا تم کو یقین حاصل ہو گا۔ مجھ کو اپنے بارے میں تم سے ذرا بھی شکایت نہیں۔ اس خیال کو طبیعت سے نکال ڈالو۔ میں خوب جانتا ہوں کہ کوئی کسی کے دل میں نہیں گھستا ظاہر حال پر سب کی نظر پڑا کرتی ہے۔ اور انجام کی خبر خدا کو ہے۔ یوں تو جس کو لا بٹھاؤ گی کامل کی بی بی ہو گی تمہاری بہو اور ہماری بھاوج مگر اماں میں پھر کہتا ہوں کہ اصغری میری جانی بوجھی ہوئی لڑکی ہے وہ آئے گی تو شاید تمہاری بڑی بہو کو بھی ٹھیک کر لے گی۔ ہے تو چھوٹی مگر سارا گھر بلکہ سارا محلہ اُس کا ادب کرتا ہے اور

---

۱ چپکے چپکے ۱۲ ۲ یعنے شرمندگی کے مارے ۱۲ ۳ عادت خصلت ۱۲ ۴ سب سے بہتر ۱۲ ۵ ہر عورت عورت نہیں اور ہر ایک مرد مرد نہیں، خدا نے پانچوں انگلیاں برابر نہیں بنائیں ۱۲ ۶ پھول ۱۲ ۷ شعر کے بنانے والے کا تخلص یعنی نام ہے ۱۲ ۸ لفظی معنی تو یہ ہیں کہ بُرائی سے بچنا۔ اور بھلائی پر قدرت رکھنا بے خدا کے مدد کے نہیں ہوتا مگر یہ کلام حقارت کے مقام پر بولتے ہیں ۱۲
۹ دھول کو پاک جہاں کے ساتھ کیا نسبت ۱۲ ۱۰ مراد کے موافق ہو ۱۲ ۱۱ یعنی اکبری ۱۲

وہ ہے بھی اسی قابل دیکھو خدا کے لئے کہیں اصغری کو نہ چھوڑنا نہ چھوڑنا۔ محمد عاقل نے جو اصغری کی اس قدر تعریف کی پھر محمد کامل کے ساتھ جو بات تھی پکی ہو گئی۔ غرض دونوں سمدھیانوں کی صلاح سے یہ قرار پایا کہ بقر عید کے اگلے دن اصل خیر[۱] سے نکاح ہو۔ اصغری کا باپ دور اندیش خاں پہاڑ پر نوکر تھا اس کو خط گیا۔ خط پہنچتے ہی خاں صاحب کی باچھیں[۲] ہی تو کھل گئیں۔ اصغری کو سب بچوں میں بہت چاہتا تھا فوراً رخصت کی درخواست کی۔ جواب[۳] صاف ملا۔ بہت زور مارے ایک نہ چلی۔ جاڑے کی آمد تھی۔ دورہ[۴] شروع ہونے کو تھا۔ حاکم کو بھی بہانہ معقول تھا۔ دور اندیش خاں کو رخصت نہ ملنے سے بہت رنج ہوا۔ مگر بندگی[۵] و بے چارگی کیا کرتا قہر درویش[۶] بر جان درویش۔ چپ ہو کر بیٹھ رہا۔ لیکن بڑا بیٹا خیر اندیش خاں ساتھ تھا۔ پانسو روپئے نقد دے اُس کو گھر روانہ کیا اور سب پیش[۷] و پس سمجھا دیا۔ گھر پر زیور کپڑا۔ برتن سب پہلے سے موجود تھا۔ خیر اندیش خاں نے مکان پر پہنچ۔ چاول۔ گھی۔ گیہوں۔ مصالح۔ نمک سب بقدر ضرورت خرید لیا اصغری کے کپڑوں میں مصالح ٹکنا[۸] شروع ہوا۔ ماں کا ارادہ تھا کہ اصغری کو بڑی بہن سے بڑھ چڑھ کر جہیز ملے جوڑے بھی اس کے بھاری ہوں۔ زیور کے عدد[۹] بھی زیادہ ہوں برتن بھی استعمالی[۱۰] وزنی دئے جائیں۔ اصغری آخر اسی گھر میں رہتی تھی جو بات ہوتی اُس کو ضرور معلوم ہو جاتی۔ جب اصغری نے سُنا کہ مجھ کو آپا سے زیادہ جہیز ملنے والا ہے بے وقوف لڑکی ہوتی تو خوش ہوتی۔ اصغری کو رنج ہوا اور اس فکر میں ہوئی کہ کس تدبیر سے اماں کو منع کر دوں۔ آخر تماشا خانم اپنی خالہ زاد بہن سے شرماتے شرماتے کہا میں نے ایسا ایسا سُنا ہے۔ مجھ کو اس کا نہایت سوچ لگا ہے کئی دن سے نہایت فکر

۱؎ خدا خیر رکھے ۱۲ ۲؎ یعنی بہار سے خوشی کے ہنس پڑے ۱۲ ۳؎ درخواست نامنظور ہوئی ۱۲ ۴؎ حاکم لوگ اپنے علاقہ میں پڑے پھرتے ہیں اس کو دورہ کہتے ہیں ۱۲ ۵؎ نوکری سے آدمی پرائے بس میں ہو جاتا ہے ۱۲ ۶؎ فقیر غصہ کرے تو اپنی جان پر کرے دوسرے کا کیا کر سکتا ہے ۱۲ ۷؎ آگا پیچھا۔ بھلا بُرا ۱۲ ۸؎ گوٹا پٹھا۔ لگایا جانا ۱۲ ۹؎ گنتی شمار ۱۲ ۱۰؎ برتنے کے لائق ۱۲

ہیں تھی۔ الٰہی کیا کروں اچھا ہوا تم آنکلیں۔ بوجہ ہم عمری[1] تم سے کہنے میں تامل نہیں۔ کوئی
اماں کو اتنی بات سمجھا دے کہ مجھ کو آپا سے زیادہ ایک چیز نہ دیں۔ تماشا خانم نے سُن کر
کہا تم بھی بوا کوئی تماشے[2] کی عورت ہو وہی کہاوت ہے گدھے کو نون دیا اُس نے کہا
میری آنکھیں دُکھتی ہیں۔ خدا دِلوا تا ہے تم کیوں انکار کرو۔ اصغری نے کہا تم دیوانی ہوئی
ہو اس میں کئی قباحتیں[3] ہیں۔ آپا کے مزاج سے تم واقف ہو اُن کو ضرور رنج ہو گا ناحق اماں
سے بدمزگی ہو گی مجھ سے بھی اُن کو بدگمانی پیدا ہو گی۔ تماشا خانم نے کہا بوا اس میں رنج کی
کیا بات ہے۔ اپنی اپنی قسمت ہے اور سمجھنے کو سو طرح کی باتیں ہیں۔ اُن کی بسم[4] اللہ کی
شادی ہوئی۔ روزہ کشائی[5] ہوئی چار برس تک منگنی رہی تیر تیوہار[6] اُن کا کونسا نہیں ہوا اُنکی
کسر ادھر سمجھ لیں۔ اصغری نے کہا سچ ہے مگر نام تو جہیز کا ہے چھوٹی کو زیادہ ملے گا تو بڑی کو
رنج ہو ہی گا۔ ایک محلے کا رہنا روز کا ملنا ملانا جس بات سے دلوں میں فرق پڑے کیوں
کی جائے۔ تماشا خانم نے کہا بہن ناحق تم اپنا نقصان کرتی ہو۔ ابھی مہینے دو مہینے میں سب
بھول بسر جائیں گے۔ اصغری نے کہا ارے بی اللہ اللہ کرو نفع نقصان کیسا کہیں ماں
باپ کے دینے سے پوری پڑتی ہے اور جہیز سے عمریں کٹتی ہیں خدا اپنی قدرت سے
دے تم اس بات میں اصرار مت کرو۔ نہیں میں کچھ دوسری تدبیر کروں مجھ کو کسی طرح منظور
نہیں غرض اصغری کی ماں تک یہ بات پہنچ گئی اور وہ بھی سوچ سمجھ اپنے ارادے
سے باز رہیں۔ اور دل میں کہنے لگیں دینے کے سو ڈھب ہیں دوسری جگہ سمجھ لوں گی۔
الغرض روز مقرر کو ساعتِ[7] نیک میں نکاح ہو گیا مبارک سلامت ہونے لگی خیر اندیش خاں
ایسا منتظم آدمی تھا کہ اکیلے نے نہایت خوبی کے ساتھ بہن کا بیاہ کر دیا۔ براتیوں کی مدارات[8] علیٰ قدر مراتب[9]

[1] عورتوں کے محاورے میں ہم عمروں کو ایک دوسرے کا دائیں دار کہتے ہیں ۱۲ [2] عجیب اس قابل کہ تمہارا کوئی تماشا دیکھے ۱۲ [3] خرابیاں ۱۲ [4] قرآن شروع کرانے کی شادی ۱۲ [5] پہلے روزے کی شادی لفظی معنی روزہ کھلوانا یعنی افطار کرانا ۱۲ [6] عید بقر عید کوئی تیوہار ہو منگنی ہوئے پیچھے سمدیانوں میں لین دین ہوتا رہتا ہے یہاں تماشا خانم کا مطلب اسی سے ہے ۱۲ [7] اچھی گھڑی ۱۲ [8] خاطرداری ۱۲ [9] ہر ایک کی اس کے مرتبے کے مطابق ۱۲

خوب ہوئی حق حقوق والوں کو بہت خاصی طرح راضی کر دیا۔ جب اصغری کی رخصت کا وقت آ پہنچا گھر میں آفت برپا تھی ماں پر تو نہایت درجے کا صدمہ تھا محلے کی بیبیوں کا یہ حال تھا کہ آ آ کر اصغری کو گلے لگا لگا کر روتی تھیں اور ہر ایک کے دل سے دعا نکلتی تھی۔ اصغری اُن دعاؤں کا بڑا بھاری جہیز لے کر سسرال میں داخل ہوئی۔ وہاں کی رسمیں جو تھیں ادا ہوئیں۔ رونمائی[1] کے بعد اصغری خانم کو تمیزدار بہو کا خطاب ملا۔ آگے چل کر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اصغری نے خانہ داری کو کس طرح پر سنبھالا کیا کیا مشکلیں اُس کو پیش آئیں اور اُس نے اپنی عقل سے کیونکر اُن کو رفع کیا۔ ذرا اصغری کی حالت کو اکبری کی حالت سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اصغری ماں کی دوسری بیٹی اور ساس کی دوسری بہو تھی دونوں طرف کے ارمان اور حوصلے اکبری کے بیاہ میں نکل چکے تھے۔ اکبری سولہ برس کی بیاہی گئی تھی اور اصغری بیاہ کے وقت پوری تیرہ برس کی بھی نہ تھی۔ جب اکبری کا بیاہ ہوا اُس کا دولھا محمد عاقل دس روپے کا نوکر تھا اور اصغری کا دولھا محمد کامل ہنوز پڑھتا ہی تھا محمد عاقل کی نسبت محمد کامل کم علم اور کم عقل بھی تھا۔ اکبری کامل دو برس تک بال بچوں کے بکھیڑے سے آزاد رہی اور اصغری کو خدا نے بیاہ کے دوسرے برس ہی چھوٹی سی عمر میں ماں بنا دیا۔ اکبری کو کبھی شہر سے باہر نکلنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اصغری برسوں سفر میں رہی۔ پس بہرحال اصغری کی حالت اکبری کے مقابلے میں اچھی نہ تھی مگر اصغری کو چھٹپن[2] سے تربیت[3] ہوئی تھی۔ روز بروز گھر میں برکت زیادہ ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ اکبری کا نام بھی کوئی نہیں جانتا اور خانم کے بازار میں تمیزدار بہو کا وہ عالی شان محل کھڑا ہے کہ آسمان سے باتیں کرتا ہے اور اصغری خانم ہی کے نام سے وہ محلہ خانم کا بازار مشہور ہوا۔ جوہری بازار میں وہ اونچی[4] مسجد جس میں حوض اور کنواں ہے تمیزدار بہو ہی کی بنوائی ہوئی ہے۔ خاص بازار سے آگے بڑھ کر لال ڈگی[5] کی بغل میں تمیز گنج اُسی کا ہے۔ مولوی محمد حیات کی مسجد میں

[1] منھ دکھائی ۱۲ [2] دور ۱۲ [3] یعنی اسکو بچپن سے سکھایا پڑھایا گیا تھا ۱۲ [4] اونچا ۱۲ [5] دلی کے قلعے کے نیچے لال پتھر کا بنا ہوا ایک خوبصورت تالاب تھا اب نہیں ہے ۱۲

اب تک میں مسافروں کو اُس کے لنگر خانے سے خمیری روٹی اور چنے[1] کا قلیہ دونوں وقت پہنچا کرتا ہے۔ قطب صاحب میں اولیا مسجد کے برابر سرا ہے اسی تمیزدار بہو کی بنوائی ہوئی ہے۔ رمضان کے رمضان فتحپوری میں بمبئی کے چھلیے کے پان سو قرآن اسی کی طرف سے تقسیم ہوا کرتے ہیں۔ ہزار کمل آتے جاڑے مسکینوں کو اسی کے گھر سے ملتے ہیں۔ جب خیراندیش خاں نے اپنے باپ دوراندیش خاں کو اطلاع کی کہ خدا کے فضل و کرم سے خیر و خوبی کے ساتھ ہمشیرہ عزیزہ کا عقد[2] ذی الحجہ[3] کی گیارھویں تاریخ مہر فاطمہ[4] پر ہو گیا دوراندیش خاں نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی لیکن بیٹی کی مفارقت[5] کا قلق بہت دن تک رہا۔

باب نواں بیاہی ہوئی لڑکیوں کیلئے عمدہ نصیحت

اصغری کے نام شادی ہو جانے کے بعد دوراندیش خاں نے جو خط لکھا دیکھنے کے لائق ہے۔ اتفاق سے ہمکو اسکی نقل ہاتھ آگئی تھی۔ وہ خط یہ ہے۔

آرام دل و جان[6] برخوردار اصغری خانم سلمہا اللہ تعالیٰ۔ دعا اور اشتیاق دیدہ بوسی[7] کے بعد واضح ہو تمھارے بھائی خیراندیش خاں کے لکھنے سے تمھاری رخصت کا حال معلوم ہوا برسوں سے یہ تمنا دل میں تھی کہ اس فرض کو میں اپنے اہتمام خاص سے ادا کروں۔ مگر حاکم نے رخصت نہ دی مجبور رہا۔ یہ بات تم پر ظاہر ہوئی ہوگی کہ سب بچوں میں تم سے مجھ کو ایک خاص طرح کا انس تھا اور میں اس بات کو بطور[8] اظہار احسان

---

[1] گوشت میں چنے کی دال نری ہوئی ۱۲ [2] نکاح ۱۲ [3] بقرعید کا مہینہ ۱۲ [4] فاطمہ سے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی مراد ہیں جو حضرت کے چچازاد بھائی حضرت علی کیساتھ بیاہی گئی تھیں انکا مہر تھا بیس اوقیہ ایک اوقیہ کے بیس درہم ہمنے جو حساب کیا تو آنگریزی ایک سو آٹھ روپئے اور ۸ ماشے ہوتے ہیں یعنی ایک سو پونے نو روپیہ اسمیں مولویوں کا کچھ اختلاف بھی ہے مگر یہ حساب قریب صحیح ہے مسلمانوں کو مہر فاطمہ سے بڑی نصیحت ہونی چاہئے ۱۲ [5] جدائی ۱۲ [6] رنج ۱۲ [7] میرے دل اور میری جان کو آرام پہنچانیوالی اصغری خانم خدا اسکو سلامت رکھے ۱۲ [8] آنکھوں کا بوسہ دینا یعنی چومنا ۱۲ [9] یعنی کچھ اسلیے نہیں لکھتا کہ تم پر اسکا احسان جتاؤں ۱۲۔

نہیں لکھا بلکہ تم نے اپنی خدمت گزاری اور فرماں برداری سے خود میرے اور سب کے دل میں جگہ پیدا کی تھی ۔ آٹھ برس کی عمر سے تم نے میرے گھر کا تمام بوجھ اپنے سر پر اُٹھا رکھا تھا مجھ کو ہمیشہ یہ بات معلوم ہوتی رہی کہ تمھارے سبب بیگم یعنی تمھاری ماں کو بڑی بے فکری حاصل ہے ۔ جب کبھی اس اثنا[1] میں مجھ کو گھر جانے کا اتفاق ہوا تمھارا انتظام دیکھ کر ہمیشہ میرا جی خوش ہوا اب تمھارے رخصت ہو جانے سے ایسا نقصان ہوا کہ اس کی تلافی[2] شاید اس عمر میں ہونے کی مجکو امید نہیں ہو سکتی ۔ خدا تم کو جزائے[3] خیر دے اور اس خدمت کے صلے[4] میں میری دعاؤں کا اثر تم پر ظاہر ہو ۔ خیر اندیش خاں کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تم نے اکبری خانم سے زیادہ جہیز نہیں لینا چاہا اس سے تمھاری بلند[5] نظری اور عالی ہمتی ثابت ہوتی ہے مگر میں اُس کا نعم البدل[6] بھیجتا ہوں وہ یہ خط ہے اس کو تم بطور دستور العمل[7] لے اپنے پاس رکھو اور ان نصیحتوں پر عمل کرو ان شاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مشکل تم پر آسان ہو گی اور اپنی زندگی آرام و آسایش میں بسر کرو گی ۔ سمجھنا چاہیے کہ بیاہ کیا چیز ہے ۔ بیاہ صرف یہی بات نہیں ہے کہ رنگین کپڑے پہنے ۔ مہمان جمع ہوئے مال و اسباب و زیور پایا بلکہ بیاہ سے نئی دنیا شروع ہوتی ہے نئے لوگوں سے معاملہ کرنا اور نئے گھر میں رہنا پڑتا ہے ۔ جس طرح پہلے پہل بچھڑوں پر جوا رکھا جاتا ہے آدمی کے بچھڑوں کا جوا بیاہ ہے بیاہ ہوا لڑکی بی بی بنی لڑکا میاں بنا اس کے یہی معنی ہیں کہ دونوں کو پکڑ کر دنیا کی گاڑی میں جوت دیا ۔ اب یہ گاڑی قبر کی منزل تک اُن کو کھینچنی پڑے گی بس بہتر یہ ہے کہ دل کو مضبوط کر کے اس مہم کا سر انجام کیا جائے اور زندگی کے دن جس قدر ہوں عزت ۔ آبرو ۔ صلح کاری اتفاق[8] سے کاٹ دیے جائیں ۔ ورنہ لڑائی بھڑائی جھگڑے بکھیڑے شور و شر فساد اور ہائے واویلا سے دنیا کی مصیبت اور بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے ۔ اب تم کو اے میری پیاری بیٹی اصغری خانم سوچنا چاہیے

---

[1] یعنی نوکری کے دنوں میں ١٢ [2] بدلہ معاوضہ ١٢ [3] اچھا بدلہ ١٢ [4] عوض ١٢ [5] سیرچشمی حوصلے کی بڑائی ١٢ [6] بہتر بدل ١٢
[7] وہ تحریر جسکے مطابق عمل کیا جائے ١٢

کہ میاں بی بی میں خدا نے کتنا فرق رکھا ہے۔ مذہب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت آدم بہشت میں اکیلے گھبرایا کرتے تھے۔ ان کے بہلانے کو خدا نے اماں حوّا کو جو سب سے پہلی عورت دنیا میں ہو گزری ہیں پیدا کیا۔ پس عورت کا پیدا کرنا صرف مرد کی خوش دلی کے واسطے تھا اور عورت کا فرض ہے مرد کو خوش رکھنا۔ افسوس ہے کہ دنیا میں کس قدر کم عورتیں اس فرض کو ادا کرتی ہیں۔ مردوں کا درجہ خدا نے عورتوں پر زیادہ کیا نہ صرف حکم دینے سے بلکہ مردوں کے جسم میں زیادہ قوت اور اُن کی عقلوں میں زیادہ روشنی دی ہے دنیا کا بندوبست مردوں کی ذات سے ہوتا ہے۔ مرد کمانے والے اور عورتیں انکی کمائی کو موقع مناسب پر خرچ کرنے والیاں اور اُس کی نگہبان ہیں۔ کنبا بطور کشتی کے ہے اور مرد اس کے ملاح ہیں اگر ملاح نہ ہو تو کشتی[1] پانی کی موجوں[2] میں ڈوب جائے گی یا کسی کنارے پر ٹکر کھا کر پھٹ پڑے گی کنبے میں اگر مرد منتظم[3] نہیں تو اس میں ہر ایک طرح کی خرابی کا احتمال ہے کبھی نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ دنیا میں خوشی صرف دولت سے حاصل ہوتی ہے اگرچہ اس میں بھی شک نہیں کہ دولت اکثر خوشی کا باعث ہوتی ہے۔ بہت بڑے اونچے گھروں میں لڑائی اور فساد ہم زیادہ پاتے ہیں۔ اِس سے ثابت ہوا صرف دولت سے تو خوشی نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے اکثر خانہ داری میں خوشی صرف اتفاق اور صلح کاری سے ہوتی ہے۔ غریب آدمیوں کو ہم دیکھتے ہیں جن کی آمدنی بہت مختصر ہے دن کو محنت مزدوری سے معاش پیدا کرتے رات کو سب ملکر دال روٹی سے پیٹ بھر لیتے اور ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہتے ہیں بیشک یہ لوگ صلح کاری کے سبب ڈال روٹی اور گاڑھے دھوتر میں زیادہ آرام سے ہیں بہ نسبت نوابوں اور بیگموں کے جن کا تمام عیش آپس کی ناسازگاری[4] سے تلخ[5] رہتا ہے۔ اے میری پیاری بیٹی اصغری خانم اتفاق پیدا کرو اور صلح کاری کو غنیمت جانو۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اتفاق کن باتوں سے پیدا ہوتا ہے نہ صرف اس بات سے کہ

[1] ناؤ ۱۲ [2] لہروں ۱۲ [3] انتظام کرنیوالا ۱۲ [4] ناموافقت ۱۲ [5] کڑوا ۱۲

بی بی اپنے میاں سے محبت کرے بلکہ محبت کے علاوہ اُس کو میاں کا ادب کرنا بھی لازم ہے۔ بڑی نادانی ہے اگر بی بی میاں کو برابر کے درجے میں سمجھے بلکہ اس زمانے میں عورتوں نے ایسا خراب دستور اختیار کیا ہے کہ ادب کے بالکل خلاف ہے جب چند سہیلیاں آپس میں بیٹھ کر باتیں کرتی ہیں تو اکثر یہ تذکرہ ہوتا ہے کہ فلانی کا میاں اُسکے ساتھ کس طرح کا برتاؤ رکھتا ہے۔ ایک کہتی ہے بُوا میں نے تو یہاں تک اُنکو دبا یا ہے کیا مجال جو میری بات کو کاٹیں یا اُلٹ کر جواب دیں۔ دوسری فخر کرتی ہے جبتک گھڑیوں خوشامد نہ کریں میں کھانا نہیں کھاتی۔ تیسری بڑائی مارتی ہے۔ میں تو دس مرتبہ پوچھتے ہیں تب ایک جواب مشکل سے دیتی ہوں۔ چوتھی ڈینگ کی لیتی ہے چاہے وہ پہروں نیچے بیٹھے رہیں بندی کو پلنگ سے اُترنا قسم ہے۔ پانچویں شیخی بگھارتی ہے۔ جو میری زبان سے نکلتا ہے پورا کرا کے رہتی ہوں۔ شادی بیاہ میں ٹونے ٹوٹکے بھی اسی غرض سے نکلے ہیں کہ میاں مطیع[ل] و فرماں بردار رہے۔ کہیں تو دُلہن کی جوتی پر کاجل پار کر میاں کے سرمہ لگایا جاتا ہے اس کا مطلب ہے کہ عمر بھر جوتیاں کھاتا رہے اور چوں[ع] نہ کرے۔ کہیں نہاتے وقت دولہن کے پاؤں کے انگوٹھے کے تلے بیڑا[س] رکھا جاتا ہے اور میاں کو کھلایا جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی کہ پیروں پڑا رہے۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ عورتیں مردوں کا درجہ اور اختیار کم کرنے پر آمادہ[ع] ہیں۔ لیکن یہ تعلیم بہت بُری تعلیم ہے۔ اور ہرگز اس کا نتیجہ قباحت[ش] سے خالی نہیں۔ مردوں کو خدا نے شیر بنایا ہے۔ اگر دباؤ اور زبردستی سے کوئی اُن کو زیر کرنا چاہے ناممکن ہے بہت آسان ترکیب اُن کو زیر کرنے کی خوشامد اور تابعداری ہے۔ اور جو احمق عورت اپنا دباؤ ڈال کر مرد کو زیر کرنا چاہتی ہے وہ بڑی غلطی میں ہے وہ شروع سے تخم فساد[ف] بوتی ہے اور اس کا انجام ضرور فساد ہوگا اگرچہ وہ اس کو بالفعل[ند] نہیں سمجھتی۔ آخری خاتم

لہ تابعدار ۱۲ سلہ ذرا نہ کنمنائے ۱۲ سلہ یعنی پانوں کا بیڑا ۱۲ سلہ طیار مستعد ۱۲ ہشہ خرابی ۱۲ لہ فساد کا بیج ۱۲
سلہ اسی وقت۔ سر دست ۱۲

میری صلاح یہ ہے کہ تم گفتگو اور نشست[۱] برخاست میں بھی اپنے میاں کا ادب ملحوظ[۲] رکھنا۔ مذہب میں میاں بی بی کے متعلق بہت سے احکام ہیں اور چونکہ تم نے قرآن کا ترجمہ اور اردو کے بہت سے مذہبی رسالے پڑھے ہیں میں اُمید کرتا ہوں وہ احکام تھوڑے بہت ضرور تمہارے خیال میں ہوں گے۔ اُن احکام کا مجموعہ خانہ داری کیلئے بڑا دستور العمل ہے مگر افسوس ہے لوگ خدا رسول کے حکموں کی تعمیل میں تن دہی[۳] نہیں کرتے۔ اور اسی سے انواع و اقسام کی خرابیاں پیش[۴] آتی ہیں۔ میں نے حدیث[۵] کی کتاب میں پڑھا تھا کہ اگر خدا کے سوائے کسی دوسرے کو سجدہ کرنا روا ہوتا تو پیغمبر صاحب فرماتے ہیں کہ میں بی بی کو حکم دیتا کہ اپنے میاں کو سجدہ کیا کرے۔ بس اسی ایک بات سے تم خیال کر سکتی ہو کہ میاں اور بی بی میں کیا نسبت ہے۔ اب اس کے ساتھ ملکی رواج کو ملاؤ کہ بی بی نہ تو میاں کو چھوڑ سکتی نہ بدل سکتی نہ اس سے کسی وقت اور کسی حال میں بے نیاز[۶] ہو سکتی ہے تو سوائے اس کے کہ سچے دل سے آپ اُس کی ہو رہے اور اطاعت[۷] سے فرمانبرداری سے خوشامد سے جس طرح ممکن ہو اس کو اپنا کر لے عافیت[۸] کی عزت و آبرو کی دوسری کوئی تدبیر نہ ہے اور نہ ہونی ممکن ہے۔ کیا وجہ کہ شادی بیاہ ایسے چاؤ سے ہوتا ہے اور چوتھی کے بعد ہی بہو سے ساس نندوں کا بگاڑ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون غور کے قابل ہے بیاہ کے پہلے تک لڑکا ماں باپ میں رہا اور صرف اُن ہی کے ساتھ اس کو تعلق تھا۔ ماں باپ نے اس کو پرورش کیا اور یہ توقع کرتے رہے کہ بڑھاپے میں ہماری خدمت کرے گا۔ بیاہ کے بعد بہو ڈولی سے اُترتے ہی یہ فکر کرنے لگتی ہے کہ میاں آج ماں باپ کو چھوڑ دیں۔ بس لڑائی ہمیشہ بہوؤں کی طرف سے شروع ہوتی ہے۔ اگر بہو کنبے میں مل کر رہے اور کبھی ساس کو نہ معلوم ہو کہ بیٹے کو ہم سے چھڑانا چاہتی ہے تو ہرگز فساد پیدا نہ ہو۔ یہ تو سب کوئی جانتا ہے کہ بیاہ کے بعد ماں باپ کے ساتھ

۱ بیٹھنے اُٹھنے ۱۲ ۲ یعنی لحاظ خیال رکھنا ۱۲ ۳ کوشش ۱۲ ۴ آگے آتی ہیں ۱۲ ۵ پیغمبر صاحب کے فرمانے اور کرنے کو حدیث کہتے ہیں ۱۲ ۶ بے پرواہ ۱۲ ۷ تابعداری ۱۲ ۸ امن چین ۱۲۔

تعلق چند روزہ ہے آخر گھر الگ ہوگا میاں بی بی جدا ہو کر رہیں گے دُنیا میں یہی ہوتی آئی ہے لیکن نہیں معلوم کم بخت بہوؤں کو بے صبری کہاں کی پڑ جاتی ہے کہ جو کچھ ہونا ہو اِسی دم ہو جائے۔ بہوؤں میں ایک عیب چغلی کا ہوتا ہے جو بنیاد فساد ہے وہ یہ کہ سُسرال کی ذرا ذرا بات آکر ماں سے لگاتی ہیں اور مائیں خود بھی کھود کھود کر پوچھا کرتی ہیں۔ لیکن اس کہنے اور پوچھنے سے سوائے اس کے لڑائیاں پڑیں اور جھگڑے کھڑے ہوں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بعض بہوئیں اس طرح کی مغرور ہوتی ہیں کہ سُسرال میں کیسا ہی اچھا کھانا اور کیسا ہی اچھا کپڑا اُن کو ملے ہمیشہ نظر حقارت[1] سے دیکھتی ہیں۔ ایسی باتوں سے میاں کی دلشکنی[2] ہوتی ہے اصغری اِس کی تم کو بہت احتیاط چاہیئے۔ سُسرال کی ہر ایک چیز قابل قدر ہے اور تم کو ہمیشہ کھانا کھا کر اور کپڑا پہن کر بشاشت[3] ظاہر کرنی چاہیئے جس سے معلوم ہو کہ تم نے پسند کیا۔ نئی دلہن کو اس بات کا خیال بھی ضرور رکھنا چاہیئے کہ سُسرال میں بے دلی سے نہ رہے۔ اگرچہ اوپری ہونے کے سبب البتہ اجنبی[4] لوگوں میں جی نہیں لگتا لیکن جی کو سمجھانا چاہیئے نہ یہ کہ روتے گئے وہاں رہے تو روتے۔ جاتے دیر نہیں ہوئی آنے کا تقاضا شروع ہوا۔ رفتہ رفتہ[5] اُنس پیدا کرنے کے واسطے چالوں کا رواج بہت پسندیدہ ہے اِس سے زیادہ میکے کا شوق ظاہر کرنا سُسرال والوں کو ضرور ناپسند ہوتا ہے۔ گفتگو میں درجہ اوسط ملحوظ رہے یعنی نہ اتنی بہت کہ خود بخود بک بک نہ اتنی کم کہ غرور سمجھا جائے۔ بہت بکنے کا انجام رنجش ہوتا ہے جب رات دن کی بکواس ہوگی ہزار طرح کا تذکرہ ہوگا نہیں معلوم کس تذکرہ میں کیا بات منہ سے نکل جائے۔ نہ اتنی کم گوئی[6] اختیار کرنی چاہیئے کہ بولنے کے واسطے لوگ خوشامد اور منت[7] کریں۔ ضد اور اصرار کسی بات پر زیبا[8] نہیں۔ اگر کوئی بات تمہاری مرضی کے خلاف بھی ہو۔ اُس وقت ملتوی[9] رکھو۔ پھر کسی دوسرے وقت بطرز مناسب طے ہو سکتی ہے۔ فرمایش کسی چیز کی نہ کرنی چاہیئے۔ فرمایش کرنے سے آدمی

[1] ذلت کی نگاہ ۱۲ [2] یعنی میاں کا دل لٹ جاتا ہے اور اُسکو رنج ہوتا ہے ۱۲ [3] یعنی خوشی تمہارے چہرے سے ظاہر ہونی چاہئے ۱۲ [4] غیر ۱۲ [5] آہستہ آہستہ ۱۲ [6] کم بولنا ۱۲ [7] منت ۱۲ [8] مناسب ۱۲ [9] موقوف ۱۲

نظروں میں گھٹ جاتا اور اُس کی بات ہیٹی پڑ جاتی ہے۔ جو کام ساس نندیں کرتی ہیں۔ تمکو اپنے ہاتھوں سے کرنا عار نہ سمجھنا چاہیئے۔ چھوٹوں پر مہربانی اور بڑوں کا ادب ہر دلعزیز[1] ہونے کے واسطے بڑی عمدہ تدبیر ہے۔ اپنا کوئی کام دوسروں کے ذمے نہیں رکھنا چاہیئے اور اپنی کسی چیز کو بے خبری سے پڑا نہ رہنے دو کہ دوسرے اُس کو اُٹھا لیں گے۔ جب دو آدمی چپکے چپکے باتیں کریں اُن سے علیحدہ[2] ہو جانا چاہیئے پھر اُس کی تفتیش[3] بھی مت کرو کہ یہ آپس میں کیا کہتے تھے اور خواہ مخواہ یہ بھی مت سمجھو کہ کچھ ہمارا ہی تذکرہ تھا۔ اپنا معاملہ سب[4] سے ادب لحاظ کے ساتھ رکھو۔ جن لوگوں میں بہت جلد نہایت درجے کا اختلاط[5] پیدا ہو جاتا ہے اُسی قدر جلد اُن میں رنجش پیدا ہونے لگتی ہے۔ فقط۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہر روز بلا ضرورت بھی اس خط کو کم سے کم ایک دفعہ پڑھ لیا کرو تاکہ اس کا مطلب پیش نظر[6] رہے والدعا[7]

حررہٗ دور اندیش خاں

باپ کا خط پا کر اصغری کے دل میں جوش محبت نے عجیب اثر پیدا کیا اور بے اختیار رونے کو جی چاہا لیکن نئی بیاہی تھی سسرال میں رو نہ سکی۔ ضبط کو کام میں لائی اور باپ کے خط کو آنکھوں سے لگا بہت احتیاط سے وظیفے کی کتاب میں رکھ لیا ہر روز بلا ناغہ اُس کو پڑھتی اور اُس کے مطلب پر غور کیا کرتی تھی۔

باب دسواں بیاہ کے بعد اصغری کا برتاؤ اور بتدریج انتظام خانہ داری میں اُس کا دخل

جب تک اصغری نئی بیاہی ہوئی رہی تو اُس کا جی بہت گھبراتا تھا اسواسطے کہ دفعتہً ماں کا گھر چھوڑ کر نئے گھر اور نئے آدمیوں میں رہنا پڑا۔ یہ تو کام اور انتظام کی خوگر[8] تھی۔

[1] جسکو سب عزیز رکھیں ۱۲ [2] الگ ۱۲ [3] تلاش جستجو ۱۲ [4] بے تکلفی ۱۲ [5] آنکھوں کے آگے ۱۲ [6] یعنی اس کے سوا دعا ہے نا بس ۱۲ [7] اسکو لکھا ۱۲ [8] یعنی اُسکو تو کام کی عادت تھی ۱۲

بے شغل اس کو ایک گھڑی چین نہ تھا یا مہینوں بند کوٹھری میں چُپ چاپ بیٹھنا پڑا۔ ماں باپ کے گھر میں جو آزادی حاصل تھی باقی نہ رہی۔ یہاں سسرال میں آتے ہی اُس کی ہر ایک بات کو لوگ دیکھنے اور تاکنے لگے۔ کوئی مُنھ دیکھتا ہے کوئی چوٹی کی لمبان ناپتا ہے۔ کوئی قد کی اُٹھان کو ناپتا ہے۔ کوئی زیور ٹٹولتا ہے۔ کوئی کپڑے جانچتا ہے کھاتی ہے تو لقمے پر نظر ہے نوالہ کتنا بڑا لیا مُنھ کتنا کھولا کیونکر چبایا اور کس طرح نگلا۔ اُٹھتی ہے تو دیکھتے ہیں کہ دوپٹہ کیونکر اوڑھا۔ پائنچے کس طرح اُٹھائے۔ سوتی ہے تو وقت پر نگاہ ہے کس وقت سوئی کب اُٹھی۔ الغرض[1] جملہ حرکات[2] و سکنات اُس کی زیرنظر[3] تھیں۔ ایسی حالت میں اصغری کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ لیکن از بس کہ عاقلہ[4] اور تربیت یافتہ تھی ایسے سخت امتحان میں کامل نکلی اور سب ہوائیں اس کی سُسرال والوں کو بھائیں بات کی نہ تو اس قدر بہت کہ لوگ کہیں کیسی لڑکی ہے چار دن کی بیاہی ہوئی نے کس بلا کی بک بک لگا رکھی ہے۔ نہ اتنی کم کہ بد مزاج اور تورڑے[5] پیٹی سمجھیں۔ کھانا کھایا تو نہ اتنا زیادہ کہ محلے میں چرچا ہو نہ ایسا کہ ساس نندیں سر جھکا کر بیٹھ رہیں اور یہاں اثر نہ ہو۔ سوئی تو نہ اتنا سویرے کہ چراغ[6] میں بتی پڑی اللہ میری بخت جلی اور نہ اتنی دیر تک کہ گویا مُردوں سے شرط باندھ کر سوئی تھی۔ دستور ہوتا ہے کہ نئی دُلہن کو محلے کی لڑکیاں گھیرے رہا کرتی ہیں۔ اصغری کے پاس بھی جب دیکھو دس پانچ موجود۔ لیکن اصغری نے کسی سے خصوصیت پیدا نہ کی۔ اگر کوئی لڑکی تمام دن بیٹھی رہ گئی تو یہ نہ کہا کہ بُوا اپنے گھر جاؤ اگر کوئی نہ آئی تو اُس سے یہ نہ پوچھا کہ بُوا تم کہاں تھیں کیوں نہیں آئیں۔ اصغری کے اس طرز ملاقات اور طریقۂ مدارات سے رفتہ رفتہ لڑکیوں کا انبوہ[7] کم ہو گیا خصوصاً محلے کے کمینوں کی لڑکیاں تو چاٹ کی آشنا ہوتی ہیں جب اُنھوں نے دیکھا کہ نہ تو پان پر پان ملتا ہے نہ کچھ سودے سلف کا چرچا ہے کھسیانی ہو کر چھ سات دن میں آپ ہی آپ الگ ہو گئیں۔ اصغری نے پہلے اپنی نند محمودہ سے ربط بڑھایا۔

[1] رفتہ رفتہ ۱۲ [2] چلنا پھرنا۔ اُٹھنا بیٹھنا ۱۲ [3] نگاہ کے نیچے ۱۲ [4] عقل مند ۱۲ [5] خاص عورتوں کا محاورہ ہے تنک مزاج ۱۲ [6] کہاوت ہے ۱۲ [7] بھیڑ ۱۲

محمودہ لڑکی تو تھی ہی تھوڑے سے التفات میں رام[1] ہوگئی۔ دن بھر اصغری کے پاس گھسی رہا کرتی۔ بلکہ ماں کسی کسی وقت کہہ بھی اُٹھتی کہ اس بھاوج پر اتنی کیوں مہربان ہو۔ بڑی بھاوج کے تو سائے سے تم بھاگتی پھرتی تھیں۔ محمودہ اس کا جواب دیتی وہ تو ہم کو مارتی تھیں۔ ہماری چھوٹی بھابھی جان تو ہم کو پیار کرتی ہیں۔ محمودہ کی ملاقات سے اصغری نے اپنا خوب کام نکالا اوّل تو تمام گھر بلکہ تمام کنبے اور محلے کا حال محمودہ سے پوچھ پوچھ کر معلوم کیا اور جو بات شروع میں شرم ولحاظ کے سبب خود نہ کر سکتی محمودہ کے ذریعے سے کہا کرتی۔ اصغری نے گھر کے کام میں بتدریج اس طرح دخل دینا شروع کیا کہ تمام کو محمودہ سے روئی منگا کر چراغ کی بتیاں بٹ دیا کرتی۔ ترکاری بنا لیتی۔ محمودہ کا پھٹا اُدھڑا کپڑا سی دیتی۔ ساس اور میاں کے لئے پان بنا دیا کرتی۔ شدہ شدہ باورچی خانہ تک جانے اور ماما عظمت کو بھوننے بگھارنے میں صلاح دینے لگی۔ یہاں تک کہ اصغری کی رائے پر کھانا پکنے لگا جب سے اصغری نے کھانے میں دخل دینا شروع کیا گھر والوں نے جانا کہ کھانا بھی عجب نعمت ہے پھر تو یہ حال ہو گیا کہ جس دن اصغری کسی وجہ سے ماما عظمت کی صلاح کار نہ ہوتی۔ کھانا پھیکا پھیکا پھرتا۔

باب گیارھواں۔ اصغری نے گھر کی ماما عظمت کی چوری پکڑی وہ لگی اُس سے دشمنی کرنے

ساس بہوؤں کی لڑائی بھی کچھ معمولی سی بات ہے اصغری یوں لڑنے کے قابل نہ تھی تو اُس کا ہنر باعث فساد ہوا ماما عظمت اس گھر میں ایسی دخیل کار[2] تھی کہ کُل کاموں کا مدار ایک اس ماما پر تھا۔ سودا سلف۔ کپڑا غرض۔ جو کچھ بازار سے آتا سب ماما عظمت کے ہاتھوں آتا زیور تک ماما عظمت بنوا کر لاتی۔ جس چیز کی ضرورت ہوتی تو بھی ماما عظمت کی

[1] ہلگئی۔ مانوس ہوگئی تابعدار بنگئی ۱۲ [2] یعنی گھر کے سارے کام اسپر موقوف تھے یہی کرے تو ہوں ورنہ بند ۱۲

معرفت لیا جاتا ۔ غرض کہ ماما عظمت مردوں کی طرح اس گھر کی منتظم تھی ۔ جب سے اصغری نے کھانے میں دخل دیا تو ماما عظمت کا غبن[1] ظاہر ہونے لگا ۔ ایک دن پسندوں[2] کے کباب پک رہے تھے اور اصغری باورچی خانے میں بیٹھی ہوئی ماما کو بتاتی جاتی تھی ۔ جب گوشت پسکر تیار ہوا اور دہی مصالح ملنے کا وقت آیا اصغری نے ماما سے کہا دہی مجھ کو چکھا لو کھٹا اور باسی ہوگا تو کباب بگڑ جائینگے ۔ ماما نے دہی کا دونا[3] نکال اصغری کے ہاتھ میں دیا اصغری نے چکھا تو کھٹا چوکا[4] کئی دن کا باسی نیلا نیلا پانی الگ اور دہی کی پھٹکیاں[5] پھٹکیاں الگ ۔ اصغری نے کہا اے ہے کیسا بُرا دہی ہے یہ تو ہرگز کبابوں میں ڈالنے کے لایق نہیں ماما جلد جاؤ اور ٹکے کا اچھا تازہ میٹھا دہی دیکھ کر لاؤ ۔ ماما نے کہا اوئی بیوی سیر بھر گوشت کے کبابوں میں ٹکے کا دہی اونٹ[6] کے منہ میں زیرا کیا ہوگا ۔ یہ دہی جو تم نے ناپسند کیا ایک آنے کا ہے ۔ اصغری کو سُن کر حیرت ہوئی اور بولی کہ ہمارے گھر تو آئے دن کباب پکتے رہا کرتے تھے ہمیشہ سیر بھر گوشت میں ڈیڑھ پیسے کا دہی پڑتا تھا اس حساب سے تو ٹکے کا میں نے زیادہ سمجھ کر منگوایا کہ کباب خوب نرم اور سُرخ ہوں ۔ ماما نے کہا بیوی تم اپنے محلے کا حساب کتاب رہنے دو ۔ بھلا کہاں چاندنی[7] چوک اور کہاں ترکماں دروازہ جو چیز چاندنی چوک میں پیسے کی ہے وہ یہاں ایک آنے کو بھی تو نہیں ملتی ۔ یہ خاک ملا محلہ تو اُجڑی نگری سونا دیس[8] ہے یہاں ہر چیز کا توڑا ۔ ہر شے کا قحط رہتا ہے چونکہ کھانے میں دیر ہوتی تھی اصغری یہ سنکر چُپ ہو رہی اور ماما سے کہا خیر جتنے کا ملتا ہو جلد لاؤ ۔ لیکن اصغری ایسی بھولی نہ تھی کہ ماما کی بات کو تسلیم[9] کر لیتی ۔ اپنے دل میں کہنے لگی ضرور دال میں[10] کچھ کالا ہے دمڑی چھدام کا فرق ہو تو مضائقہ نہیں یہ غضب کہ ایک شہر کے دو محلوں میں دُگنے چوگنے کا فرق ۔ اس وقت سے اصغری بھی ناک میں ہوئی ۔ اگلے دن ماما پان لائی تھی ۔ اصغری نے دیکھکر کہا

---

[1] چوری ۱۲ [2] گوشت کے پارچے قیمہ کئے ہوئے ۱۲ [3] پتوں کا پیالہ ۱۲ [4] چونا بولتے ہیں مگر چوکا ایک گھاس ہوتی ہے بہت ہی ترش ۱۲ [5] چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ۱۲ [6] کہاوت ہے ۱۲ [7] چاندنی چوک بیچ دلی ہے اور ترکماں دروازہ شہر کا دکھن کنارہ ۱۲ [8] کہاوت ہے ۱۲ [9] مان لیتی ۱۲ [10] یعنی ماما جو دہی کم لائی اس میں ضرور شبہ کی بات ہے ۱۲

کیسا ! تم تو بالکل ہرے پتے اُٹھا لاتی ہو ان میں نہ تو کچھ لذّت ہوتی ہے نہ کچھ مزہ ملتا ہے ۔ اب تو جاڑے کی آمد ہے کرارے پکّے پان ڈھونڈ کر لایا کرو ۔ ماما نے کہا کہ پکّے پان تو پیسے کے دو آتے ہیں اور یہاں اللہ رکھے آدمی ڈھولی روز کا خرچ ہے اس خیال سے میں نئے پان لاتی ہوں ۔ اتنے میں اصغری کے گھر سے اس کی اپنی ماما کفایت نساء خیر صلاح کی خبر کو آ نکلی پانوں کا تذکرہ تو درپیش تھا ہی اصغری نے اپنی ماما سے پوچھا کیوں بی کفایت نسا تم کو آج کل کیسے پان ملتے ہیں ۔ کفایت نسا نے کہا بیوی پیسے کے بارہ ۔ اصغری نے صندوقچہ کھول دو پیسے کفایت نساء کے ہاتھ دئیے اور کہا اسی محلے کی تنبولن سے پان لے آ ۔ کفایت نساء بڑے بڑے کرارے دلدار[1] تیس پان لے آئی ۔ اصغری نے کہا چاندی چوک کی نسبت بھی پیسے پیچھے تین پان زیادہ ملے ۔ کفایت نساء نے کہا بیوی یہ محلہ شہر کا پھاٹک ہے جو چیز شہر میں آتی ہے ۔ اسی دروازے سے آتی ہے ۔ گوشت ۔ اناج ۔ پان یہ چیزیں اس محلے میں سستی ملتی ہیں ۔ البتہ ہری ترکاری سبزی منڈی سے سیدھے کابلی دروازے ہو کر شہر میں جاتی ہے ۔ وہ کسی قدر مہنگی ملتی ہوگی ۔ پرانے پان تیس[2] ملے نئے لیتی تو چالیس ملتے ۔ اصغری نے کہا یہ نامراد ماما عظمت تو ہر چیز میں یوں ہی آگ لگاتی ہے ۔ کفایت نسا تم دو چار دن یہاں رہو میں اماں سے کہلا بھیجوں گی وہاں کا کام دو چار دن کے لئے ہر کوئی دیکھ بھال لے گا ۔ کفایت نساء نے کہا بیوی میں حاضر ہوں خدا نہ کرے کیا یہاں وہاں دو دو گھر ہیں ۔ غرض چار دن کفایت نساء کے ہاتھوں ہر طرح کا سودا بازار سے آیا اور ہر چیز میں ماما عظمت کا غبن ثابت ہوا لیکن یہ سب باتیں اس طرح پر ہوئیں کہ اصغری کی ساس کو خبر تک نہ ہوئی اصغری نے جانا یا کفایت نساء نے یا ماما عظمت نے اس واسطے کہ اصغری بہت مروت اور لحاظ والی عورت تھی اس نے سمجھا کہ اس بڑھیا ماما کو بدنام اور رسوا کرنے سے کیا فائدہ ۔ رات کے وقت کھانے سے فارغ ہو کر کوٹھے پر اصغری پان کھا رہی تھی کفایت نساء بھی پاس بیٹھی ہوئی تھی اتنے میں ماما عظمت آئی کفایت نساء نے کہا کیوں بوا عظمت یہ کیا ماجرا ہے چوری کون نوکر نہیں کرتا دیکھو یہ گھر والی موجود ہیں ۔

---

[1] دل دار یعنی بڑے موٹے ۱۲ [2] حال ۱۲

سات برس تک برابر ان کی خدمت کی ۔ کئی کئی برس سے گھر کا کاروبار سب یہ اٹھائے
ہوئے تھیں اللہ رکھے امیر گھر اور امیری خرچ ہزاروں روپئے کا سودا ۔ ان ہی
ہاتھوں سے آیا حق دستوری[1] یہ کیوں کر کہوں کہ نہیں لیا اتنا لینا تو ہم نوکروں کا دھرم ہے
چاہے خدا بخشے چاہے مارے لیکن اس سے زیادہ تو ہضم نہیں ہو سکتا ۔ آگے بڑھ کر
نمک حرامی میں داخل ہے ۔ عظمت نے کہا بوا میرا حال کون نہیں جانتا اب میری بلا
چھپائے ہاں میں تو چُراتی اور لوٹتی ہوں لیکن نہ آج سے بلکہ سدا سے میرا یہی کام ہے
ذرا میری حالت پر بھی تو نظر کرو کہ اس گھر میں کس بلا کا کام ہے ۔ اندر باہر میں اکیلی دمی[2]
چار نوکروں کا کام میرے اکیلے دم پر پڑتا ہے ۔ پھر بوا بے مطلب تو کوئی اپنی ہڈیاں
یوں نہیں پیلتا ۔ بیوی کئی مرتبہ مجھ کو موقوف بھی کر چکی ہیں پھر آخر مجھ ہی کو بلوایا سمجھ کا
پھیر ہے کوئی یوں سمجھا کوئی یوں سمجھا ۔ چار آدمی کے بدلے میں اکیلی ہوں چار کی تنخواہ
بھی مجھ اکیلی کو ملنی چاہئے ۔ اس ماما عظمت کی حقیقت اس طرح پر ہے کہ یہ عورت پچیس
برس سے اس گھر میں تھی اور ہمیشہ لوٹنے پر آتارو[3] ایک دن کی بات ہو تو چھپ چھپا جائے
آئے دن اس پر شبہ ہوتا رہتا تھا مگر تھی چالاک گرفت[4] میں نہیں آتی تھی ۔ کئی مرتبہ نکالی
گئی جب موقوف ہوئی ۔ بنیے ۔ بزاز ۔ سنار ۔ قصائی ۔ کنجڑے ۔ جن جن سے اس کی معرفت
اجابت ۔ قرض اُٹھتی تھی تقاضے کو آموجود ہوئے ۔ اس ڈر کے مارے پھر بلائی جاتی تھی ۔
یوں چوری اور سرزوری ماما عظمت کی تقدیر میں لکھی تھی ۔ جتا کر لیتی اور بتا کر چُراتی ۔ دکھا کر
نکالتی ۔ اور لکھا کر مکر جاتی ۔ گھر میں آمدنی کم اور عادتیں بگڑی ہوئیں ۔ کھانے میں امتیاز
کپڑے میں تکلف ۔ سب کارخانہ قرض پر تھا اور قرض کی آڑھت[5] ماما عظمت کے دم سے
تھی ۔ کھلے[6] خزانے کہتی تھی کہ میرا نکلنا آسان بات نہیں ۔ گھر نیلام کرا کے نکلوں گی ۔

---

[1] نوکروں کا دستور ہوتا ہے کہ پیسہ روپیہ ٹکا روپیہ جیسا قاعدہ ہو حق الخدمت لیا کرتے ہیں اسکو دستوری کہتے ہیں ۱۲ [2] مراد یہ ہے کہ اتنی محنت نہیں کرتا ۱۲ [3] اکڑی ہوئی ۔ ہر وقت تیار ۱۲ [4] پکڑ ۱۲ [5] یعنی قرض اسکی معرفت آتا تھا ۱۲ [6] صاف صاف ۱۲

اینٹ سے اینٹ بجا کر جاؤں گی۔ اصغری نے جو حساب کتاب میں روک ٹوک شروع کی تو ماما عظمت اصغری کی جانی دشمن ہوگئی اور اپنے بچاؤ کے لئے یا بدلہ لینے کی نظر سے تدبیریں سوچنے لگی اور اس فکر میں ہوئی کہ محمد کامل اور اس کی ماں سے اصغری کو برا بنائے۔ اصغری کو اس کی مطلق خبر نہ تھی بلکہ اصغری نے جب دیکھا کہ ماما گھر کی مختارِ کل ہے نہ اپنی عادت سے باز آئے گی نہ نکلے گی تو اپنے جی میں کہا کہ پھر ناحق کی جھک جھک سے کیا فائدہ میں مفت میں ماما سے کیوں بری بنوں۔ باورچی خانے کا جانا اور کھانے میں دخل دینا بالکل موقوف کیا۔ گھر والوں کو تو اصغری کے ہاتھ کی چاٹ لگ گئی تھی پہلے ہی وقت سے منہ بنانے لگے۔ کوئی کہتا اے ہے گوشت منہ میں کچر کچر ہوتا ہے۔ کوئی کہتا دال میں نمک زہر ہوگیا ہے زبان پر نہیں رکھی جاتی۔ لیکن اصغری سے کون کہہ سکتا تھا کہ تم کھانا پکاؤ۔ مجبور جیسا برا بھلا ماما عظمت پکا ریندھ کر رکھ دیتی کھانا ہی پڑتا تھا۔

باب بارھواں اصغری پر ماما کا پہلا وار

ایک دن برسات کے موسم میں بادل گھرا ہوا تھا ننھی ننھی پھوار پڑ رہی تھی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ محمد کامل نے کہا آج تو کڑھائی[1] کو دل چاہتا ہے۔ لیکن بشرطیکہ تمیز دار بہو اہتمام کریں۔ اصغری کوٹھے پر رہا کرتی تھی اس کو خبر نہیں کہ محمد کامل نے کڑھائی کی خواہش کی۔ ماما عظمت گھی۔ شکر۔ بیسن وغیرہ سامان لے آئی اور محمد کامل سے کہا صاحبزادے لیجئے سب سودا تو میں لے آئی۔ جاؤں بہو صاحب کو بلا لاؤں۔ کوٹھے پر گئی تو اصغری سے کڑھائی کا کچھ تذکرہ تک نہیں کیا اسی طرح الٹے پاؤں اتر آئی اور کہا بہو کہتی ہیں میرے سر میں درد ہے ماما عظمت سے معمولی کھانا تو پک نہیں سکتا تھا کڑھائی کیا خاک تلتی۔ سب چیزوں کا ستیاناس ملا کر رکھ دیا۔ کس چاؤ[2] سے تو محمد کامل نے فرمائش کی تھی بدمزہ پکوان کھا کر بہت اداس ہوا۔ کوٹھے پر گیا تو بی بی کو دیکھا بیٹھی ہوئی اپنا پائجامہ

---

[1] گلگلے۔ پوریاں۔ سموسے۔ بڑے۔ اندرسے کی گولیاں اس قسم کے پکوان جو کڑھائی میں تلے جاتے ہیں ۱۲

[2] آرزو۔ ارمان ۱۲

سی رہی ہیں۔ جی ہی جی میں ناخوش ہوا کہ اپنے سینے کو سر میں درد نہیں اور ذرا کڑھائی کو کہا تو درد سر کا بہانہ کر دیا۔ یہ پہلی ناخوشی محمد کامل کو اصغری سے پیدا ہوئی۔ اور دستور ہے کہ میاں بیوں میں بگاڑ اسی طرح کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں پیدا ہوا کرتا ہے۔ از بس کہ اکثر چھوٹی سی عمر میں بیاہ ہو جاتا ہے خدا کے فضل سے عقل مصلحت اندیش[1] نہ میاں میں ہوتی ہے نہ بی بی میں۔ اگر ذرا سی بات بھی خلاف مزاج دیکھی تو میاں اپنے کو اکڑے بیٹھے ہیں اور بی بی الگ منھ اوندھائے[2] لیٹی رہیں۔ اور جب ایک جگہ کا رہنا سہنا ہوا تو مخالفت کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا پیشتر[3] واقع ہونا کیا تعجب ہے۔ یہ مخالفت کثرت سے ہوتے ہوتے دونوں طرف سے لحاظ و پاس اٹھ جاتا ہے اور تمام عمر جوتیوں میں دال بٹتی[4] رہتی ہے۔ سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ میاں بی بی شروع سے اپنا معاملہ ایک دوسرے کے ساتھ صاف رکھیں اور ادنیٰ رنجش کو بھی پیدا نہ ہونے دیں ورنہ یہی چھوٹی چھوٹی رنجشیں جمع ہو کر آخر کو فساد عظیم[5] ہو جائیں گی۔ اور رنجش کو پیدا نہ ہونے دینے کی یہ حکمت ہے کہ جب کوئی ذرا سی بات بھی خلاف مزاج واقع ہو اُس کو دل میں نہ رکھا رو در رو[6] کہہ کر صاف کر لیا۔ اگر محمد کامل بی بی سے بطور شکایت پوچھتا کہ کیوں صاحب ذرا سا کام تم سے نہ ہو سکا اور درد سر کا بہانہ کر دیا اُسی وقت دو چار باتوں میں معاملہ طے ہو جاتا اور ماما عظمت کی فطرت[7] کھل پڑتی۔ لیکن محمد کامل نے منھ پر تو لگائی مہر اور دل میں دفتر شکایت لکھ چلا۔ اصغری کو محمد کامل کی کم التفاتی[8] سے کھٹکا ہوا اور سمجھی کہ خدا خیر کرے لڑائی[9] کا آغاز نظر آتا ہے۔ ساس کو دیکھا تو اُن کو بھی کسیقدر مکدر[10] پایا۔ حیرت میں تھی کہ الٰہی کیا ماجرا ہے۔

باب تیرھواں۔ اصغری پر ماما کا دوسرا وار

رمضان کا مہینہ قریب ہے؟ تھا

ابھی یہ بات طے نہیں ہوئی تھی کہ ماما عظمت نے ایک شرارت اور کی رمضان کا قرب[11] تھا

۱ مناسب بات کی سوچنے والی ۱۲ ۲ الٹا کئے ۱۲ ۳ اکثر ۱۲ ۴ یعنی لڑائی ہوا کرتی ہے ۱۲ ۵ بڑا فساد ۱۲ ۶ منھ در منھ بھی بولتے ہیں ۱۲ ۷ چالاکی ۱۲ ۸ کم توجہی ۱۲ ۹ شروع ۱۲ ۱۰ ناصاف روٹھا ہوا ۱۲ ۱۱ یعنی رمضان کا مہینہ نزدیک آ لگا تھا ۱۲

محمد کامل کی ماں نے ماما عظمت سے کہا کہ ماما رمضان آتا ہے ابھی سے سب تیاری کر چلو۔ برتن چھوٹے بڑے سب قلعی کرانے ہیں۔ مکان میں برس بھر ہوا سفیدی نہیں ہوئی۔ لالہ ہزاری مل سے کہو کہ جس طرح ہو سکے کہیں سے پچاس روپے دے عید کا خرچ سر پر چلا آتا ہے۔ ماما عظمت بولی کہ تمیزدار ہو اپنی ماں کے یہاں مہمان جائیں گی اور سنا ہے تحصیلدار[۱۰] ابھی آنے والے ہیں ضرور دونوں بیٹیوں کو بلا بھیجیں گے بلکہ ایک جگہ تو اس بات کا بھی مذکور تھا کہ تمیزدار بہو کا ارادہ ہے باپ کے ساتھ چلی جائیں۔ بہو جائیں گی تو چھوٹے صاحب زادے بھی جائیں گے پھر بیوی تمہارا اکیلا دم ہے۔ مکان میں سفیدی ہو کر کیا ہوگی اور برتن قلعی ہو کر کیا ہوں گے۔ ہزاری مل کم بخت تو ایسا بے مروت ہو گیا ہے کہ ہر روز تقاضے کو اُس کا آدمی دروازے پر کھڑا رہتا ہے اور قرض کیوں کر دے گا۔ محمد کامل کی ماں یہ سُن کر سرد[۱۱] ہو گئی اور سرد ہونے کی بات ہی تھی میاں تو جس دن سے لاہور گئے پھر کر گھر کی شکل نہ دیکھی چھٹے مہینے برسویں دن جی میں خیال آگیا تو کچھ خرچ بھیج دیا ورنہ کچھ سروکار[۱۲] نہیں۔ محمد عاقل ماں سے الگ ہو ہی چکا تھا صرف محمد کامل کا دم گھر میں تھا اس کے گئے پیچھے مطلع[۱۳] صاف تھا۔ محمد کامل کی ماں نے ماما سے پوچھا اری سچ بتا تمیزدار بہو ضرور جائیں گی۔ ماما بولی بیوی جانے نہ جانے کی تو خدا جانے جو سنا تھا سو کہہ دیا۔ محمد کامل کی ماں نے پوچھا اری کمبخت کس سے سنا کیوں کر معلوم ہوا۔ ماما بولی سننے کی جو پوچھو تو کفایت نسا سے میں نے دو روپیہ قرض مانگے تھے اُس نے کہا میں دے تو دیتی لیکن پہاڑ پر جانے والی ہوں۔ تب میں نے اس سے حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ سب بات ٹھیک ٹھاک ہو چکی ہے بس اتنی دیر ہے کہ تحصیلدار آئیں۔ عید کی صبح کو یہ سب لوگ روانہ ہو جائیں گے اور سننے پر کیا منحصر ہے۔ خدا کو دیکھا نہیں تو عقل سے پہچانا ہے۔ بیوی کیا تم کو تمیزدار بہو کے ڈھنگوں سے نہیں سمجھ پڑتا دیکھو پہلے تو بہو گھر کا کام کاج بھی دیکھتی بھالتی تھیں اب تو کوٹھے پر سے نیچے اُترنا بھی قسم ہے۔ خط پر خط باپ کے نام چلے جاتے ہیں۔ سوائے جانے

[۱۰] اکبری اصغری کے باپ [۱۱] ڈر کے مارے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے [۱۲] تعلق، پروا [۱۳] جس جگہ چاند سورج یا کوئی اور ستارہ نکلتا ہو وہ اُس کا مطلع بولا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ محمد کامل کے گئے پیچھے گھر میں کوئی مرد نہ تھا۔

کے ایسا اور کونسا معاملہ ہے۔ محمد کامل کی ماں یہ حال سن کر سناٹے[۱] میں رہ گئی۔ اور اسی سوچ میں بیٹھی تھی کہ محمد کامل باہر سے آیا۔ محمد کامل کو پاس بلا کر پوچھا کہ محمد کامل ایک بات پوچھتی ہوں۔ سچ سچ بتاؤ گے۔ محمد کامل نے کہا اماں بھلا ایسی کون بات ہے جو تم سے چھپاؤں گا۔ محمد کامل کی ماں نے جو کچھ ماما سے سنا تھا حرف بحرف محمد کامل سے کہا۔ محمد کامل نے کہا اماں میں سچ کہتا ہوں مجھ کو اس کی مطلق خبر نہیں۔ نہ مجھ سے تمیزدار بہو نے اس کا تذکرہ کیا محمد کامل کی ماں بولی ہمارے سامنے کا بچہ اور ہم ہی سے باتیں بناتا ہے۔ اتنی بڑی بات اور تجھ کو خبر نہیں۔ محمد کامل نے کہا تم کو تو یقین نہیں آتا۔ تمہارے سر کی قسم[۲] مجھ کو معلوم نہیں۔ اتنے میں ماما بھی آنکلی۔ محمد کامل کی ماں نے کہا کیوں بی عظمت محمد کامل تو کہتا ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ ماما نے کہا میاں تم برا مانو یا بھلا مانو تمہاری بیوی جانے کی تیاریاں تو کر رہی ہیں تم سے شاید چھپاتی ہوں۔ یہ مزاجدار بہو ہوں کہ ان کے پیٹ میں بات نہیں سماتی تھی۔ یہ تمیزدار بہو ہیں کہ کسی کو اپنا بھید نہ دیں۔ محمد کامل کی ماں نے پوچھا بھلا محمد کامل اگر یہ بات سچ ہو تو تمہارا کیا ارادہ ہے۔ محمد کامل نے کہا بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ تم کو اکیلا چھوڑ کر چلا جاؤں گا اور تمیزدار بہو کی بھی ایسی کیا زبردستی ہے کہ بن پوچھے گچھے چلی جائیں گی۔ اور میں آج تمیزدار بہو سے پوچھوں گا کہ کیوں جی یہ کیا بات ہے۔ محمد کامل کی ماں نے کہا اس نامراد ماما کی بات کا کیا اعتبار ہے ابھی بہو سے کچھ ذکر مذکور مت کرو۔ جب بات تحقیق ہو جائے گی اس وقت دیکھا جائے گا۔ اس طرح کی باتوں سے ماما عظمت اصغری کو ساس اور میاں سے برا بنانے کی فکر میں تھی اور اصغری سے ہر چند کسی نے کچھ کہا سنا نہیں لیکن وہ بھی ان سب کے تیانے[۳] سے سمجھ گئی تھی کہ ضرور کچھ کشیدگی[۴] ہے۔ اصغری کے پاس محمودہ بڑی جاسوس تھی ذرا ذرا سی بات اصغری سے کہتی اور ماما کی بدذاتی سب اصغری پر کھل گئی تھی۔ لیکن اصغری ایسی احمق نہ تھی کہ جلد بگڑ بیٹھتی۔ وہ اس فکر میں ہوئی کہ اس معاملہ میں اپنی طرف سے کچھ کہنا سننا مناسب نہیں آخر کبھی نہ کبھی بات کھلے گی۔ اصغری نے اپنے دل میں کہا کہ

۱ے چپ چاپ ۱۲ ۲ے اگرچہ خدا کے سوا دوسرے کی قسم کھانا شرعاً منع ہو مگر افسوس کی بات ہو کہ مسلمان اعتبار نہیں کرتے خصوصاً عورتیں ۱۲ ۳ے صورت شکل ۱۲ ۴ے رکاوٹ۔ کھنچاؤ ۱۲ ۵ے جو دوسروں کو بھید بتایا پھرے ۱۲

بھلا عظمت رہ تو سہی ان شاء اللہ تعالیٰ تجھ کو بھی کیسا سیدھا بناتی ہوں۔ اب یہاں تک تیرے مغز چل گئے ہیں کہ گھر کے گھر میں فساد ڈلواتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تجھ کو وہاں ماروں کہ پانی نہ ملے اور ایسا تجھ کو اُجاڑوں کہ پھر اس محلے میں آنا نصیب نہ ہو۔ ماما عظمت کی شامت سر پر سوار تھی تیسرا وار اصغری پر اور بھی کیا۔

باب چودھواں اصغری پر ماما کا تیسرا وار

ہزاری مل کی تو عادت تھی جب کبھی ماما عظمت کو اپنی دکان کے سامنے سے آتے جاتے دیکھتا تو اوبڈا کر چھیڑتا کہ کیوں بابا ہمارے حساب کتاب کا بھی کچھ فکر ہے [1] ساتویں آٹھویں گھر پر تقاضا کہلا بھیجتا۔ ایک دن حسب معمول ماما عظمت سودے سلف کو باہر جاتی تھی ہزاری مل نے ٹوکا۔ ماما بولی اے لالہ یہ کیا تم نے مجھ سے آئے دن کی چھیڑ خانی مقرر کی ہے جب مجھ کو دیکھتے ہو تقاضا کرتے ہو جن کو دیتے ہو اُن سے مانگو اُن پر تقاضا کرو میں بے چاری غریب آدمی ٹکے کی [2] اوقات مجھ سے اور مہاجنوں کے لین دین سے واسطہ۔ ہزاری مل نے کہا یہ بات تم نے کیا کہی کہ مجھ سے واسطہ نہیں۔ دکان سے تو تم لے جاتی ہو ہاتھ کو ہاتھ پہچانتا ہے ہم تو تم کو جانتے ہیں اور تمہاری ساکھ [3] پر دیتے ہیں۔ ہم گھر والوں کو کیا جانیں۔ ماما نے کہا اے لالہ ہوش میں آؤ ایسے گھر کے بھولے۔ میری ایسی کیا حیثیت تم نے دیکھ لی میرے پاس نہ جائداد نہ دولت اور تم نے سینکڑوں روپیے آنکھ بند کر کے مجھ کو دے دیئے۔ اور اگر مجھ کو دیا ہے تو تم کو بھی قسم ہے جاؤ مجھی سے لے بھی لینا میرے جو محل کھڑے ہوں گے سرکار میں عرضی لگا کر نیلام کرا لینا ماما کی ایسی اُکھڑی اُکھڑی باتیں سن کر۔ ہزاری مل بہت ست پٹایا [4] اور لگا ماما سے ملاوٹ کی باتیں کرنے کہ آج تو تم کسی سے لڑ کر آئی معلوم ہوتی ہو۔ بتاؤ تو کیا بات ہے۔ بیوی صاحب نے کچھ کہا یا صاحبزادے کچھ خفا ہوئے۔ یہاں تو آؤ بات تو سنو۔ ادھر تو ماما سے یہ کہا۔ اور اُدھر دکان پر جو لڑکا بیٹھا تھا ایک پیسہ اُس کے ہاتھ دیا کہ دوڑ کر دو گلوریاں تو بنوا کر لا اور دیکھ ذرا سا

[1] ضرور۔ خواہی نخواہی ۱۲ [2] یعنی دو پیسہ کی حیثیت ۱۲ [3] اعتبار ۱۲ [4] گھبرایا ۱۲

زردہ بھی الگ ہتیلی میں لیتا آئیو۔ جب ماما بیٹھ گئی تو پھر ہزاری مل نے ہنس کر پوچھا معلوم ہوتا ہے آج ضرور کسی سے لڑی ہو۔ ماما نے کہا خدا نہ کرے کیوں لڑنے لگی۔ بات پر بات میں سنے بھی کہ رتی برابر جھوٹ کہا ہو تو لو میرا کان پکڑ دو۔ ہزاری مل۔ یہ تو ٹھیک ہے بھوار تو مالک کے ساتھ ہے پر تمہارے ہاتھوں سے ہوتا ہے یا نہیں نہ ہمارے نام رقعہ نہ چٹھی تم نے مالک کے نام سے جو مانگا سو دیا۔ ماما ہاں یوں رہو۔ اس سے میں کب مکرتی ہوں جھلے گئی ہوں ہزاروں میں کہہ دوں لاکھوں میں کہہ دوں اور ہماری بوی بھی (روئیں روئیں سے دُعا نکلتی ہے) بیچاری کبھی تکرار نہیں کرتیں۔ ہزاری مل۔ ماما۔ بیگم صاحب[1] تو حقیقت میں بڑی امیر ہیں۔ واہ کیا بات ہے۔ پھر ہزاری مل نے آہستہ سے پوچھا چھوٹی بہو صاحب کا کیا حال ہے کیسی ہیں۔ اپنی بڑی بہن کے ڈھنگوں پر ہیں یا اور طرح کا مزاج ہے ماما لالہ کچھ نہ پوچھو۔ بیٹی تو امیر گھر کی ہیں پر دل کی بڑی تنگ ہیں۔ دمڑی کا سودا بھی جب تک چار مرتبے پھیر نہ لیں پسند نہیں آتا۔ ہاں خدا رکھے ہنر سلیقہ تو دنیا کی بہو بیٹیوں سے بڑھ چڑھ کر ہے کھانا عمدہ سے عمدہ۔ سینے میں درزیوں اور مغلانیوں کو مات کیا ہے لیکن لالہ امیری کی بات نہیں۔ اول اول تو مجھ پر بھی روک ٹوک شروع کی تھی۔ سو لالہ تم تو جانتے ہو میرا کام کیسا بے لاگ ہوتا ہے۔ آخر کو تھک کر بیٹھ رہیں۔ بیگم صاحب تو اولیا[4] آدمی ہیں اور ان ہی کے دم قدم کی برکت سے گھر چلتا ہے۔ ہم غریب بھی اُن ہی کا دامن پکڑے ہوئے ہیں۔ بہتیرا لوگوں نے بیگم صاحب کو بھڑکایا لیکن خدا سلامت رکھے اُن کے دل پر میل نہ آیا اور اُسی طرح کا کام اُنھوں نے منھ پر نہ رکھا۔ ہزاری مل۔ سنا ہے چھوٹی بہو صاحب کو بڑا بھاری جہیز ملا۔ ماما نے چھوٹتے ہی کہا۔ خاک۔ بڑی سے بھی اُترتا ہوا۔ ہزاری مل۔ بڑا تعجب ہے ان کے بیاہ کے وقت تو خاں صاحب تحصیلدار تھے۔ بڑی بیٹی سے زیادہ دینا لازم تھا۔ ماما اے ہے تحصیلدار کا کچھ دوش[2] نہیں اس بیچارے نے تو بڑی بڑی تیاریاں کی تھیں۔ یہی چھوٹی کھوٹی۔ مونھ بولی[3] تھیں۔ اماں باوا کی خیر خواہی کے مارے کہہ کہہ کر سب چیزیں کم کرائیں

[1] محمد عاقل کی ماں مراد ہیں ۱۲ [2] قصور ۱۲ [3] کواری لڑکی جو اپنے بیاہ برات کی بات میں دخل دے ۱۲ [4] ولیا جمع ہے ولی کی لیکن مفرد کی جگہ بھی مستعمل ہے

ہزاری مل ۔ اگر یہی حال ہے تو بڑی بہن کی طرح یہ بھی الگ گھر کریں گی ۔ ماما الگ گھر کرنا کیسا
یہ تو بڑے گل کھلائیں گی ۔ بڑی بہو بدمزاج تھیں ۔ لیکن دل کی صاف اور یہ زبان کی میٹھی
اور دل کی کھوٹی ۔ کوئی کیسا ہی جان مار کر کام کرے ان کی خاطر تلے نہیں آتا ۔ بات بھی
کہیں گی تو تہ کی ۔ منہ پر کچھ دل میں کچھ ۔ نا بابا یہ عورت ایک دن نباہ کرنے والی نہیں ۔ اب
تو پہاڑ پر باپ پاس جانے کی تیاریاں کر رہی ہیں ۔ ہزاری مل لاہور سے ان دنوں کوئی
خط آیا ۔ ماما ۔ ہر روز انتظار رہتا ہے ۔ نہیں معلوم کیا سبب ہے ۔ کوئی خط نہیں آیا ۔ بیوی خرچ
کی راہ دیکھ رہی ہیں ۔ رمضان سر پر آرہا ہے ۔ بلکہ پرسوں اترسوں مجھ سے کہتی تھیں ہزاری مل
سے پچاس روپیے اور قرض لانا ۔ ہزاری مل قرض کا نام سن کر چونک پڑا اور کہا پچھلا حساب
چکا دیں تو آگے کو کیا انکار ہے بڑی بی دیکھنا بیگم صاحب سے اچھی طرح پر سمجھا کر کہہ دینا کہ
جہاں سے بن پڑے روپیے کا فکر کریں اب میرے ساجھی میرے روئے نہیں رکتے ایسا
نہ ہو کل کلاں کو مجھے بات دینی آجائے ۔ ماما تمہارا روپیہ خدا ہی نکلوائے گا تو نکلے گا ۔
بیگم صاحب کہاں سے دیں گی ۔ ہاں ہاں تو قرض دار ہو رہی ہیں ۔ مودی بھی الگ جان کھاتا
ہے ۔ بزاز جدا غل مچاتا ہے ۔ ہزاری مل ۔ مجھ کو دوسرے لین داروں سے کیا واسطہ ہماری
دکان کا حساب تو بیگم صاحب کو بے باق کرنا ہی پڑے گا ۔ میں تو بیگم صاحب کی سرکار کا بڑا
لحاظ کرتا ہوں لیکن میرا ساجھی چھدامی لال اب کسی طرح نہیں مانتا ۔ اگر وہ یہ حال سن پائے
تو آج نالش کر دے ۔ ماما یہ سب حال بیگم صاحب سے کہہ تو میں دوں گی لیکن گھر کا ذرا
ذرا احوال مجھ کو معلوم ہے ۔ نالش کرو فریاد کرو نہ روپیہ ہے نہ دینے کی گنجایش ۔ روپیہ ہوتا
تو قرض کیوں لیا جاتا ۔ اتنی باتوں کے بعد ماما عظمت ہزاری مل سے رخصت ہو سودا سلف
لے کر گھر میں آئی تو محمد کامل کی ماں نے پوچھا ۔ ماما تو بازار جاتی ہے تو ایسی بے فکر ہو جاتی
ہے کہ کھانا پکانے کا کچھ خیال تجھ کو نہیں رہتا ۔ دیکھ تو کتنا دن چڑھا ہے ۔ اب کس وقت

لہ یعنی ان کی ذات سے بڑے فساد برپا ہوں گے ۱۲ سلہ یعنے ان کو کسی کی محنت کا ذرا خیال نہیں ۱۲ سلہ یعنی ساجھی مجھے
نالش متعول کریں ۱۲ سلہ بنیاں ۱۲ شہ قرض خواہوں سے ۱۲

گوشت چڑھے گا کب۔ پکے گا کب کھانا ملے گا۔ ماما۔ بیوی موئے ہزاری مل کے جھگڑے میں اتنی
دیر ہو گئی۔ وہ جان ہار[1] ہر روز مجھ کو آتے جاتے ٹوکا کرتا ہے۔ آج میری جان جل گئی۔
اور میں نے کہا کہ کیا تو نے مجھ سے روز کی چھیڑ خانی مقرر کی ہے۔ کیوں مرا جاتا ہے۔ ذرا
صبر کر۔ لاہور سے خرچ آنے دے تو تیرا اگلا پچھلا سب حساب کتاب بے باق ہو جائے گا۔
وہ موا تو میرے سر ہو گیا اور بھرے بازار میں لگا مجھ کو فضیحت کرنے۔ محمد کامل کی ماں۔
ہزاری مل کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ تو ایسا نہ تھا آخر برسوں سے ہمارا اُس کا لین دین ہے۔
سویرے بھی دیا ہے۔ دیر کر کے بھی دیا ہے۔ کبھی اُس نے تکرار نہیں کی۔ ماما۔ بیوی کوئی اور
مہاجن دکان میں ساجھی ہوا ہے اُس موئے نے جلدی مچا رکھی ہے۔ جس جس پر لینا تھا سب
سے کھڑے کھڑے وصول کر لیا۔ جس نے نہیں دیا نالش کر دی۔ ہزاری مل نے کہا ہے کہ
بیگم صاحب سے بہت بہت ہاتھ جوڑ کر میری طرف سے کہہ دینا کہ میرے بس کی بات نہیں جس طرح
ہو سکے دو چار دن میں روپے کی راہ نکال دیں ورنہ چھدامی لال ضرور نالش کر دے گا۔
اس خبر کے سننے سے محمد کامل کی ماں کو سخت تردد پیدا ہوا۔ امیر بیگم اُن کی چھوٹی بہن خانم
کے بازار میں رہتی تھیں وہ ذرا خوش حال تھیں۔ محمد کامل کی ماں نے ماما عظمت سے کہا کہ
ماما لاہور[2] سے تو خط کا جواب تک نہیں آتا خرچ کی کیا امید ہے۔ اگر سچ مچ ہزاری مل نے
نالش کر دی تو کیا ہو گا۔ میرے پاس تو اتنا اثاثہ[3] بھی نہیں کہ بیچ کر ادا کر دوں گی اور نالش
ہونے پر دنیا بھی بے عزتی ہے۔ نام تو تمام شہر میں بد ہو گا۔ ڈولی لے آؤ میں امیر بیگم کے پاس
جاتی ہوں دیکھوں اگر وہاں کوئی صورت نکل آئے۔ ماما۔ بیوی نالش تو ہوئی دھری ہے
جس نے منہ سے کہا اُس کو کرتے کیا دیر لگتی ہے۔ اور چھوٹی بیگم بیچاری کے پاس کہاں
سے روپیہ آیا وہ تو اِن دنوں خود حیران ہیں۔ محمد کامل کی ماں۔ آخر پھر کچھ کرنا تو پڑے گا۔ ماما
نے پاس جا کر چپکے سے کہا کہ مہینے بھر کے واسطے تمیزدار بہو اپنے کپڑے دے دیتیں تو بات
رہ جاتی۔ بالفعل اِن کپڑوں کو گروی رکھ کر آدھے تہائی ہزاری مل کے بھگت جاتے۔

[1] مرنے جوگا ۱۲ [2] مراد ہے محمد کامل کے باپ کے پاس سے ۱۲ [3] سامان۔ اسباب ۱۲

مہینے بھر میں یا تو میاں خرچ بھیج دیتے یا میں کسی اور مہاجن سے لے آتی۔ محمد کامل کی ماں۔ اری تو کوئی دیوانی ہوئی ہے۔ خبردار ایسی بات منھ سے بھی مت نکالنا اگر رہنے کا مکان تک بھی بک جائے تو بلا سے مجھ کو منظور ہے لیکن بہو سے کہنے کا مُنہ نہیں۔ ماما۔ بیوی میں نے تو اس خیال سے کہا کہ بہو ہوئی بیٹی ہوئی کچھ غیر نہیں ہو تیں اور کیا خدا نہ کرے کچھ بیچ ڈالنے کی نیت[51] ہے مہینے بھر کا واسطہ[52] ہے۔ چیز صندوقچہ میں نہ پڑی رہی مہاجن کے پاس رکھی رہی۔ جس میں اُس کی خاطر جمع رہے۔ محمد کامل کی ماں۔ پھر بھی بہو بیٹی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اور بہو بھی نئی بیاہی ہوئی کہ اگر سچ پوچھو تو ابھی اچھی طرح اُس کی گھونگٹ بھی نہیں کھلی بھلا اس سے کوئی ایسی بات کہہ سکتا ہے دیکھ خبردار پھر زبان سے ایسی بات مت نکالیو۔ ایسا نہ ہو محمودہ کے کان پڑ جائے اور بہو سے جا لگائے۔ ماما۔ صاحب زادی تو ابھی کھڑی ہوئی سن رہی تھیں۔ مگر ابھی اُن کو ان باتوں کی سمجھ نہیں محمد کامل کی ماں۔ ڈولی لے آؤ میں بہن تک جاؤں تو سہی پھر جیسی صلاح ٹھہرے گی دیکھا جائے گا۔ محمد کامل کی ماں تو سوار ہو خانم کے بازار کو سدھاریں[53] اور محمودہ نے سب حال تمیز دار کو جا سنایا۔

باب پندرھواں۔ خط۔ اصغری کی طرف سے ماما کی شرارتوں کے دفیعے کا آغاز

اصغری کو اور کچھ تو نہ سوجھی فوراً اپنے بڑے بھائی خیر اندیش خاں کو یہ خط لکھا کہ جناب برادر صاحب معظم[54] مکرم سلامت۔ تسلیمات[55] کے بعد مطلب ضروری عرض کرتی ہوں کہ مدت سے میں نے اپنا حال آپ کو نہیں لکھا اس واسطے کہ جو عریضہ جناب والد کی خدمت میں بھیجتی ہوں آپ کی نظر سے بھی ضرور گزرتا ہو گا۔ اب ایک خاص بات ایسی پیش آئی ہے کہ

۵۱ ارادہ ۱۲ ۵۲ معاملہ کام ۱۲ ۵۳ روانہ ہوئیں ۱۲ ۵۴ بھائی صاحب تعظیم و تکریم یعنی عزت کیلئے گئے ۱۲ ۵۵ محبت سے سلام ۱۲

آپ ہی کی خدمت میں اُس کا عرض کرنا مناسب سمجھتی ہوں وہ یہ ہے کہ جب سے میں سُسرال
آئی کسی طرح کی تکلیف مجھ کو نہیں پہنچی اور بڑی آپا کو جن باتوں کی شکایت رہا کرتی تھی۔ آپ[1]
کی دعا سے وہ باتیں میرے ساتھ نہیں ہیں سب لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں خوش
رہتی ہوں۔ لیکن ایک ماما عظمت کے ہاتھوں سے وہ ایذا ہے جو کسی بدمزاج ساس اور بدزبان
نند سے بھی نہ ہوتی یہ عورت اس گھر کی پرانی ماما ہے اندر باہر کا سب کام اسی کے ہاتھوں
میں ہے اس عورت نے گھر کو لوٹ کر خاک سیاہ کر دیا۔ اب اتنا قرض ہو گیا ہے کہ اس کے
ادا ہونے کا سامان نظر نہیں آتا کسی طرح کا بندوبست گھر میں نہیں ہے۔ میں نے چند روز معمولی
کاروبار خانہ داری میں دخل دیا تھا تو ہر چیز میں غبن ہر بات میں فریب پایا گیا۔ میری روک ٹوک
سے ماما میری دشمن ہوئی اور اُس دن سے ہر روز تازہ فساد کھڑا کئے رہتی ہے اب تک ہر چند
کوئی قباحت[2] کی بات پیدا نہیں ہوئی لیکن اس ماما کا رہنا مجھ کو سخت ناگوار ہے مگر اس کا نکلنا
بھی بہت دشوار[3] ہے۔ تمام بازار کا قرض اسی کی معرفت ہے۔ موقوفی کا نام بھی سُن پائے تو
قرض خواہوں کو جا بھڑکائے[4] پھر قرض کا نہ حساب ہے نہ کتاب زبانی تکوں[5] پر سب لینا دینا ہو رہا
ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ سب لوگوں کا حساب و کتاب ہو کر لکھا پڑھی ہو جائے اور بقدر
مناسب ہر ایک کی قسط مقرر کر دی جائے اور قرض لینے کا دستور آئندہ کے واسطے موقوف
ہو اور ماما نکال دی جائے۔ یقین ہے کہ جناب ابا[6] صاحب کے ساتھ آپ بھی رمضان میں تشریف
لائیں میں چاہتی ہوں کہ آپ مہربانی فرما کر لاہور ہو کر آیئے اور ابا جان کو جس طرح بن پڑے
کم سے کم دو ہفتے کے واسطے اپنے ساتھ لوا لایئے آپ سب لوگوں کے سامنے یہ سب معاملہ
بخوبی طے ہو جائے گا میں اس خط کو سخت تشویش[7] کی حالت میں لکھ رہی ہوں۔ کوئی مہاجن
آمادہ نالش ہے۔ ماما نے صلاح دی ہے کہ میرے کپڑے گرو رکھے جائیں۔ اماں جان[8] روپیے

---

[1] یعنی یہ سب کچھ آپ ہی کی دعا کی برکت ہے ۱۲ [2] نامناسب ۱۲ [3] مشکل ۱۲ [4] جا کر ابھار دے ۱۲ [5] ڈھکوسلوں کو اصل میں تکا کہتے ہیں سرکنڈے کے تیر کو۔ جو لڑکے واہی تباہی ادھر اُدھر چلاتے پڑے پھرتے ہیں ۱۲ [6] اصغری کے سُسر مولوی محمد فاضل مراد ہیں دہلی کا دستور ہے کہ سُسرال والوں کے ساتھ اصلی ناطے لگا کر جان کا لفظ آخر میں بڑھا دیا کرتے ہیں ۱۲ [7] پریشانی ۱۲ [8] اصغری کی ساس ۱۲

کے بندوبست کے واسطے اسی وقت خالہ جان کے پاس گئی ہیں فقط - ادھر تو اصغری نے بھائی کو خط لکھا اور اُدھر اپنی خالہ[1] سے کہلا بھیجا کہ میں اکیلی ہوں - بُوا تماشا خانم کو دو دن کے واسطے بھیج دیجئے میں نے سنا ہے کہ وہ آپ کے یہاں مہمان آئی ہوئی ہیں - غرض شاموں[2] شام بی تماشا خانم آ پہنچیں - ڈولی سے اُترتے ہی پکاری اللہ بی اصغری ایسا بھی کوئی بے مروت نہ ہو میں نے خالو ابا کا خط تم سے منگوا بھیجا تھا تم نے نہ دیا - اصغری نے کہا بوا کون مانگنے آیا - تماشا خانم بولی دیکھو یہی ماما عظمت موجود ہیں - کیوں بی اُس جمعے کو تم ہمارے گھر گئی تھیں میں نے تم سے کہہ دیا تھا یا نہیں - عظمت بولی ہاں بی انھوں نے تو کہا تھا - مجھ کمبخت ستری بہتری[3] کو بات یاد نہیں رہتی - یہاں آتے آتے گھر کے دھندے میں بھول گئی - اصغری نے آہستہ سے کہا ہاں تم کو تو لوٹنا اور فساد ڈلوانا یاد رہتا ہے اور تماشا خانم سے کہا خط موجود ہے اور ایک اور نئی کتاب بھی آئی ہے بڑے مزے کی باتیں اُس میں ہیں وہ بھی تم لیتی جانا - اصغری نے ماما کا سب حال ذرا ذرا تماشا خانم سے کہا - تماشا خانم مزاج کی تھیں بڑی تیز اُسی وقت جوتی لے کر اُٹھیں اور ماما کو مارنے چلیں - اصغری نے ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا اور کہا خدا کے لئے آپا ایسا غضب[4] مت کرنا ابھی جلدی مت کرو سب بات بگڑ جائے گی - تماشا خانم نے کہا تم یوں ہی پس و پیش لگا کر اپنا وقر کھوتی ہو بوا اگر میں تمھاری جگہ ہوتی خدا کی قسم مردار کو ماسے جوتیوں کے ایسا سیدھا بناتی کہ عمر بھر یاد رکھتی - اصغری نے کہا دیکھو ان شاء اللہ اس نمکحرام پر مفت کی مار پڑے گی - کوئی دن کی دیر ہے اس کے بعد تماشا خانم نے پوچھا - تمھاری ساس اپنی بہن کے یہاں کس غرض سے گئی ہیں - اصغری نے کہا وہ بے چاری بھی اسی نامراد ماما کے ہاتھوں سے دربدر ماری ماری پھرتی ہیں کوئی مہاجن ہے اُس کا کچھ دینا ہے - ماما نے آج آکر کہا تھا کہ وہ نالش کرنے والا ہے اُسی کے روپیے کی فکر میں گئی ہیں - تماشا خانم نے

[1] اصغری کی ملیا ساس ۱۲ [2] یعنی شام ہوتے ہوتے ۱۲ [3] اصل میں ستر بہتر برس کی عمر ہو لیکن محاورے میں مسلوب الحواس جس کو بات یاد نہ رہے اور ستر بہتر برس کی عمر میں لوگ ایسے ہی بدحواس ہو بھی جایا کرتے ہیں ۱۲ [4] غضب کے اصل معنی غصہ میں لیکن محاورے میں خرابی کی جگہ بولا جاتا ہے ۱۲ ادب ۱۲

پوچھا کون سا مہاجن نالش کرنے والا ہے۔ اصغری نے کہا نام تو میں نہیں جانتی۔ تماشا خانم نے ماما سے پوچھا۔ عظمت کون سا مہاجن ہے۔ عظمت بوی۔ ہزاری مل۔ تماشا خانم۔ وہی ہزاری مل نا جس کی دکان جوہری بازار میں ہے۔ عظمت۔ ہاں بیوی ہاں وہی ہزاری مل۔ یہ سن کر تماشا خانم نے اصغری سے کہا اُس سے تو ہماری سسرال میں بھی لین دین ہے بھلا کیا موئے کی طاقت ہے جو نالش کرے گا۔ میں یہاں سے جا کر تمہارے بھائی جان[1] سے کہوں گی دیکھو تو کیسا ٹھیک بناتے ہیں۔ دو دن تماشا خانم اصغری کے پاس رہیں۔ تیسرے دن رخصت ہوئیں اور چلتے چلتے کہہ گئیں کہ بوا اصغری تم کو میرے سر کی قسم جب تمہارے سسر آئیں اور یہ سب معاملہ مقدمہ پیش ہو مجھ کو ضرور بلوانا اور عظمت کو تو بس میرے حوالے کر دینا۔ وہاں محمد کامل کی ماں کو اُن کی بہن نے ٹھیرا لیا کہ اے ہے آپا کبھی کبھار تو تم آتی ہو بھلا ایک ہفتہ تو رہو لیکن آدمی ہر سند یہاں تمیز دار بہو کی خبر کرتا تھا۔

5/10/25

باب سولھواں ۱۶ ماما کی چوتھی شرارت

ماما عظمت نے بیٹھے بٹھائے ایک بد ذاتی اور کی۔ ان دنوں لاٹ صاحب کی آمد آمد تھی شہر کی صفائی کے واسطے حاکم کی طرف سے بہت تاکید ہوئی ہر محلے اور ہر کوچے میں اشتہار لگائے گئے کہ سب لوگ اپنے اپنے کوچے اور گلیاں صاف کریں۔ دروازوں پر سفیدی کرا لیں بدرروی صاف رکھیں۔ اگر کسی جگہ کوڑا پڑا ملے گا تو جرمانہ کیا جائے گا۔ اسی مضمون کا ایک اشتہار اس محلے کے پھاٹک پر بھی لگایا گیا۔ ماما عظمت رات کو جا کر محلے کے پھاٹک سے وہ اشتہار اکھاڑ لائی اور چپکے سے اپنے دروازہ پر لگا دیا پھر اندھیرے منہ خانم کے بازار میں محمد کامل کی ماں سے خبر کرنے دوڑی گئی۔ ابھی مکان کے کواڑ بھی نہیں کھلے تھے کہ اُس نے جا آواز دی۔ محمد کامل کی ماں نے آواز پہچانی اور کہا کہ ارے دوڑو کواڑ کھولو عظمت ایسے ناوقت کیوں بھاگی آئی ہے عظمت سامنے آئی تو پوچھا ماما خیریت ہے۔ عظمت بولی بیوی

[1] تماشا خانم نے اپنے شوہر کی طرف اشارہ کیا ۱۲

مکان پر اشتہار کیا ہوتا ہے وائے ہے مجھ رنڈیا[1] کو تو سیدھا نام بھی نہیں آتا لگا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہزاری مل نے نالش کردی۔ محمد کامل کی ماں نے اپنی بہن سے کہا لو بوا میں تو جاتی ہوں۔ جاؤں ہزاری مل کو بلوا کر سمجھاؤں گی۔ خدا اس کے دل میں رحم ڈالے بہن بولی آپا میں بہت شرمندہ ہوں کہ مجھ سے روپے کا بندوبست نہ ہو سکا لیکن میرے گلے کا توڑا موجود ہے اس کو لیتی جاؤ۔ گروی رکھنے سے کام نکلے تو خیر ورنہ بیچ ڈالنا۔ محمد کامل کی ماں نے کہا خیر میں توڑا لئے تو جاتی ہوں مگر اس کا روپیہ بہت بڑھ گیا ہے۔ ایک توڑے سے کیا ہوگا۔ بہن بولی آخر ساٹھ انھوں[2] نے بھی تو کہا ہے کہ میں کسی دوسرے مہاجن سے قرض لا دوں گا تم بسم اللہ کر کے سوار ہو وہ آتے ہیں تو میں ان کو بھی پیچھے سے بھیجتی ہوں۔ غرض محمد کامل کی ماں مکان پر پہنچی دروازے پر اُتری تو اشتہار لگا دیکھا افسوس کی حالت میں چپ آکر بیٹھ گئی۔ ساس کی آمد سن کر اصغری کوٹھے پر سے اُتری۔ سلام کیا۔ ساس کو مغموم دیکھ کر پوچھا آج اماں جان آپ کا چہرہ بہت اداس ہے۔ ساس۔ ہاں مہاجن نے نالش کردی ہے روپیے کی صورت کہیں سے نہیں بن پڑتی۔ امیر بیگم نے بھی جواب دے دیا اور مکان پر اشتہار الگ چکا دیجئے کیا ہوتا ہے۔ اصغری۔ آپ ہرگز اس کا فکر نہ کیجئے اگر ہزاری مل نے نالش کردی ہے تو کچھ حرج نہیں تماشا خانم کی سسرال میں اُس کا لین دین ہے۔ تماشا خانم نے مجھ سے پکا وعدہ کیا ہے کہ میں ہزاری مل کو سمجھا دوں گی اور اگر نہیں مانے گا تو اسکے روپیے کی کچھ سبیل ہو جائے گی آپ اتنا سوچ کیوں کرتی ہیں۔ ہزاری مل کو جو اپنی طرف سے کرنا تھا کر چکا۔ ساس۔ کامل ہوتا تو میں اُس کو ہزاری مل تک بھیجتی۔ اصغری۔ یوں آپ کو اختیار ہے لیکن میرے نزدیک مہاجن سے ڈرنا کسی طرح مناسب نہیں ورنہ اُس کو آئندہ کے واسطے دلیری ہو جائے گی۔ اور آئے دن نالش کا ڈراوا دکھایا کرے گا سب سے بہتر یہ ہے کہ ادھر کا اشارہ نہ ہو اور باہر سے کوئی دباؤ اُس پر پڑ جائے کہ وہ نالش کی پیروی سے باز رہے۔ محمد کامل کی ماں

---

[1] رانڈ بیوہ۔ حقارت کے طور پر رنڈیا کہا ۱۲ [2] اپنے شوہر کی طرف اشارہ کرتی ہے ہندوستان میں عورتیں شوہر کا نام نہیں لیا کرتیں ۱۲ ہمت ۱۲

تماشا خانم ابھی لڑکی ہیں۔ کچہری دربار کی باتیں کیا جانیں ایسا نہ ہو ان کے بھروسے میں کام بگڑ جائے اور موقع ہاتھ سے جاتا رہے۔ اصغری۔ تماشا خانم بے شک لڑکی ہیں مگر میں نے بات خوب پکی کر لی ہے اور مجھ کو اطمینان ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میاں مسلم[1] نے دروازے پر آواز دی۔ اصغری نے کہا دیکھیے مسلم آیا ضرور اس معاملے میں کچھ خبر لایا ہوگا۔ اصغری نے محمودہ کو اشارہ کیا۔ محمودہ کوٹھڑی میں[2] چلی گئی۔ مسلم کو اندر بلایا اور پوچھا مسلم کیا خبر لائے مسلم نے کہا آپا نے تم کو سلام کہا ہے اور مزاج کا حال پوچھا ہے اور کہا ہے کہ ہزاری مل کو بلوایا تھا بہت کچھ ڈرا دھمکا دیا ہے اور اس نے وعدہ کر لیا ہے کہ نالش نہ ہوگی۔ یہ بات سن کر محمد کامل کی ماں کو کسی قدر تسلی ہوئی۔ لیکن اصغری حیرت میں تھی کہ تماشا خانم نے تو یہ کہلا بھیجا ہے اور ہزاری مل نالش کر بیٹھا یہ کیا بات ہے اور اشتہار کا معاملہ بھی عجب ہے میں گھر میں بیٹھی کی بیٹھی ہی رہی مجھ کو خبر نہیں۔ حاکم کا اشتہار ہوتا تو کوئی چپراسی پیادہ پکارتا آواز دیتا۔ مسلم رخصت ہوا تو محمودہ سے اصغری نے کہا جاؤ دروازے پر جو کاغذ لگا ہوا ہے اس کو چپکے سے اکھاڑ لاؤ۔ محمودہ کاغذ اکھاڑ لائی۔ اصغری نے پڑھا تو صفائی کا حکم تھا نالش کا کچھ مذکور نہ تھا۔ سمجھ گئی کہ یہ بھی ماما عظمت کی چالاکی ہے۔ ساس پر تو یہ حال ظاہر نہیں کیا لیکن ان کا اچھی طرح اطمینان کر دیا۔ کہ آپ دلجمعی سے بیٹھی رہیے نالش کا ہرگز کھٹکا نہیں

باب سترھواں اصغری نے کس حکمت سے اپنے میاں کو شب برات میں انار پٹاخے چھوڑنے سے باز رکھا

ساس نے کہا تمہارے کہنے سے نالش کی طرف سے تو دلجمعی ہوئی۔ لیکن شب برات[3] اور رمضان[4]

[1] یہ تماشا خانم کا بھائی ہے ۱۲ [2] کیونکہ محمودہ کو پردے کے دستور کے مطابق مسلم سے چھپنا ضرور تھا ۱۲ [3] مسلمانوں میں روزوں کے مہینے سے دو مہینے پہلے شب برات کا تہوار ہوتا ہے جس میں آتش بازی چھوڑی جاتی ہے ۱۲ [4] مسلمانوں کے برس کا نواں روزوں کا مہینہ ۱۲

سر پر چلا آتا ہے دونوں تہواروں میں خرچ ہی خرچ ہے۔ لاہور سے خط آنا بھی موقوف ہے خرچ کا فکر تو میرا لہو خشک کیے ڈالتا ہے۔ اصغری نے کہا رمضان کے تو ابھی بہت دن پڑے ہیں خدا مسبب الاسباب[1] ہے اُس وقت تک غیب سے کوئی سامان پیدا ہو جائے گا۔ ہاں شب برات کے چار ہی دن رہ گئے سو شب برات کوئی ایسا تیوہار نہیں جس میں بہت خرچ درکار ہو۔ ساس نے کہا میرے گھر تو سال دو سال شب برات میں بیس روپیے اُٹھتے ہیں۔ پوچھو یہی عظمت خرچ کرنے والی موجود ہے۔ اصغری نے کہا خرچ کرنے کا کیا عجب ہے۔ لیکن ایک ضرورت کے واسطے اور ایک بے ضرورت۔ سو شب برات میں کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کے واسطے اتنا روپیہ درکار ہو۔ ساس نے کہا ہوا پیر پیغمبر۔ بڑے بزرگوں کی فاتحہ[2] مقدم[3] ہے پھر لوگوں کے گھر بھیجنا بھجوانا ضرور ہے۔ تو کہنے کو ذرا سی بات ہے پانچ روپیے کی ایک رقم تو اصل خیر ہے تمہارے میاں اور بی محمودہ کے انار پٹاخوں کی ہے۔ محمد کامل کا بیاہ ہو گیا تو کیا ہے خدا رکھے اُس کے مزاج میں تو ابھی تک بچپن کی باتیں چلی جاتی ہیں۔ جب تک سو انار بیس گڈی پٹاخے نہ لے چکے گا میری جان کھا جائے گا اور محمودہ بھی رو رو کر اپنا بُرا حال کرے گی۔ اصغری۔ اماں جان مسلمانوں میں شب برات کی کچھ ایک رسم سی پڑ گئی ہے ورنہ دین میں تو اس کی کچھ اصل وصل ہی نہیں ہے۔ ہمارے ابا کو تو شب برات کی ایسی چڑ ہے کہ دوسروں کے یہاں کا آیا ہوا میٹھا[4] نہ آپ کھائیں اور نہ ہم لوگوں کو کھانے دیں۔ اوّل تو ابا[5] شہر میں جم[6] ہی جم ہوتے ہیں لیکن جس برس آپا کا بیاہ ہوا اُن کو شب برات نہیں ہوئی تھی۔ اماں بہتیری لڑیں جھگڑیں مگر ابا نے کہا میں تو یہ بدعت[7] اپنے گھر میں ہونے دینے کا نہیں اور یوں خرچ کو کہو تو مجھ سے دس کی جگہ بیس لو اور غریبوں کو دو پر شب برات کے نام سے تو میں ایک پھوٹی کوڑی دینے والا نہیں۔ اصغری کی ساس۔ تمہارے سُسرے کا بھی

[1] سبب بنا کر کھڑا کرنے والا ۱۲ [2] سورۂ الحمد کا نام ہے اُس کو کھانے وغیرہ پر پڑھ کر بزرگوں کو ثواب پہنچایا جاتا ہے ۱۲ [3] سب کاموں سے پہلے کرنے کا ۱۲ [4] حلوا ۱۲ [6] لفظی معنی تو یہ ہیں کہ ہمیشہ ہوتے ہیں مگر مطلب ہے نہیں ہوتے۔ مدتیں گزر گئی کنائے سے اُلٹی بات بولتے ہیں ۱۲ [7] دین میں جو نئی بات لوگوں نے نکال کھڑی کی ہو ۱۲

یہی کہنا ہے ۔ شب برات[1] کا حلوا ۔ عید کی سویاں ۔ بیوی[2] کا کونڈا ۔ صحنک ۔ منت[3] ۔ عرس[4] ۔ قبروں[5] کی چادر ۔ پنکھا ۔ بسنت[6] ۔ پھول والوں کی سیر[7] ۔ سلطان جی[8] کی سترھویں ۔ سہرا[9] ۔ کنگنا[10] ۔ منڈھا[11] نوبت ۔ نقارہ ۔ ڈھولک ۔ ساچق[12] ۔ آرائش[13] ۔ مولوی تو سب ہی چیزوں کو منع کرتے ہیں ۔ پر کم بخت دنیا بھی تو نہیں چھوڑی جاتی ۔ اب کسی کے یہاں سے حصہ بخرہ آئے تو خواہی نہ خواہی لینا ہی پڑتا ہے ۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا جیسے ہمسائی کہا کرتی ہیں لینا روا[14] دینے کے نام اُلٹا توا ۔ پھر گھر کے مُردوں کے نام سے یوں تو کون دیتا پڑتا ہے ۔ بر سویں دن تیوہار ۔ کے بہانے اُن کی ارواح کو دو چپاتی کوڑی بھر میٹھے کا ثواب پہنچ جاتا ہے تو اتنے سے بھی گیا گئے گزرے ہوئے ۔ اصغری ۔ ایسا ہی شب برات کا کرنا ضرور ہے تو فاتحہ کیواسطے پانچ چھے سیر کا میٹھا بہت ہوگا ۔ بھیجنا بھجوانا تو ادھر سے آیا اُدھر گیا اور محمودہ اب باتوں کے واسطے ضد نہیں کریں گی ۔ میں ان کو سمجھا لوں گی ۔ غرض شب برات تو میری طرف[15] آئی گئی ہوئی اس کے واسطے آپ قرض کا فکر نہ کیجئے ۔ کسی معمول میں بھی کمی ہو تو مجھ کو الاہنا دیجئے گا

---

۱ شب برات کو خواہی نخواہی حلوے پر اور عید کو سویوں پر فاتحہ دلواتے ہیں ۔ مولویوں کا کہنا یہ ہے کہ مذہب میں کسی وقت اور کھانے کی تخصیص نہیں خدا کا دینا جب کبھی جو کچھ میسر آیا دے دیا ۱۲ ۲ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام کی نیاز مٹھائی یا کھانے کے کونڈوں پر دلائی جائے اُسکو بیوی کا کونڈا یا صحنک کہتے ہیں بیوی کی نیاز مرد نہیں کھانے پاتے ۱۲ ۳ مرے ہوئے بزرگوں سے التجا کرنا ۱۲ ۴ مرے ہوئے بزرگوں کی برسی چھماہی ۱۲ ۵ بزرگوں کی قبروں پر چادریں اور پھولوں کے پنکھے چڑھائے جاتے ہیں ۱۲ ۶ جن دنوں سرسوں پھولتی ہے یعنی آتی گرمیوں بسنت کا میلہ ہوتا ہے اور بزرگوں کی قبروں پر بسنت کے پھول اور پنکھے چڑھائے جاتے ہیں ۱۲ ۷ دلی سے سات کوس حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا مزار ہے برس کے برس برسات میں ان کے مزار پر ایک میلہ ہوتا ہے جسکو پھول والوں کی سیر کہتے ہیں ۱۲ ۸ دلی سے تین کوس حضرت سلطان نظام الدین کا مزار ہے ان کا عرس سترھویں تاریخ کو پڑتا ہے اس سے سترھویں مشہور ہے ۱۲ ۹ پھولوں کا سہرا جو دولہا کے سر پر باندھ کر منہ کے سامنے لٹکتا ہے ۱۲ ۱۰ کلاوے کا کنگن جو دولہا کی کلائی پر باندھا جاتا ہے ۱۲ ۱۱ بیاہ کا ترامیانہ ۱۲ ۱۲ دولہا کی طرف سے بری یعنی دلہن کا جوڑا نقل مہندی وغیرہ ان بیاہ سے پہلے دلہن کے یہاں بھیجا جاتا ہے ۱۲ ۱۳ برات کے ساتھ جو ٹٹیاں وغیرہ رہتی ہیں ۱۲ ۱۴ جائز ۱۲ ۱۵ یعنی آپ سے کچھ واسطہ نہیں میرے ذمے ۱۲

سامنے سے تو یہ باتیں ہوئیں لیکن اصغری سوچ میں تھی کہ میاں کو انار پٹاخوں سے کس طرح باز رکھوں گی آخر کار اس حکمت سے اصغری نے میاں کو سمجھایا کہ بات بھی کہہ گزری اور میاں کو ناگوار بھی نہ ہوا محمد کامل کے سامنے چھیڑ کر محمودہ سے پوچھا کیوں بوا تم نے شب برات کے واسطے کیا تیاری کی۔ محمودہ بولی بھائی انار پٹاخے لائیں گے تو ہم کو بھی دیں گے ابھی محمد کامل کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ اصغری نے کہا بھائی تو ایسی واہیات چیز تمہارے واسطے کیوں لانے لگے محمودہ انار پٹاخوں میں کیا مزہ ہوتا ہے۔ محمودہ بھابھی جان جب انار پٹاخے چھوٹتے ہیں تو کیسی بہار ہوتی ہے۔ اصغری محلے میں سینکڑوں انار چھوٹیں گے کوٹھے پر سے تم بھی دیکھ لینا محمودہ۔ واہ اور ہم نہ چھوڑیں۔ اصغری۔ تم کو ڈر نہیں لگتا محمودہ کیا میں اپنے ہاتھ سے تھوڑے[1] ہی چھوڑتی ہوں۔ اصغری۔ پھر جس طرح تم نے اپنے انار چھوٹتے دیکھے ویسے ہی محلے کے اور محمودہ سنو یہ بہت برا کھیل ہے۔ اس میں جل جانے کا خوف ہے۔ ایک مرتبہ ہمارے محلے میں ایک لڑکے کے ہاتھ میں انار پھٹ گیا تھا دونوں آنکھیں پھوٹ کر چوپٹ[2] ہو گئیں۔ اس کو دیکھنا بھی ہو تو دور سے۔ اور محمودہ تم اماجان کا حال دیکھتی ہو اُداس رہیں یا نہیں۔ محمودہ۔ اُداس تو ہیں۔ اصغری۔ کبھی تم نے یہ بھی غور کیا کہ کیوں اُداس ہیں۔ محمودہ یہ تو معلوم نہیں۔ اصغری۔ واہ اسی پر تم کہتی ہو کہ میں اماں کو بہت چاہتی ہوں۔ محمودہ اچھی بھابھی جان اماجان کیوں اُداس ہیں۔ اصغری۔ خرچ کی تنگی ہے۔ مہاجن قرض نہیں دیتا۔ اس سوچ میں ہیں کہ محمودہ اناروں کے واسطے ضد کرے گی تو کہاں سے منگا کر دوں گی۔ محمودہ تو ہم انار نہیں منگائیں گے۔ اصغری۔ شاباش شاباش تم بہت ہی اچھی بیٹی ہو اور محمودہ کو گلے لگا کر پیار کیا۔ محمودہ اگلے برس جب خدا کرے گا۔ اماں کا ہاتھ فراغت ہو گا۔ ابا خرچ بھیجیں گے تو اب کے بدلے کے انار پٹاخے بھی ہم تب ہی چھوڑ لیں گے کیوں نہ بھابی جان۔ اصغری۔ چھوڑ تو لو گی مگر محمودہ انار پٹاخوں کا چھوڑنا گناہ کی بات ہے اللہ میاں بڑے ناراض ہوتے ہیں محمودہ۔ اے ہے۔ پھر یہ سب لوگ جو اتنی ساری آتش بازی چھوڑتے ہیں۔ اصغری

[1] نہیں چھوڑتی کی جگہ بولا جاتا ہے ۔ [2] یعنی وہ شخص بالکل اندھا ہو گیا ۔

لوگوں کی بھلی چلائی لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ چوری نہیں کرتے پرایا حق نہیں مارتے۔ محمودہ:
پھر ہم کو اماں جان نے تو کبھی منع نہیں کیا۔ اصغری اس خیال سے کہ تمھارا جی کڑھے گا۔ محمودہ
بھلا اس میں گناہ کی کیا بات ہے کہیں کسی کے لگ نہ جائے۔ اصغری۔ محمودہ اللہ میاں کے
یہاں چل کر رتی رتی کا حساب دینا ہوگا۔ انار پٹاخے تو بڑے داموں کی چیز ہے اگر کوئی
آدمی پانی بھی بے سبب لنڈھاتا ہے اس سے بھی اللہ میاں پوچھیں گے تو نے ہمارا پانی
بے وجہ لنڈھایا کیوں۔ اسی طرح ہر وقت کا روپیہ پیسے کا کھانے کا کپڑے کا۔ تندرستی کا
غرض خدا نے جتنی نعمتیں اپنی مہربانی سے دی ہیں سب کا حساب دینا پڑے گا۔ اور جب تم
بتاؤ گی ہم نے اتنے پیسوں کے انار پٹاخے لئے اللہ میاں کہیں گے تم نے یہی پیسے کسی
غریب محتاج کو کیوں نہ دیئے لوگ بھوکے مریں اور کوڑی کوڑی کو ترسیں اور تم میری دی ہوئی
دولت کو یوں آگ لگاؤ اُس وقت محمودہ تم کیا جواب دو گی۔ تم اللہ میاں سے ڈرتی نہیں
محمودہ۔ لے ہے بھابی جان اب کیا کروں۔ اصغری۔ آگے کو توبہ کرو۔ محمودہ۔ تو اللہ میاں
میری خطا معاف کر دیں گے۔ اصغری۔ بے شک معاف کر دیں گے۔ نہ تم کو ابا جان سے
بہت زیادہ چاہتے ہیں۔ محمودہ۔ اللہ میاں مجھے اتنا کیوں چاہتے ہیں۔ اصغری اس واسطے
چاہتے ہیں کہ انھوں نے تم کو بنایا ہے۔ پیدا کیا ہے۔ تم اپنے پالے ہوئے بلی کے بچے کو
کیسا چاہتی ہو۔ محمودہ تو کیسے توبہ کروں۔ اصغری۔ دل سے پکا ارادہ کر لو کہ پھر ایسا نہیں
کرو گی۔ محمودہ۔ میں انار پٹاخے منگوانے کی بھی نہیں اور کوئی مفت بھی دے گا تو نہیں
لوں گی۔ اصغری نے پھر محمودہ کو پیار کیا۔ محمد کامل۔ چپ بیٹھا ہوا یہ سب باتیں سنتا رہا۔
چونکہ معقول بات تھی اُس کے دل نے قبول کر لی اور اُسی وقت نیچے اُتر کر ماں پاس گیا
اور کہا اماں میں نے سنا ہے تم شب برات کی سوچ میں بیٹھی ہو تو بی میرا فکر مت کرو مجھ کو
انار پٹاخے درکار نہیں اور محمودہ بھی کہتی ہے کہ میں نہیں منگاؤں گی۔ اور ہم دونوں نے توبہ
بھی کر لی ہے۔ غرض خرچ کی ایک رقم تو یوں کم ہوئی۔ فاتحہ کے واسطے دو روپے میں خاصہ
میٹھا بن گیا۔ بھیجنے کے واسطے اصغری نے خود اہتمام کیا۔ جب باہر سے حصہ آیا گھر میں
نہ ٹھہرنے دیا۔ دے کر آدمی باہر نکلا اور اس نے کہا فلانی جگہ پہنچا۔ جس جس کو دینا تھا

سب کو نام نام پہنچ گیا اور دو روپیے میں اچھی خاصی شب برات ہوگئی عظمت یہ بندوبست دیکھ کر جل ہی تو گئی۔ اس واسطے کہ اس کی بڑی رقم ماری گئی۔ جتنا باہر سے آتا وہ سب لیتی اور جو گھر سے جاتا آدھا اُس میں سے نکالتی اور شب برات کا حلوا جو خشک کر رکھتی تھی مہینوں نخبیری[1] کی طرح پھانکتی۔

باب اٹھارواں اصغری کے باپ اور سسر کا آنا لوگوں کا حساب کتاب ہونا اور آخر کار ماما عظمت کا رسوا ہو کر نکالا جانا

شب برات کے بعد اصغری کے باپ کی آمد شروع ہوئی اور نو دس دن بات کی بات میں گزر گئے۔ رمضان سے چار دن پہلے دور اندیش خان صاحب دہلی میں داخل ہوئے۔ اصغری نے پہلے سے اپنے باپ کی آمد سُن رکھی تھی۔ اور ساس اور میاں سے ٹھہر گیا تھا کہ بس دن تحصیلدار صاحب آئیں گے اُسی دن میں اُن سے ملنے جاؤں گی۔ جب اصغری کو باپ کے آنے کی خبر معلوم ہوئی فوراً ڈولی منگا جا پہنچیں۔ باپ نے گلے سے لگا دیا اور آب دیدہ[2] ہوئے دیر تک حال پوچھتے بتاتے رہے۔ اور اصغری سے کہا آپ کے حکم کے مطابق خیر اندیش خان لاہور گئے ہیں اور ان شاء اللہ کل یا پرسوں سمدھی صاحب کو لے کر داخل ہوں گے اُن کا ایک خط بھی مجھ کو راہ میں ملا تھا۔ سمدھی صاحب کو رخصت مل گئی ہے غرض اُس رات بھر اور اگلے دن بھر اصغری ماں کے یہاں رہی اور شام کے قریب باپ سے کہا کہ اگر اجازت دیجئے تو آج میں چلی جاؤں۔ باپ نے کہا ابھی ایک ہفتہ تو رہو ہم سمدھن کو کہلا بھیجیں گے۔ اصغری نے کہا جیسا آپ ارشاد فرمائیں تعمیل کروں لیکن ابا جان کے آنے سے پہلے گھر میں میرا موجود رہنا مصلحت[3] معلوم ہوتا ہے۔ باپ نے سوچ کر کہا ہاں بات تو ٹھیک ہے۔ غرض اصغری باپ سے رخصت ہو مغرب سے

[1] گیہوں کا دردرا اُبھنا ہوا آٹا کھانڈ ملا ہوا ۱۲ [2] آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے ۱۲ [3] مناسب ۱۲

پہلے گھر آموجود ہوئی۔ اگلے دن میں کھانے کے وقت مولوی محمد فاضل صاحب محمد کامل کے باپ بھی آپہنچے۔ یہ مولوی صاحب لاہور کے ایک رئیس کی سرکار میں مختار تھے۔ پچاس روپیے مہینا تنخواہ مقرر تھی اور مکان اور سواری رئیس کے ذمے۔ خیر اندیش خاں اصغری کے تحریر کے موافق لاہور گیا اور اصغری کا خط مولوی محمد فاضل صاحب کو دکھایا۔ مولوی صاحب بہو کا خط دیکھ کر باغ باغ ہو گئے اور یوں شاید رخصت نہ بھی لیتے اب بہو کے دیکھنے کے اشتیاق میں رئیس سے بہت کہہ سن کر ایک مہینہ کی رخصت لے کر خیر اندیش خاں کے ساتھ ہو لیے۔ چونکہ اصغری بیاہ کے بعد سسرے کے سامنے نہیں ہوئی تھی۔ سسرے کو آتے دیکھ کوٹھے پر جا بیٹھی۔ محمد کامل کی ماں حیرت میں تھی کہ یہ[۱] کیونکر آگئے غرض کھانے کے بعد باتیں شروع ہوئیں۔ مولوی صاحب نے بیوی سے کہا سنو صاحب مجھ کو تو تمھاری چھوٹی بہو نے کھینچ بلایا ہے اور سب حال خط کا اور خیر اندیش خاں کے جانے کا بی بی سے بیان کیا اور کہا کہ بہو کو بلاؤ ساس کوٹھے پر گئیں اور کہا بیٹی چلو شرم کی کیا بات ہے تم تو اُن کی گودوں میں کھیلی ہو۔ ساس کے کہنے سے اصغری اُٹھ کر ساتھ ہو لی اور سسرے کو جھک کر سلام کیا اور ادب سے علیحدہ بیٹھ گئی۔ مولوی صاحب نے کہا سنو بھائی ہم تو صرف تمھارے بلائے ہوئے آئے ہیں تمھارا خط دیکھ کر ہمارا جی بہت خوش ہوا خدا تمھاری عمر اور نیک بختی میں برکت دے اور حقیقت میں ہمارے گھر کے اچھے نصیب ہیں جو تم ہمارے گھر میں آئیں اور اب مجھ کو یقین ہوا کہ اس گھر کے کچھ دن پھرے اور ان شاء اللہ تمھاری مرضی اور تمھاری رائے کے موافق سب انتظام کیا جائے گا۔ غرض دو چار دن تو مولوی صاحب ملنے ملانے میں رہے پھر اول کے دو چار روز روزے کے سبب گھر کے کام کی طرف متوجہ نہ ہوئے ایک دن بہو کو بلا کر پاس بٹھایا اور ماما عظمت سے کہا ماما ہمارے رہتے سب حساب کتاب کر لو جس جس کا لینا دینا ہے سب لکھا دو تاکہ جس کو جتنا مناسب ہو دیا جائے۔ اور جو باقی رہ جائے اُس کی قسط بندی کر دی جائے۔ ماما نے کہا ایک کا حساب ہو تو زبانی بھی یاد

[۱] یعنی مولوی صاحب ۱۲

رہتا جائے بنیا۔ بزاز۔ قصائی۔ کنجڑا۔ حلوائی۔ سب ہی کا دینا ہے۔ اور ہزاری مل کا بڑا بھاری حساب الگ ہے۔ جسکو جتنا دینا ہو مجھ کو دیجئے لے جا کر آپ کے نام جمع کرا دوں۔ مولوی صاحب تو سیدھے سادھے آدمی تھے دینے کو آمادہ ہو گئے۔ اصغری نے کہا یوں علی الحساب[1] دینے سے کیا فائدہ پہلے ہر ایک کا قرضہ معلوم ہو تب اُس کو سوچ سمجھ کر دینا چاہیئے۔ ماما۔ کھانے سے فراغت پاؤں تو جا کر ہر ایک سے پوچھ آؤں گی۔ اصغری پوچھ آنے سے کیا ہوگا۔ جس کا لینا ہو یہاں آکر حساب کر جائے۔ ماما۔ بیوی آپ نے تو ایک بات کہدی اب میں کہاں کہاں بُلاتی پھروں اور وہ لوگ اپنے کام دھندے سے کب چھٹی پاتے ہیں جو میرے ساتھ چلے آئیں گے۔ اصغری۔ ماما کوئی روز روز کا بلانا نہیں ہے ایک دن کی بات ہے جا کر بلا لاؤ شام کے کھانے کا کچھ بندوبست ہو جائے گا۔ تم آج ہی کام کرو اور لینے والے تو دینے کا نام سن کر دوڑیں گے ہزاری مل نالش کرنے دو کوس پر کچہری تو گیا یہاں آنے کیا اُس کے پاؤں میں مہندی لگی ہے۔ اور دور کون ہے۔ کنجڑا۔ قصائی۔ بنیا۔ حلوائی سب اسی گلی میں ہیں صرف بزاز اور ہزاری مل دور ہیں اُن کو کل پر رکھو یہ کھٹکل حساب آج سے ہو جائے۔ ماما عظمت کی کسی طرح مرضی نہ تھی کہ حساب ہو۔ لیکن اصغری نے باتوں میں ایسا دبایا کہ کچھ جواب نہ بن پڑا۔ سب سے پہلے حلوائی آیا پوچھا گیا لالہ تمھارا کیا پاتا ہے۔ حلوائی۔ تیس روپئے۔ پوچھا گیا کیا کیا چیز تمھارے یہاں سے آئی تیس روپے تو بہت زیادہ بتاتے ہو۔ حلوائی۔ صاحب تیس روپئے بھی کچھ بہت ہوتے ہیں ایک رقم دس سیر شکر تو اسی شب برات میں آئی۔ محمد کامل کی ماں۔ ارے کیسی شکر اب کے مرتبہ تو ہمارے گھر جو کچھ پکا پکایا بازار سے نقد آیا۔ یہ سن کر ماما عظمت کا رنگ فق[2] ہو گیا اور حلوائی سے بولی کہ وہ دس سیر شکر تو ان کے حساب میں کیوں لکھ لی۔ وہ تو میں دوسرے گھر کے واسطے لے گئی تھی۔ اور تجھ کو جتا بھی دیا تھا حلوائی۔ مجھ سے تو تم نے کسی گھر کا نام نہیں لیا۔ اسی سرکار کے نام سے لائی ہو ورنہ مجھے کیا

---

[1] علی الحساب کے یہ معنی کہ یوں ہی بے حساب کچھ دے دیا اس خیال سے کہ جب حساب ہوگا تو جس قدر دیا ہے مجرا ہو جائیگا

۱۲ [2] یعنی چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں ۱۲

فائدہ تھا کہ دوسرے کی چیز ان کے نام لکھتا اور مجھ سے تو اور کسی سرکار سے اُچاپت بھی نہیں۔ غرض ماما کھسیانی کھسیانی باتیں کرنے لگی۔ مولوی صاحب نے کہا بھلا شکر کی رقم تو رہنے دو اور چیزیں بتاؤ۔ غرض اسی طرح بہت سی چیزیں اُس نے بتائیں جو عمر بھر گھر میں نہیں آئی تھیں۔ چار سیر بالوشاہی[1] مولود[2] شریف کے واسطے اور طرفہ یہ کہ یہاں کبھی کسی نے مولود کی مجلس نہیں کی صرف چھ سات روپیے تو سچ نکلے باقی سب جھوٹ۔ مولوی صاحب کا جی جل گیا اور بے طرح اُن کو غصہ آیا اور پوچھا کیوں ری نمک حرام عظمت ایسا ہی دنیا بھر کا قرض تو نے اس گھر پر کر رکھا ہے اور یوں تو نے گھر کو خاک میں ملایا ہے۔ حلوائی ہو چکا تو کنجڑا آیا۔ اُس نے کہا میاں میرا تو معمولی حساب ہے دو آنے روز کی ترکاری۔ محمد کامل کی ماں۔ ارے سیر بھر ترکاری میرے گھر میں آتی ہے دو آنے روز کی ہوئی۔ کنجڑا۔ حضرت میری دکان سے ماما تین سیر لاتی ہے۔ ماما۔ ہاں تین سیر لاتی ہوں۔ سیر بھر تمہارے نام ہے۔ سیر بھر اپنی بیٹی کے واسطے۔ اور سیر بھر دوسرے گھر کے واسطے۔ میں کیا کرتی ہوں یہ موا سب تمہارے نام تبا تا ہے۔ کنجڑا۔ اری بڑھیا بے ایمان ہمیشہ سے تو اسی گھر کے حساب میں تین سیر لاتی رہی اور جب روپیہ ملا اسی گھر سے ملا۔ قصائی اور بنیے کا حساب ہوا تو اس میں بھی ہزاروں فریب نکلے اور ثابت ہوا کہ ماما اسی گھر کے سودے میں اپنی بیٹی خیراتن اور اپنی دو تین ہمسائیوں کے گھر پورے کرتی تھی۔ اسی گھر کے نام سے سودا لاتی اور دوسری جگہ بیچ ڈالتی۔ غرض شام تک پھٹکل[3] حساب ہوا اور اب بزاز اور نیچہ بند باقی رہے۔ مولوی صاحب نے کہا اب ناوقت ہو گیا ہے۔ آج ملتوی کرو کل دیکھا جائے گا۔ لیکن مولوی صاحب نے آہستہ سے یہ بھی کہا کہ ایسا نہ ہو عظمت بھاگ جائے۔ صغری گھر بار لڑکے بچے مکان چھوڑ کر کہاں بھاگ جائے گی۔ ہاں شاید غیرت مند ہو تو کچھ کھا پی لے مگر ایسی غیرت مند ہوتی تو ایسا کام کیوں کرتی تاہم حفاظت ضرور ہے۔ لیکن فقط اسقدر کہ باہر آتی جاتی کو کوئی دیکھتا رہے۔ مولوی صاحب کے خدمت گار جو ساتھ آئے تھے

---

[1] اُن کو خرمے بھی کہتے ہیں ۱۲ [2] پیغمبر صاحب کے پیدا ہونے کی مجلس ۱۲ [3] متفرق ۱۲

ایک کو چپکے سے کہہ دیا کہ ماما کو آتے جاتے دیکھتے رہو۔ جب کھانے سے فارغ ہوئی ماما چپکے سے اُٹھ باہر چلی۔ خدمت گار دبے پاؤں۔ پیچھے پیچھے ساتھ ہوا۔ ماما پہلے تو اپنے گھر گئی اور وہاں سے کچھ بغل میں مار تیر کی طرح سیدھی بزاز کے مکان پر جا کر اس کو آواز دی۔ بزاز گھبرا کر باہر نکلا کہ بڑی بی تم اسوقت کہاں۔ عظمت مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں جس جس کا دینا ہے سب کا حساب ہوتا ہے۔ کل تم بھی بُلائے جاؤ گے تو ایسی بات مت کرنا جس میں میری فضیحت ہو۔ بزاز۔ حساب میں تمھاری فضیحت کی کیا بات ہے۔ ماما۔ لالہ تم تو جانتے ہو یہ کم بخت لالچ بہت برا ہوتا ہے۔ سرکار کے حساب میں میں اپنے واسطے بھی تمھاری دکان سے کبھی کبھی لیتا نہیں سکھ۔ دریس لے گئی ہوں۔ بزاز۔ کیا معلوم تم اپنے واسطے کیا لے گئی ہو۔ ماما۔ مجھ کو اس وقت حساب کرنے کا تو ہوش نہیں لیکن دو چار تھان دریس اور لٹھے نین سکھ کے اور دس گز او دا قند میرے حساب میں نکلے گا تو میرے ہاتھ کی چار چوڑیاں سولہ روپے کی ہیں۔ گھس گھسا کر ایک روپیہ کم ہو گیا ہو گا۔ پندرہ روپے میرے نام سے کم کر دینا اور دو چار روپے اور جو میرے نام نکلیں گے میں دینے کو موجود ہوں۔ بزاز۔ چوڑیاں تو دیتی ہو خیر میں لئے تو لیتا ہوں۔ لیکن رات کا وقت ہے یہی کھاتہ دکان پر ہے بے دیکھے کیا معلوم ہو کیا گیا ہے۔ اور کیا پانا ہے۔ عظمت۔ اسوقت میری عزت تمھارے ہاتھ ہے۔ جس طرح ہو سکے بچاؤ۔ بزاز سے رخصت ہو سیدھی ہزاری مل کے گھر پہنچی۔ وہ بھی حیران ہوا اور بولا کہ اسوقت تم کہاں۔ اسکے پاؤں پڑ رو کر کہنے لگی کہ مجھ سے ایک خطا ہو گئی ہے۔ ہزاری مل۔ وہ کیا۔ عظمت۔ تم وعدہ کرو کہ معاف کر دو گے تو میں کہوں۔ ہزاری مل۔ بات تو کہو۔ عظمت۔ چار مہینے ہوئے لاہور سے خرچ آیا تھا اور مولوی صاحب نے سو روپیے تم کو بھیجے تھے وہ میرے پاس خرچ ہو گئے اور سرکار میں ڈر کے بارے میں نے ظاہر نہیں کیا۔ اب مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں تم کو حساب کے واسطے طلب کریں گے میں اس روپیہ کا ٹھکانا لگا دوں گی۔ تم اس رقم کو مت ظاہر کرنا۔ ہزاری مل۔ دو چار روپیے کی بات ہوتی تو میں چھپا بھی لیتا۔ اکھٹے سو روپیے تو میرے کئے چھپ نہیں سکتے۔ ماما۔ کیا

سو روپے کا بھی میرا اعتبار نہیں۔ ہزاری مل۔ صاف بات تو یہ ہے کہ تمہارا ایک کوڑی کا بھی اعتبار نہیں۔ جس گھر میں تم نے عمر بھر پرورش پائی اُن ہی کے ساتھ تم نے یہ سلوک کیا تو دوسرے کے ساتھ کب چوکنے والی ہو۔ عظمت۔ ہاں لالہ جب بُرا وقت سر پر آتا ہے تو اپنے دشمن[۱] ہو جاتے ہیں خیر اگر تم کو اعتبار نہیں تو لو میری بیٹی کی پونچیاں اور جوشن[۲] رکھ لو۔ ہزاری مل۔ ہاں یہ لاکھ کی بات ہے۔ لیکن دن ہو تو مال پرکھا جائے تب معلوم ہو کتنے کا ہے۔ لیکن اٹکل سے تو سب مال پچاس ساٹھ کا ہو گا۔ ماما عظمت۔ اے ہے لالہ ایسا غضب تو مت کرو ابھی چار مہینے ہوئے نو عدد نئے بنوائے تھے۔ سوا سو کی لاگت کے ہیں۔ ہزاری مل اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے تمہاری چیز سو کی ہو یا دو سو کی کوئی نکالے لیتا ہے۔ تلوانے[۳] سے جتنے کی ٹھہرے معلوم ہو جائے گا۔ یہ سب بندوبست کر کے ماما گھر واپس آئی اور مولوی صاحب کے خدمتگار نے پاؤں دابنے میں یہ سب حال مولوی صاحب سے بیان کیا اور محمد کامل کی ماں کے ذریعے سے اصغری کو بھی معلوم ہوا۔ صبح ہوئی تو بزاز اور ہزاری مل طلب ہوئے حساب میں کچھ حجت ہونے لگی۔ ماما چڑھ چڑھ کر بولتی تھی۔ بزاز نے کہا تو بڑھیا کیا ٹرٹر کرتی ہے۔ اچھا اپنی جوڑیاں تو تو پندرہ روپے کی بتاتی تھی۔ بازار میں نو روپے کی آ سکتے ہیں۔ پھر ہزاری مل نے پونچیاں اور جوشن سامنے رکھ دیئے اور عظمت سے کہا نہیں صاحب یہ مال ہمارے کام کا نہیں۔ مولوی صاحب نے بزاز اور ہزاری مل دونوں سے پوچھا کیوں بھائی یہ چیزیں کیسی ہیں۔ تب دونوں نے رات کی حکایت بیان کی اور عظمت کے منہ پر۔ گویا لاکھوں جوتیاں پڑ رہی تھیں۔ جب حساب طے ہو گیا اور مولوی صاحب نے دینے کو روپیہ نکالا تو جتنا واجبی تھا آدھا آدھا سب کا دے دیا اور کہا کہ میں نے لاہور سے روپیہ منگایا ہے دس پانچ دن میں آتا ہے تو باقی بھی دیا جائے گا۔ سب لوگوں نے پوچھا اور ماما کی طرف جو ہمارا نکلا وہ ہم کس سے لیں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ مسلم مکتب سے جاتے ہوئے ادھر کو نکلا اور یہ باتیں سنتا گیا وہاں جا کر تماشا خانم سے کہا کہ آج تو آپا اصغری کے دروازے پر بڑی بھیڑ جمع ہے اُن کے

۱ یعنی اپنے عزیز قریب رشتہ دار ۱۲ ۲ بازو پر باندھنے کا ایک زیور ہوتا ہے ۱۲ ۳ وزن کرانے سے ۱۲

سسُر سے حساب کر رہے ہیں۔ تماشا خانم سنتے کے ساتھ ڈولی میں چڑھ آ پہنچی اُتری تو اصغری سے گلہ کیا کیوں جی تم نے مجھ کو خبر نہ کی تو کیا ہوا۔ اصغری۔ ابھی تو حساب درپیش ہے یہ بکھیڑا ہو چکتا تو میں تم کو خبر کرتی۔ غرض مولوی صاحب نے لوگوں سے کہا کہ جو ماما سے لینا ہے وہ ماما سے لو اور عظمت کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔ حضرت ان کا روپیہ ادا کرو۔ عظمت نے نیچی آنکھیں کر کے کہا میرے پاس بیٹی کا زیور ہے اس میں یہ لوگ اپنا اپنا سمجھ بوجھ لیں۔ بیٹی کا تمام زیور تو نچڑے۔ تھالی۔ بنٹے۔ بزاز کے حساب میں آدھے داموں پر لگ گیا۔ ہزاری مل کے سو روپیہ کے واسطے رہنے کا ٹھیکرا[1] گروی رکھنا پڑا لکھا پڑھی پکے کاغذ[2] پر ہو کر چار بھلے مانسوں کی گواہی ہو گئی۔ مولوی صاحب نے عظمت سے کہا بس اب آپ خیر سے سدھاریئے تم ایسے نمک حرام۔ دغا باز بے ایمان آدمی کا ہمارے گھر میں کچھ کام نہیں۔ اصغری ان میں نمک حرامی کے علاوہ ایک صفت اور بھی تھی وہ یہ کہ گھر میں فساد ڈلوانے کی فکر میں تھیں۔ کیوں عظمت وہ کڑھائی کی بات یاد ہے۔ جو محمودہ کے بھائی نے فرمائش کی تھی۔ اور تو نے میری طرف سے جھوٹ جا کر کہہ دیا تھا کہ بہو کہتی ہیں میرے سر میں درد ہے۔ بول تو سہی کب تو نے مجھ سے کہا تھا۔ اور کب میں نے درد سر کا عذر کیا تھا۔ عظمت۔ بیوی تم کوٹھے پر قرآن پڑھ رہی تھیں۔ میں کہنے کو اوپر گئی تم کو پڑھتے دیکھ کر اُلٹی پھر آئی۔ اصغری۔ اور درد سر کی بات دل سے بنائی۔ عظمت۔ میں نے سوچا کہ صبح سے اب تک تو تم پڑھ رہی ہو اب کہاں چولھے میں سر کھپاؤ گی۔ اصغری۔ بھلا بہار جانے کی بات تو نے کس غرض سے کہی تھی۔ میں نے تجھ سے صلاح کی تھی یا تو نے مجھ کو کہتے سنا تھا۔ اس کا کچھ جواب عظمت کو نہ آیا۔ پھر اصغری نے اشتہار نکال کر مولوی صاحب کے سامنے ڈال دیا اور کہا دیکھئے یہ بیوی عظمت ان گنوں[3] کی ہیں خود تو محلے کے پھاٹک سے اشتہار اکھاڑ کر لائی اور مکان پر لگایا اور خود اماں جان سے کہنے کو دوڑی گئی۔ اصغری یہ باتیں کہہ رہی تھی اور مولوی صاحب کا چہرہ سرخ ہو ہو جاتا تھا ادھر تماشا خانم دانت پیس رہی تھی۔ مولوی صاحب نے کہا تجھ کو نکال دینا کافی نہیں تو

[1] یعنے جھونپڑا ۱۲ [2] اسٹامپ جس کو لوگ اسٹام بولتے ہیں ۱۲ [3] گن کے معنے ہنر یہاں طنزاً استعمال کیا ۱۲

بڑی بدذات عورت ہے یہ کہہ کر اپنے خدمت گار[۱] کو آواز دی اور کہا کہ بہادر[۲] اس ناپاک کو کوتوالی میں لے جا رقعے میں اس کا سب حال ہم لکھے دیتے ہیں۔ اصغری نے مولوی صاحب سے کہا کہ بس اب یہ اپنی سزا کو پہنچ گئی۔ کوتوالی سے اس کو معاف رکھیے اور ماما کو اشارہ کیا کہ چل دے بلکہ دروازے تک ماما کے ساتھ گئی۔ غرض ماما عظمت اپنے کوتکوں[۳] کے پیچھے یہاں سے نکالی گئی۔ گھر پہنچی تو بیٹی بلا کی طرح لپٹی۔ میں نہ کہتی تھی اماں ایسی لوٹ تو مت مچاؤ۔ سو دن چور کے تو ایک دن ساہ کا۔ ایسا نہ ہو کسی دن پکڑی جاؤ۔ تم کسی کی مانتی تھیں۔ خوب ہوا جیسا کیا ویسا پایا اب سسرال میں میرا نام تو بد مت کرو جہاں تمہارا خدا لے جائے چلی جاؤ۔ میرے گھر میں تمہارا کام نہیں۔ زیور کو میں نے صبر کیا تقدیر میں ہوگا تو پھر مل رہیگا اس طور پر خدا خدا کر کے اصغری نے اپنے دشمن کو نکال پایا اور گھر کو عذاب سے نجات دی۔

باب اُنیسواں گھر میں دوسری ماما رکھنے کی صلاح

جب عظمت کا فیصلہ ہو گیا تو اصغری نے باپ کے پاس جانے کی پھر اجازت چاہی اور خوشی راضی سے رخصت ہو ماں کے گھر آئی۔ ایک ہفتہ برابر یہاں رہی اور جس جس بات میں باپ سے صلاح لینی تھی اطمینان سے پوچھا پاچھا۔ پوچھا عظمت نکل گئی۔ اصغری سب آپ کے طفیل سے بخیر انجام ہوا نہ بڑے بھائی لاہور جاتے۔ نہ ابا جان آتے۔ نہ یہ برسوں کا حساب طے ہوتا نہ عظمت نکلتی۔ خاں صاحب۔ اب گھر کا انتظام کیونکر ہوگا۔ اصغری ماما کے نکلتے میں تو ادھر چلی آئی اب انتظام کیا مشکل ہے۔ اسی عظمت کی خرابی تھی۔ اب ان شاء اللہ میں سب دیکھ بھال لوں گی۔ خاں صاحب۔ اور کیا کیا باتیں تم نے گھر میں ایجاد کیں۔ اصغری۔ ابھی میں نے کچھ دیکھا بھالا نہیں۔ شروع سے عظمت کا جھگڑا پیش آگیا اب البتہ ارادہ ہے کہ ہر ایک بات کو سوچوں اور انتظام کروں اور خدا نے چاہا آپ کو

---

[۱] خدمت گار کا نام ہے ۱۲ [۲] بدکرداریوں کی وجہ سے ۱۲ [۳] یہ کہاوت ہے ساہ سے مراد ساہوکار یعنی مہاجن مطلب یہ ہے کہ سو دن چور کا ڈھب لگتا رہتا ہے تو ایک دن ساہ کی بھی قابو پا جاتا اور چور کو پکڑ لیتا ہے ۱۲ ٹھیکا پایا خلصی ۲

خط کے ذریعہ سے اطلاع دیتی رہوں گی ۔ خان صاحب نے نکاح کے بعد سے اصغری کا دس روپیہ مہینا مقرر کر دیا تھا ۔ اصغری سے پوچھا اگر تم کو خرچ کی تکلیف رہتی ہو تو میں کچھ روپیہ تم کو اور دیتا جاؤں ۔ اصغری ۔ وہی دس روپیہ میری ضرورت سے زیادہ ہیں ۔ بلکہ آج تک کا روپیہ سب میرے پاس جمع ہے زیادہ لے کر میں کیا کروں گی ۔ اور جب ضرورت ہوگی تو میں خود مانگ لوں گی ۔ غرض باپ سے اصغری رخصت ہو آئی ۔ سسرال میں آکر دیکھا کہ ساس چولہا[1] پھونک رہی ہیں ۔ اصغری نے حیرت سے پوچھا کہ ایں اب تک کوئی ماما نہیں رکھی گئی ۔ ساس ۔ آنے کو تو کئی عورتیں آئیں پر تنخواہ سن کر ہمت نہیں پڑتی کسی کو نوکر رکھیے ۔ عظمت بُری تھی مگر آٹھ آنے مہینے پر پچیس برس اُس نے نوکری کی ۔ اب جو ماما آتی ہے دو روپیہ اور کھانے سے کم کا نام نہیں لیتی ۔ میں نے تمہارے آنے پر رکھا تھا اصغری ۔ ماما تو ایک میری نظر میں بھی ہے ۔ لیکن تنخواہ وہ بھی زیادہ مانگتی ہے کفایت[2] نسا کی چھوٹی بہن دیانت نسا پکانا سینا سب جانتی ہے اور ایک دفعہ کفایت نسا نے کہا بھی تھا کہ کوئی اچھا ٹھکانا ہو تو دیانت نسا نوکری کرنے کو موجود ہے محمد کامل کی ماں ۔ وہ کیا تنخواہ لیگی ۔ اصغری ۔ وہ تو اپنے مونھ سے تین روپیہ اور کھانا مانگتی ہے لیکن سمجھانے سے شاید دو روپیہ پر راضی ہو جائے ۔ محمد کامل کی ماں ۔ دو روپیہ اور کھانا دینا ہو تو دروازے پر بھوندو بھٹیارے کی بی بی چنیا کی ماں منتیں کرتی ہے ۔ اصغری چنیا کی ماں کو تو میں چار آنے پر بھی نہ رکھوں ۔ محمد کامل کی ماں ۔ اے کیوں ۔ اصغری ۔ پاس کا رہنے والا آدمی بُرا ۔ آنکھ بچی اور جو چیز چاہی گھر میں جا کر رکھ آئی اور جب گھر سے گھر ملا ہے تو ہر گھڑی چنیا کی ماں اپنے گھر جائے گی اور شاید رات کو بھی اپنے گھر رہے ۔ محمد کامل کی ماں بخشو کی بیوی نے اپنی بیٹی زلفن کے واسطے مجھ سے کئی مرتبہ کہا ہے ۔ زلفن تو سید فیروز کے بنگلے رہتی ہے اصغری ۔ وہی زلفن نہ جو خوب بنی ٹھنی[3] رہتی ہے محمد کامل کی ماں ۔ بنی ٹھنی کیا رہتی ہے نئی بیاہی ہوئی ہے ۔ کپڑے لتے کا ذرا شوق ہے ۔ اصغری ۔ ایسا آدمی بھی نہیں

[1] یعنی ماما خود پکا رہی ہیں ۔ [2] کفایت نسا اصغری کے میکے کی ماما کا نام ہے ۔ [3] بنی سنوری ۔

رکھنا چاہتے ہیں۔ محمد کامل کی ماں۔ خود زلفن کی ماں نوکری کرنے کو راضی ہے۔ اصغری ان کے ساتھ ایک دم چھلا چھوٹی بیٹی کا لگا ہوا ہے وہ ایک دم ماں کو نہیں چھوڑتی۔ بس نام تو ایک آدمی کا ہوگا اور کھائیں گے دودو۔ محمد کامل کی ماں۔ اور تو کوئی آدمی میرے خیال میں نہیں آتا۔ اصغری۔ دیکھو اسی دیانت لنسا کو بلاؤں گی۔ محمد کامل کی ماں۔ اور تنخواہ کا کیا ہوگا۔ اصغری نے کہا ایمان دار آدمی تو کم تنخواہ پر ملنا محال ہے۔ ان لوگوں کو دو کی جگہ تین دینے گوارا ہیں۔ لیکن عظمت جیسی کو آٹھ آنے دے کر گھر لٹوانا منظور نہیں۔ وہ کہاوت سچ ہے۔ گراں بحکمت ارزاں بعلت اس وقت کا کھانا تو ساس بہوؤں نے مل کر پکا پکو لیا۔ کھانے کے بعد اصغری محمودہ کو ساتھ لے کوٹھے پر چلی گئی۔ جب تک مولوی صاحب رہے اصغری نے کوٹھے پر سے اترنا بہت کم کر دیا تھا صرف صبح و شام نیچے اترتی تھی بلکہ محمودہ کو بھی منع کر دیا تھا کہ ہر وقت نیچے مت جایا کرو۔ محمودہ تو لڑکی تھی اس نے پوچھا بھی اچھی بھابی جان کیوں۔ اصغری نے کہا بڑوں کے سامنے ہر وقت نہیں چلتے پھرتے۔

باب بیسواں گھر کے خرچ کا تعین

کھانے کے بعد گھر کے حساب کتاب میں مولوی صاحب سے اور بی بی سے لڑائی ہونے لگی۔ بی بی کو شکایت تھی کہ تم خرچ بہت تھوڑا دیتے ہو یہاں شادی بیاہ برادری کا لینا دینا آنا جانا تیج تیوہار سب مجھ کو کرنا پڑتا ہے۔ مولوی صاحب کہتے تھے کہ بیس روپے مہینا تھوڑا نہیں ہے۔ تم کو انتظام کا سلیقہ نہیں۔ اسی سبب سے گھر میں بے برکتی رہتی ہے۔ اتنے میں مولوی صاحب نے محمودہ کو آواز دی۔ محمودہ آئی تو کہا بھابی کو بلا کر لاؤ۔ اصغری نے طلب کی خبر سنی تو حیران ہوئی کہ اس وقت کیوں بلایا محمودہ سے

ا؎ معلوم ہوا کہ باہر کی چلنے پھرنے والی عورت جو بناؤ سنگھار کرے اسکا شریفوں کے گھر میں رہنا اچھا نہیں ہ ۲؎ اصل ہیں دُم چھلا اس بودمچی کو کہتے ہیں جو گنکوے میں باندھی جاتی ہے ۱۲ ۳؎ گوارا ۱۲ ۴؎ چیز منگی ہوتی ہے تو کسی مصلحت سے اور سستی ہوتی ہے تو کسی خرابی کی وجہ سے ۱۲

پوچھا کیا ہو رہا ہے۔ محمود نے کہا لڑائی ہو رہی ہے۔ اصغری گئی تو مولوی صاحب نے کہا کیوں بیٹا اب انتظام کون کرے۔ اصغری نے کہا اماں جان کریں گی جس طرح اب تک کرتی تھیں مولوی صاحب نے کہا ان کے انتظام کا نتیجہ تو دیکھ لیا بیس روپیہ مہینا جس گھر میں آتا ہو۔ اُس گھر کی یہی صورت ہوتی ہے۔ کہ نہ سلیقے کا کوئی برتن ہے نہ عزت کی کوئی چیز۔ اگر کسی وقت ایک چمچہ شربت درکار ہو تو خدا نے چاہا اُس کا سامان بھی گھر میں نہ نکلے گا اصغری اماں جان کا اس میں کیا قصور ہے۔ عظمت نامراد نے گھر کو خراب کیا۔ مولوی صاحب۔ اِن میں انتظام کی عقل ہوتی تو عظمت کی کیا طاقت تھی۔ عظمت نوکر تھی یا گھر کی مختار تھی۔ اصغری بیس برس کا پرانا آدمی جب لوٹنے پر کمر باندھے تو اُس کے فریب کو کون جان سکتا ہے۔ ایسے پُرانے آدمی پر تو شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب تم کو آخر شبہ ہوا یا نہ ہوا اصغری مجھکو کیا شبہ ہوا اُسی کی شامت تھی کہ اُس نے نالش کا ذکر چھیڑ کر سوتی ہوئی بھڑوں کو جگایا اتنے میں ساس بولیں پچاس میں تم اپنے اکیلے دم کے واسطے تو تیس روپیے رکھو اور بیبیاں کُنبے کے واسطے بیس۔ مولوی صاحب۔ گھر کا خرچ اور باہر کا خرچ کہیں برابر ہو سکتا ہے۔ تم نے تو مجھ کو اکیلا سمجھ لیا اور خدمت گار۔ سواری۔ مکان۔ کپڑا لتا۔ بیوی۔ سواری اور مکان تو سرکار سے ملتا ہے۔ مولوی صاحب۔ گھوڑا ملا۔ دانہ گھاس تو مجھ کو اپنی گرہ سے کھلانا پڑتا ہے۔ چار روپیے کا سائیس[1] اور مکان کی مرمت پھر سرکار دربار کے موافق حیثیت دینا لینا ہزار بکھیڑے ہیں۔ نہیں معلوم میں کس طرح گزران کرتا ہوں۔ اصغری نے ساس کی طرف مخاطب ہو کر کہا اماجان بیس روپیے میں تکرار کرنے سے کیا فائدہ جتنا ملتا ہے ہزار شکر ہے خدا ابا جان کی کمائی میں برکت دے یہ بھی ہزاروں ہیں۔ ساس۔ بیٹی مجھ سے تو بیس میں گھر نہیں چلتا۔ اصغری نے اشارے سے ساس کو روکا اور مولوی صاحب سے کہا آپ چاہے دو روپیے اور کم دیجئے لیکن جو کچھ دیجئے ماہ بماہ[2] دیجئے جب وقت پر پیسہ پاس نہیں ہوتا تو ناچار قرض لینا پڑتا ہے اور قرض سے گھر کی رہی سہی برکت بھی اُڑ جاتی ہے۔ مولوی صاحب

---

[1] صحیح لفظ۔ سائس بروزن فاعل ہے غلط العام سائیس بولا جاتا ہے ۱۲ [2] مہینے کے مہینے ۱۲

ہندوستانی سرکاروں میں تنخواہوں کا دستور قاعدہ بہت خراب ہے۔ کبھی چھٹے مہینے تقسیم ہوتی ہے۔ کبھی برسویں دن ملتی ہے۔ اس سبب سے خرچ کا معمول نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہزاری مل سے میں کہہ جاؤں گا کہ مہینے کے مہینے تم کو بیس روپیہ دے دیا کرے گا۔ اصغری مہاجن بتا جائے گا۔ تو وہ آپ سے سود مانگے گا۔ مولوی صاحب نہیں سود کیا لے گا۔ ہماری سرکار میں بھی اُس کا لین دین ہے۔ وہاں سے حکم آجائے گا۔ اصغری۔ ہاں تو اس کا مضائقہ نہیں۔ غرض بیس روپیے تنخواہ ٹھہر گئی۔ لیکن محمد کامل کی ماں کو ناگوار ہوا اور الگ جا کر اصغری سے گلہ کیا اصغری نے کہا گھر تو بیس میں ان شاء اللہ میں چلا دوں گی اس کا آپ کچھ فکر نہ کیجئے اور مولوی صاحب واقع میں تیس روپیے سے کم میں اپنی حیثیت درست نہیں رکھ سکتے۔ مختاری کی نوکری میں اول تو اوپر سے آمدنی کی کوئی صورت نہیں اور ہو بھی تو مولوی صاحب لینے کیوں لگے۔ بس گنی بوٹی ناپا شوربا۔ مولوی صاحب خود تکلیف میں رہے اور دو چار روپیے گھر میں زیادہ بھی آئے تو مناسب نہیں۔ یہ سن کر ساس چپکی رہیں۔

باب اکیسواں۔ ماما عظمت کی جگہ دیانت نسا رکھی گئی۔ اصغری کا انتظام خانہ داری

اصغری نے دیانت نسا کو بلا بھیجا اور کہہ سن کر دو روپیے اور کھانے پر راضی کر لیا اور جتا دیا کہ دیانت نسا خبردار کوئی بات ایسی نہ ہو کہ تمھارے اعتبار میں فرق آئے۔ جس طرح تمھاری بڑی بہن ہمارے گھر رہتی ہے اُسی طرح تم رہنا۔ دیانت نسا نے کہا بیوی خدا اُس گھڑی کو موت دے کہ پرائے مال پر نظر کروں ضرورت ہو تو تم سے مانگ کر کھا لوں اور نہ تو بھوکی بیٹھ رہوں۔ پر بے حکم نوالے تک چکھنا حرام سمجھتی ہوں۔ عید کے اگلے دن مولوی صاحب تو لاہور سدھارے اور ضرورت کی سب چیزیں اصغری نے اکھٹی منگا لیں

آیندہ ہمیشہ فصل پر سستی دیکھ کر اکھٹی چیزیں لے رکھتی تھی۔ مرچ۔ پیاز۔ دھنیا۔ اناج۔ دالیں۔ چاول۔ گھی۔ کھانڈ۔ لکڑی۔ اپلے۔ سکھانے کی ترکاریاں۔ ہر چیز وقت مناسب پر خریدی جاتی تھی۔ ملا کر پانچ آدمی تھے۔ دونو وقت میں سیر بھر گوشت آتا تھا۔ اُس میں دیانت دو طرح کا کر لیتی تھی۔ کبھی آدھے میں ترکاری اور آدھا سادہ۔ کبھی آدھے میں کباب سالن کے علاوہ دن کو ایک وقت دال۔ ساتویں دن پلاؤ اور میٹھے چاولوں کا معمول تھا۔ گھر میں دو تین قسم کی چٹنی کوئی پاتنی[1] کی۔ کوئی عرق نعناع کی۔ کوئی سرکے کی۔ دو چار قسم کا اچار مربا بنا رکھا۔ اِن کے علاوہ شربت انار۔ لیموں کی سکنجبین۔ شربت بنفشہ۔ شربت نیلوفر۔ شربت فالسہ کی ایک ایک بوتل بنالی ہر طرح کا ضروری سامان گھر میں موجود رہا کرتا تھا۔ باوجود اس سامان کے پندرہ روپئے سے زیادہ خرچ نہیں ہوتا تھا۔ پانچ روپئے جو بچتے تھے اُس سے بڑے بڑے پتیلے اور دس سیرے دو پتیلے۔ ایک سینی۔ کچھ چھوٹے چمچے۔ دو لوٹے۔ ایک عمدہ چائے کے لوازم اس قسم کی چیزیں خرید ہوئیں۔ دو صندوق بنوائے گئے دو الماریاں ایک باورچیخانے میں ایک اسباب کی کوٹھری میں۔ بیٹھنے کے تخت پرانے تھے درست ہوئے دو پلنگ تیار ہوئے۔ خلاصہ یہ کہ اصغری نے اسی میں روپئے میں گھر کو وہ جلا دی کہ ظاہر حال میں بڑی رونق معلوم ہوتی تھی۔ ہر چیز میں کفایت اور انتظام کو دخل دیا۔ عظمت کے وقتوں میں ہمیشہ محمودہ کے واسطے تین چار پیسے روز کا سودا بازار سے آتا تھا۔ اس واسطے کہ کبھی دسترخوان میں ایک ٹکڑا نہیں بچا۔ اب دونوں وقت دو چار روٹیاں دسترخوان میں رہنے لگیں۔ کبھی بھنتے میں سے دو بوٹیاں محمودہ کے لئے نکال رکھیں۔ کبھی ایک چٹکی کھانڈ نکال دی کبھی مربے کی ایک پھانک دے دی روز کا سودا موقوف ہوا۔ کسی دن کبھی کبھار جو محمودہ کا جی چاہا تو کچھ منگوا لیا۔ اس گھر سے فقیر کو عمر بھر ایک چٹکی آٹا یا آدھی روٹی نہیں ملی تھی۔ اب دونو وقت دو دو روٹیاں فقیروں کو بھی دی جانے لگیں۔ گھر میں جو کچھ اسباب تھا عجب بے سلیقگی سے ساگ مولی کی طرح پڑا رہتا تھا

---

[1] پاتنی ہندی معنی پودینہ عربی نعناع۔ ہندی پودینہ ۱۲

اب ہر ایک چیز ٹھکانے لگی۔ کپڑوں کی گٹھریاں ہیں تو کپڑے اچھی طرح تہ کئے ہوئے ترتیب سے بندھے ہیں۔ اناج پانی کی کوٹھری میں ہر ایک شے احتیاط سے ڈھکی ہوئی ہے۔ برتن صاف ستھرے اپنی جگہ رکھے ہیں۔ چینی کے الگ۔ تانبے کے الگ۔ گویا گھر ایک کل تھی جس کے کیل پرزے سب درست اور اُس کل کی کنجی اصغری کے ہاتھ میں تھی۔ جب کوک دیا کل اپنے معمول سے چلنے لگی۔ رفتہ رفتہ دو دو چار چار روپے پس انداز ہونے لگے اور اصغری اُس کو بطور امانت علٰحدہ جمع کرتی گئی۔ جب سے اصغری نے گھر کا اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا قرض لینا قسم ہو گیا بھول کر بھی دمڑی چھدام تک کی چیز بازار سے اُدھار نہ آئی۔ اصغری گھر کا سب حساب ایک کتاب میں لکھا کرتی تھی جب کوئی چیز ہو چکنے پر آئی اور دیانت نسا نے اطلاع کی کہ بیوی گھی دو دن کا اور رہا ہے اصغری نے کتاب نکال کر دیکھی کہ کس تاریخ کتنا گھی آیا تھا۔ اور کتنے روز کے حساب سے خرچ ہوا۔ اگر بے حساب ہوا تو دیانت سے باز پرس کی۔ جو لال تھی کسی چیز میں فضول خرچی ہو اور بے حساب اُٹھ جائے۔ پسائی والی کی پسائیاں۔ اور دھوبن کی دُھلائیاں تک کتاب میں لکھی جاتی تھیں۔

باب بائیسواں اصغری نے اپنے میاں سے کھیل کو چھڑا کر اسکو پڑھنے پر متوجہ کیا

جب ہر ایک چیز کا معمول بندھ گیا۔ اور انتظام بیٹھ گیا۔ اصغری دوسرے کاموں کی طرف متوجہ ہوئی۔ محمد کامل پڑھتا لکھتا تو تھا لیکن ویسی ہی بے تدبیری اور بے شوقی سے جس طرح آزاد خود مختار لڑکے پڑھا کرتے ہیں باپ تو باہر رہتے تھے۔ محمد عاقل گو بڑا بھائی تھا۔ لیکن دونوں بھائیوں میں صرف ڈھائی برس کی بڑائی چھٹائی تھی محمد کامل پر اُس کا داب کم تھا بلکہ نہیں تھا ایسی محمد کامل صبح و شام سبق بھی پڑھتا تھا اور ہم عمر لڑکوں میں گنجفہ۔ شطرنج چوسر بھی

کھیلا کرتا تھا۔ بعض مرتبہ کھیل میں مصروف ہوتا تو پہر پہر بھر رات گئے گھر آتا۔ اصغری کو یہ حال معلوم تو تھا۔ لیکن موقع ڈھونڈتی تھی کہ کیسے ڈھب سے کہنا چاہیئے کہ ناگوار خاطر نہ ہو۔ ایک روز محمد کامل بہت رات گئے آیا اور شاید بازی جیت کر آیا تھا۔ خوش تھا۔ آتے کے ساتھ کھانا مانگا۔ دیانت النسا، سالن گرم کرنے دوڑی محمد کامل سمجھا ابھی پکا رہی ہے۔ پوچھا ماما ابھی تک تمہاری ہنڈیا چولھے سے نہیں اُتری۔ اصغری نے کہا کئی دفعہ اُتر اُتر کر چڑھ چکی ہے ایسے ناوقت تم کھانا کھاتے ہو کہ کھانا ٹھنڈا ہو کر مٹی ہو جاتا ہے۔ یا تو ایسا بندوبست کرو کہ سویرے کھا جایا کرو یا کھانا باہر منگوا لیا کرو ادھر تمہارے انتظار میں اماں جان کو ہر روز تکلیف ہوتی ہے محمد کامل۔ ایں تم لوگ میرے منتظر رہتے ہو میں تو جانتا تھا تم کھا لیا کرتی ہو گی۔ اصغری خدا رکھے مردوں کے ہوتے عورتوں کو کھانا ٹھونس بیٹھنا کیا مناسب ہے۔ محمد کامل۔ دو چار روز کی بات ہو تو گزر سکتی ہے آخر میری ہی نارضامندی کا خیال ہے میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں تم لوگ کھانا کھا لیا کرو۔ اصغری اُس وقت تو چپ ہو رہی کوٹھے پر پھر محمد کامل نے خود چھیڑ کر اسی بات کو کہا اصغری بولی تعجب کی بات ہے تم اپنے معمول کے خلاف نہیں کر سکتے اور ہم لوگوں سے چاہتے ہو کہ ہم اپنا معمول توڑ دیں تم ہی سویرے چلے آیا کرو۔ محمد کامل کھانے کے بعد باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا اور مجھ کو نیند دیر کر آتی ہے۔ گھر میں بے شغل پڑے پڑے جی گھبراتا ہے اس واسطے میں قصداً دیر کر کے آتا ہوں کہ کھانے کے بعد سو رہوں۔ اصغری شغل تو اپنے اختیار میں ہے۔ آدمی اپنے وقت کو ضبط کرے تو ہزاروں کام ہیں ایک پڑھنے کا شغل کیا کم ہے۔ میں اپنے بڑے بھائی کو دیکھا کرتی تھی کہ آدھی آدھی رات تک کتاب دیکھتے اور جس دن اتفاق سے سو جاتے تو بڑا افسوس کیا کرتے تھے۔ تم پڑھنے میں محنت کم کرتے ہو۔ اسی واسطے بے شغلی سے تمہارا جی گھبراتا ہے۔ محمد کامل۔ اور کیا محنت کروں دونو وقت سبق پڑھ لیتا ہوں یاد کر لیتا ہوں۔ اصغری نہیں معلوم تم کیسا پڑھنا پڑھتے ہو۔ جس دن غلہ کا حساب کتاب ہوتا تھا۔ اباجان تم سے حساب پوچھتے تھے اور تم بتا نہیں سکتے تھے مجھ کو شرم آتی تھی۔ محمد کامل۔ حساب دوسرا فن ہے میں عربی پڑھتا ہوں اس سے اور حساب سے کیا واسطہ۔ اصغری۔ پڑھنا لکھنا اسی واسطے ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی کام اٹکا نہ رہے بڑے بھائی

عربی فارسی بہت پڑھ گئے ہیں لیکن نوکری نہیں ملتی ابا کہا کرتے ہیں کہ حساب کتاب اور کچہری کا کام جب تک نہ سیکھو گے نوکری کا خیال مت کرو۔ اب مآل اندیش[1] مدرسے میں پڑھتا ہے اور حساب کتاب میں بڑے بھائی سے زیادہ ہوشیار ہے۔ ابا اس سے بہت خوش ہیں اور کہا کرتے ہیں دو برس مدرسے میں اور پڑھو پھر تم کو کہیں نہ کہیں نوکر کرا دوں گا۔ محمد کامل۔ مدرسے میں کم عمر آدمی کو داخل کرتے ہیں، میری عمر زیادہ ہے۔ اصغری۔ مدرسے میں داخل ہونے پر کیا منحصر ہے۔ یوں شہر میں کیا سکھانے والے نہیں ہیں۔ جتنا وقت تم کھیل میں ضایع کرتے ہو اسی میں صرف کیا کرو۔ محمد کامل۔ کھیل کیا میں دن رات کھیلتا ہوں۔ کبھی گھڑی دو گھڑی کو بیٹھ گیا۔ اصغری۔ کھیلنا افیون کی سی عادت ہے۔ تھوڑے سے شروع ہو کر بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ لت پڑ جاتی ہے اور پھر اس کا چھوٹنا مشکل ہوتا ہے اوّل تو یہ کھیل گناہ ہیں اس کے علاوہ آدمی کو دوسرے کمال حاصل کرنے سے روکتے ہیں کام کاج کے آدمی کبھی نہیں کھیلتے۔ نکمے لوگ البتہ اسی طرح دن کاٹتے ہیں۔ ان کھیلوں میں جیسا بازی جیتنے سے جی خوش ہوتا ہے۔ ہارنے سے رنج بھی بہت ہوتا ہے، اور جس طرح وہ خوشی بے اصل ہوتی ہے یہ رنج بھی ناحق کا ہوتا ہے۔ اور اکثر کھیلتے کھیلتے آپس میں مفت کی تکرار ہو جاتی ہے۔ میری صلاح مانو تو ان کھیلوں کو بالکل موقوف کر دو لوگ تمہارے منہ پر تو کچھ نہیں کہتے لیکن پیچھے ہنستے ہیں پرسوں اترسوں کی بات ہے کہ تم کو کوئی مردوا بلانے آیا تھا۔ ماما نے اندر سے جواب دیا کہ باہر سدھار گئے ہیں۔ اس مردوے نے طعنے کے طور پر اپنے ساتھ والے سے کہا میاں ماسٹر حسینی کے مکان پر چلو وہاں شطرنج کے جگھٹے میں ملیں گے۔ ابا جان کا شہر میں بڑا نام ہے لوگ ان کے معتقد ہیں ایسی جگہ جانے سے نام بد ہوتا ہے۔ اور میں نے ابا جان کو افسوس کرتے سنا کہ ہائے ہماری تقدیر دو لڑکوں میں کوئی بھی ایسا نہ ہوا کہ اس کو دیکھ کر جی خوش ہوتا عاقل کو کچھ لکھایا پڑھایا تھا اب وہ بھی اپنی نوکری کے پیچھے ایسا پڑا ہے کہ لکھا پڑھا بھی بھول گیا یہ چھوٹے صاحب ہیں ان کو کھیل کود سے فرصت نہیں بلکہ بہار ے ابا جان کو بھی کسی نے اس کی خبر کر دی۔ مجھ سے پوچھتے تھے میں نے کسی طرح اس وقت بات کو ٹال دیا۔ اصغری کی نصیحت نے محمد کامل پر بہت عمدہ اثر کیا اور اس نے کھیلنا بالکل چھوڑ دیا اور پہلے کی نسبت

[1] اصغری کا چھوٹا بھائی ۱۲

عربی پر بھی زیادہ محنت کرنے لگا اور ایک مدرس سے مدرسے کے باہر حساب کتاب وغیرہ بھی سیکھنا شروع کر دیا۔ خدا نے وقت میں بڑی برکت دی ہے اس کو انتظام کے ساتھ صرف کرنے سے چند روز میں محمد کامل کی استعداد عربی بھی درست ہوگئی اور حساب اور ریاضی کی بھی کئی کتابیں نکل گئیں۔

باب تئیسواں [۲۳] اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا

for exam

محمد کامل تو ادھر مصروف رہا۔ اصغری نے اسی عرصہ میں ایک اور کارخانہ جاری کیا اس محلے میں حکیم روح اللہ خاں بڑے نامی گرامی آدمی تھے۔ حکیم صاحب خود تو سرکار مہاراجہ پٹیالہ میں دیوان تھے۔ لیکن گھر بار لڑکے بچے سب اسی محلے میں تھے۔ مکان، محلات نوکر چاکر، بڑا کارخانہ تھا اور یہ گھر شہر کے اونچے گھروں میں گنا جاتا تھا۔ اونچی جگہ رشتے ناتے وسیچے لوگوں سے راہ و رسم۔ حکیم صاحب کے چھوٹے بھائی فتح اللہ خاں بہت مدت تک والی اندور کی سرکار میں مختار کل رہے اور جب اس سرکار میں منشی عمو جان کو بڑا دخل ہوا مصلحت وقت سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے لیکن لاکھوں روپیہ گھر میں تھا نوکری کی کچھ پروا نہ تھی ہزار ستر روپے کی املاک شہر میں خرید کر لی تھی۔ سینکڑوں روپیہ ماہواری کرائے کا چلا آتا تھا بڑی شان سے رہتے تھے ڈیوڑھی پر سپاہیوں کا گارد اندر باہر تیس چالیس آدمی نوکر گھوڑا۔ ہاتھی۔ پالکی۔ بگھی۔ سواری کو موجود۔ فتح اللہ خاں کی دو بیٹیاں تھیں، جمال آرا اور حسن آرا۔ جمال آرا نواب اسفندیار خاں کے بیٹے سے بیاہی گئی تھی۔ لیکن ایسی ناموافقت ہوئی کہ آخر کار قطع تعلق ہو گیا کچھ خدا نخواستہ طلاق نہیں ہوئی تھی۔ لیکن کسی طرح کا واسطہ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ جہیز کا اسباب تک پھر آیا تھا۔ حسن آرا کی نسبت نواب جھجر کے خاندان میں ہوئی تھی۔ ان لڑکیوں کی خالہ شاہ زمانی بیگم اسی محلے میں

لہ یہ بھی ایک طرح کا حساب ہے ۱۲ سلہ نظر سے گزر گئیں ۱۲ سلہ مشہور ۱۲ سلہ سفر ۱۲ سلہ علیحدہ ۱۲ سلہ جلے دادھر ادھر گزری الفاظ سے اگر نوٹ لینے لگے ہیں ۱۲ سلہ بگاڑ ۱۲ سلہ عزت ٹوٹ گیا ۱۲ سلہ نکل ۱۲

رہتی تھیں جس میں اصغری کا میکا تھا۔ اس محلے میں تو اصغری کی لیاقت کا شور[1] تھا شاہ زمانی بیگم بھی اصغری کے حال سے خوب واقف تھیں شادی بیاہ میں کئی مرتبہ اسکو دیکھا تھا شاہ زمانی بیگم اپنی چھوٹی بہن حسن آرا کی ماں سے ملنے کے لیے آئیں دنیا کا دستور ہے کہ کوئی فرد بشر[2] رنج سے خالی نہیں اور یہ امر[3] کچھ من[4] جانب اللہ ہے اگر ہر طرف سے خوشی ہی خوشی ہو تو انسان خدا کو بھول کر بھی یاد نہ کرے اور نہ اپنے تئیں بندہ سمجھے۔ شاہ زمانی کی چھوٹی بہن سلطانہ بیگم کو دنیا کے سب عیش میسر[5] تھے۔ لیکن لڑکیوں کی طرف سے رنجیدہ خاطر رہا کرتی تھیں ادھر جمال آرا بیاہ برات ہو ہوا کر اجڑی ہوئی گھر بیٹھی تھیں ادھر حسن آرا کے مزاج کی افتاد[6] ایسی بُری پڑی تھی کہ اپنے گھر ہی میں سب سے بگاڑ تھا۔ نہ ماں کا لحاظ۔ نہ آپا کا ادب۔ نہ باپ کا ڈر نوکر ہیں کہ آپ نالاں[7] ہیں۔ لونڈیاں ہیں کہ الگ پناہ مانگتی ہیں۔ غرض حسن آرا سارے گھر کو سر پر[8] اٹھائے رہتی تھی۔ شاہ زمانی بیگم کے آنے سے چاہیئے کہ بڑی خالہ سمجھ کر حسن آرا گھڑی دو گھڑی کو چپ ہو کر بیٹھ جاتی کیا ذکر شاہ زمانی بیگم کو پالکی سے اترے دیر نہ ہوئی تھی کہ لگاتار[9] دو تین فریادیں آئیں۔ نرگس[10] روتی آئی کہ بیگم صاحب دیکھئے چھوٹی صاحب زادی نے میری نئی اوڑھنی لیر لیر[11] کر ڈالی اب مجھے کون بنا کر دے گا۔ سوسن[12] نے فریاد مچائی کہ بیگم صاحب چھوٹی صاحب نے میرے گلے میں چٹکا[13] بھر لیا۔ گلاب بلبلا اٹھی ہائے میرا کان خونا خون ہو گیا۔ دائی چلائی کہ دیکھئے میری لڑکی کم بخت کے ایسے زور سے لکڑی ماری کہ بازو میں بدھی[14] پڑ گئی۔ باورچی خانے سے ماما نے دہائی دی۔ اچھی خدا کے لیے کوئی ان کو سمجھا تا سالن کی پتیلیوں میں مٹھیاں بھر بھر کر راکھ جھونک رہی ہیں۔ شاہ زمانی بیگم نے

۱؎ غل ۲؎ یعنی ایک شخص بھی ۱۲ ۳؎ بات ۱۲ ۴؎ خدا کی طرف سے اس کے حکم سے ۱۲ ۵؎ نصیب تھے۔ حاصل تھے ۱۲ ۶؎ ڈھنگ ۱۲ ۷؎ رو رہے ہیں ۱۲ ۸؎ پہنے بڑا دنگا مچاتی تھی ۱۲ ۹؎ برابر۔ اوپر تلے ۱۲ ۱۰؎ گھر کی لونڈی کا نام ہے۔ اصل میں نرگس آنکھ کی شکل کا ایک پھول ہے ۱۲ ۱۱؎ دھجی دھجی ۱۲ ۱۲؎ یہ دوسری لونڈی ہے۔ یہ بھی زبان کی طرح کا ایک پھول ہوتا ہے ۱۳؎ زور سے کاٹ کھایا ۱۲

۱۴؎ نشان۔ برت ۱۲

آواز دی حسنا یہاں آؤ۔ خالہ کی آواز پہچان بارے حسن آرا چلی تو آئی لیکن نہ سلام نہ دعا ہاتھوں میں راکھ۔ پاؤں میں کیچڑ۔ اسی حالت میں دوڑ خالہ سے لپٹ گئی۔ خالہ نے کہا حسنا تم بہت شوخی کرنے لگی ہو۔ حسن آرا نے کہا اس سنبل[1] چڑیل نے فریاد کی ہوگی۔ یہ کہہ کر خالہ کی گود سے نکل ایک کر سنبل کا سر کھسوٹ لیا۔ بہتیرا خالہ ایں ایں کرتی رہیں ایک نہ سنی۔ شاہ زمانی بیگم اپنی بہن کی طرف مخاطب ہو کر بولیں بوا سلطانہ اس لڑکی کے لئے تو خدا کے واسطے کوئی استانی رکھو۔ سلطانہ بیگم۔ باجی اماں کیا کروں مہینوں سے اُستانی کی تلاش میں ہوں کہیں نہیں ملتی۔ شاہ زمانی بیگم۔ اُوئی بوا تمہاری بھی وہی کہاوت ہوئی (ڈھنڈورا شہر میں بچہ بغل میں) خود تمہارے محلے میں مولوی محمد فاضل کی چھوٹی بہو لاکھ استانیوں کی ایک اُستانی ہے۔ سلطانہ مجھکو آج تک اطلاع[2] نہیں۔ دیکھو میں ابھی آدمی بھیجتی ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے گھر کی داروغہ کو بلایا کہ مانی جی کوئی مولوی صاحب اس محلے میں رہتے ہیں۔ باجی اماں کہتی ہیں اُن کی چھوٹی بہو بہت پڑھی لکھی ہیں۔ دیکھو اگر اُستانی گیری کی نوکری کریں تو اُن کو لوا لاؤ۔ کھانا کپڑا اور دس روپئے مہینہ پان زردے کا خرچ ہم دینے کو حاضر ہیں۔ اور جب لڑکی پہلا سیپارہ ختم کرے گی۔ اور ادب قاعدہ سیکھ جائے گی تو تنخواہ کے علاوہ اُستانی جی کو ہم یوں بھی خوش کر دیں گے۔ مانی جی مولوی صاحب کے گھر آئیں۔ محمد کامل کی ماں سے صاحب سلامت ہوئی پوچھا اچھی بی مولوی صاحب کی بیوی تم ہی ہو؟[3] دیانت النساء۔ ہاں یہی ہیں۔ آؤ بیٹھو کہاں سے آئیں مانی جی۔ تمہاری چھوٹی بہو کہاں ہیں۔ محمد کامل کی ماں۔ کوٹھے پر ہیں مانی جی میں اُن کے پاس اوپر جاؤں۔ دیانت النساء۔ آپ اپنا پتا نشان بتائیے بہو صاحب یہیں آجائیں گی۔ مانی جی۔ میں حکیم صاحب کے گھر سے آئی ہوں۔ محمد کامل کی ماں نے نام بنام سب چھوٹے بڑوں کی خیر و عافیت پوچھی اور مانی سے کہا تمیز دار بہو سے کیا کام ہے۔ مانی جی

[1] سنبل ایک گھاس ہوتی ہے۔ شاعر لوگ اس کے ساتھ بالوں کی تشبیہ دیا کرتے ہیں ۱۲ [2] خبر ۱۲ [3] اس گفتگو میں بعض باتوں کا جواب گھر والی بیوی نے نہیں بلکہ ماما نے دیا کہ اپنے منہ سے کہنا کہ ہاں مولوی صاحب کی بیوی میں ہوں ہندوستان کی عورت کے لئے بدتمیزی کی بات ہے۔ اسی طرح مانی کو اوپر جانے کی اجازت نہ دینا اخلاق کے خلاف تھا ۱۲

وہی آئیں تو کھول تیز دار ہو کے نیچے اُترنے کا وقت بھی آگیا تھا۔ کیونکہ عصرؔ کی نماز پڑھکر اصغری نیچے اُتر آتی تھی اور مغربؔ اور عشاؔ دونوں نمازیں نیچے پڑھا کرتی تھی۔ اصغری کو مانی جی نے دیکھا تو اُستانی گیری کی نوکری کے واسطے کہتے ہوئے تامل کیا۔ باتوں ہی باتوں میں اتنا کہا کہ بیگم صاحبؔ کو اپنی چھوٹی لڑکی کا تعلیم کرانا منظور ہے۔ بڑی بیگم صاحب نے آپکا ذکر کیا تو بیگم صاحب نے مجکو بھیجا۔ اصغری۔ دونوں بیگم صاحبوں کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہنا اور یہ کہنا کہ جو کچھ برا بھلا مجھ کو آتا ہے مجھ کو کسی سے عذر نہیں۔ اسیواسطے انسان پڑھتا لکھتا ہے کہ دوسرے کو فائدہ پہنچائے اور بڑی بیگم صاحب کو معلوم ہوگا کہ میں اپنے میکے میں کتنی لڑکیوں کو پڑھاتی تھی۔ اور میرا جی بہت چاہتا ہے کہ بیگم صاحب کی لڑکی کو پڑھاؤں لیکن کیا کروں نہ تو بیگم صاحب لڑکی کو یہاں بھیجیں گی اور نہ اُن کے گھر میرا جانا ہو سکتا ہے۔ مانی جی نے تنخواہ کا نام صاف تو نہ لیا۔ لیکن دبی زبان سے اتنا کہا کہ بیگم صاحب ہر طرح سے خرچ بات کی بھی ذمہ داری کرنے کو موجود ہیں۔ اصغری۔ یہ سب اُن کی مہربانی ہے اُن کی ریاستؔ کو یہی بات زیباؔ ہے۔ لیکن اُن کے زیر سایہؔ خوب بھی پڑے رہیں۔ تو خدا ننگا بھوکا نہیں رکھتا۔ بن داموں کی لونڈی بن کر خدمت کرنے کو تو میں حاضر ہوں اور اگر تنخواہ دار اُستانی درکار ہو تو شہر میں بہت ملیں گی۔ اِس کے بعد مانی جی نے اصغری کا حال پوچھا اور جب سنا تحصیل دار کی بیٹی ہے اور مولوی محمد فاضل صاحب بھی پچاس روپیے ماہواری کے نوکر ہیں۔ تو مانی کو ندامتؔ ہوئی کہ نوکری کا اشارہ ناحق کیا۔ لیکن اصغری کی گفتگو سنکر مانی لٹوؔ ہو گئی۔ ہر چند نوابی کارخانے دیکھے ہوئے تھی مگر اصغری کی شستہ تقریر سنکر دنگؔ ہو گئی۔ اور معذرت کی کہ بی مجھکو معاف کرنا۔ اصغری۔ کیوں تم مجھکو کانٹوںؔ میں

لہ چار گھڑی دن رہے کی نماز ۱۲ ئلہ وہ نماز جو آفتاب کے ڈوبتے ہی پڑھی جاتی ہے ۱۲ تلہ چار گھڑی رات گئے کی نماز ۱۲ ہے قاعدے سے صاحبہ چاہیئے مگر محاورہ یوں ہی ہے ۱۲ شہ سرداری ۱۲ ئے پھبتی ہے ۱۲ ہے لفظی معنے ان کی چھاؤں اور مطلب یہ ہے کہ اُن کے پردے میں ۱۲ شہ شرمندگی ۱۲ شہ لفظی معنے دھوئی ہوئی یعنے صاف ۱۲ نلہ حیران ۱۲ للہ کیا مجھے گنہگار کرتی ہو۔ مجھکو تمہاری معذرت سے ایذا ہوتی ہے ۱۲

کھسٹیق ہو اوّل تو نوکری اور نوکری بھی حکیم صاحب کے گھر کی کچھ عیب نہیں گناہ نہیں۔ اور پھر ناواقفیت کے سبب اگر تم نے پوچھا تو کیا مضائقہ۔ غرض مانی جی رخصت ہوئی اور وہاں جاکر کہا کہ بیگم صاحب استانی تو واقع میں لاکھ استانیوں کی ایک استانی ہیں۔ جسکی صورت دیکھنے سے آدمی بن جائے پاس بیٹھنے سے انسانیت حاصل کرے۔ سایہ پڑ جانے سے سلیقہ سیکھے۔ ہوا لگ جانے سے ادب پکڑے لیکن نوکری کرنے والی نہیں۔ تحصیلدار کی بیٹی ہے رئیس لاہور کے مختار کی بہو۔ گھر میں ماما نوکر ہے۔ دالان میں چاندنی بچھی ہے۔ سوزنی گاؤتکیہ لگا ہے۔ اچھی خوش گزران زندگی۔ بھلا اُن کو نوکری کی کیا پروا ہے شاہ زمانی بولیں سچ ہے۔ بوا سلطانہ تم نے مانی جی کو بھیجا تو تھا لیکن مجھ کو یقین نہ تھا کہ وہ نوکری کریں گی۔ مانی جی۔ لیکن وہ تو ایسی اچھی آدمی ہیں کہ مفت پڑھانے کو خوشی سے راضی ہیں سلطانہ نے پوچھا کیا یہاں آکر۔ مانی جی۔ بھلا بیگم صاحب جو نوکری کی پروا نہیں کرتا وہ یہاں کیوں آنے لگا۔ سلطانہ۔ کیا پھر لڑکی وہاں جایا کرے گی۔ شاہ زمانی۔ اس میں قباحت کی کیا بات ہے دو قدم پر تو گھر ہے اور دولہا صاحب کو تم نے ایسا کیا سمجھا۔ بھائی علی نقی خاں کی سگی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے ہیں۔ سلطانہ۔ آہا تو ایک حساب سے ہماری برادری ہیں۔ شاہ زمانی تو خدا نہ کرے کچھ ایسے ویسے ہیں۔ پہلے ان کا کام خوب بنا ہوا تھا۔ جب سے رئیس بگڑا ہے بیچارے غریب ہو گئے ہیں۔ پھر بھی ماما ہمیشہ رہی ڈیوڑھی پر بھی ایک دو آدمی رہتے ہیں۔ سلطانہ خیر حسن آرا وہیں چلی جایا کرے گی۔ اگلے دن شاہ زمانی بیگم اور سلطانہ بیگم دونوں بہنیں حسن آرا کو لیکر اصغری کے گھر آئیں۔ باوجود یکہ اصغری کے یہاں غریبی سامان تھا۔ لیکن اُس کے انتظام اور سلیقے کے سبب بیگموں کی وہ مدارات[1] ہوئی کہ ہر طرح کی چیزیں بیٹھے بیٹھے موجود ہو گئی۔ دو چار طرح کا عطر چہل پہل[2] گھڑا الائچی۔ چکنی ڈلی۔ چائے بات کی بات میں سب موجود ہو گیا۔ خوب خوب مزے کی گلوریاں تیار ہو گئیں۔ دونوں بہنوں نے اصغری سے کہا کہ مہربانی کرکے اس کو دل سے پڑھا دیجئے۔ اصغری۔ اول تو

سلہ خاطرداری ۱۲ سلہ بڑی چہل پہل ۱۲

خود مجھ کو کیا آتا ہے۔ مگر جو دو چار حرف بزرگوں کی عنایت سے آتے ہیں ان شاء اللہ اُن کے بتانے میں اپنے مقدور بھر دریغ نہ کروں گی۔ چلتے ہوئے سلطانہ بیگم ایک اشرفی اصغری کو دینے لگیں۔ اصغری۔ اس کی کچھ ضرورت نہیں بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ میں پڑھوائی آپ سے لوں۔ سلطانہ۔ استغفر اللہ پڑھوائی۔ ہمارا منہ ہے۔ بسم اللہ کی مٹھائی ہے۔ اصغری۔ شروع میں برکت کے طور پر مٹھائی بانٹ دیا کرتے ہیں سو اشرفی کیا ہو گی بچوں کا منہ میٹھا کرنے کو سیر آدھ سیر مٹھائی کافی ہے۔ یہ کہہ کر دیانت کی طرف اشارہ کیا وہ کوٹھری میں سے ایک تابنے بھر کر ٹکیاں نکال لائی۔ اصغری نے خود فاتحہ پڑھ کر پہلے حسن آرا کو دی۔ اور بھری تاب دیانت کو اٹھا دی کہ سب بچوں کو بانٹ دو۔ سلطانہ نے کہا اچھا تم نے مجھ کو شرمندہ کیا۔ اصغری۔ ہم بے چارے غریب کس لائق ہیں۔ لیکن یہاں جو کچھ ہے وہ بھی آپ ہی کا ہے۔ البتہ میرا دینا یہی ہے کہ حسن آرا بیگم کو پڑھا دوں سو خدا وہ دن کرے کہ میں آپ سے سُرخ رو ہوں۔ غرض دنیا سازی کی باتیں ہو ہوا کر شاہ زمانی بیگم اور سلطانہ بیگم چلی گئیں اور حسن آرا کو اصغری کے حوالے کر گئیں۔

باب بیسواں۔ اصغری کا انتظام مکتبی

اصغری نے جس طرز پر حسن آرا کو تعلیم کیا اُس کی ایک کتاب جدا بنائی جائے گی اگر یہاں وہ سب حال لکھا جاتا تو یہ کتاب بہت بڑھ جاتی۔ اس مقام پر اتنا ہی مطلب ہے کہ حسن آرا کے بیٹھتے ہی محلے کا محلہ ٹوٹ پڑا جس کو دیکھو اپنی لڑکی کو لئے چلا آتا ہے لیکن اصغری نے شریف زادیوں کو چُن لیا اور باقیوں کو حکمت عملی سے ٹال دیا کہ میں آئے دن اپنی ماں کے گھر جاتی رہتی ہوں پڑھنا پڑھانا جب تک جم کر نہ ہو بے فائدہ ہے پھر بھی بیس لڑکیاں بیٹھتی تھیں لیکن اصغری کو کسی لڑکی سے لینے لوانے کی قسم تھی بلکہ ایک دو

لہ میں خدا سے معافی مانگتی ہوں جب کسی بات سے انکار منظور ہوتا ہی ہمارا یہ مطلب نہ تھا تو ایسے موقع پر استغفر اللہ کہتے ہیں کہ اگر کیا ہو تو خدا معاف کرے ۱۲ لہ بڑی رکابی اصل میں قعب ہے ۱۲ لہ چیلے بہانے ۱۲

روپیہ اس کا اپنا لڑکیوں پر خرچ ہو جاتا تھا۔ صبح سے دوپہر تک پڑھنا ہوتا تھا اور پھر کھلنے کے واسطے چار گھڑی کی چھٹی۔ اس کے بعد لکھنا اور پہر دن رہے سے سینا سینے کا کام گنجایشی تھا اس واسطے کہ نہ صرف سینا سکھایا جاتا تھا بلکہ ہر طرح کی جالی کاڑھنا۔ ہر ایک طرح کی سلائی۔ ہر ایک طرح کی قطع۔ مصالح بنانا اور ٹانکنا۔ اول اول تو اس کا سامان جمع کرنے میں اصغری کے دس روپیے خرچ ہوئے لیکن پھر تو اُسی کام سے بچت ہونے لگی جو کام لڑکیاں بناتیں دیانت اُس کو چپکے سے بازار میں لگا آتی[1] اس طور پر رفتہ رفتہ مکتب کی ایک بڑی رقم جمع ہو گئی۔ جو لڑکی غریب ہوتی اُسی رقم سے اُس کے کپڑے بنائے جاتے کتاب مول لے دی جاتی۔ لڑکیوں کے پانی پلانے اور پنکھا جھلنے کے واسطے خاص ایک عورت نوکر تھی اور مکتب کی رقم سے اُس کو تنخواہ ملتی تھی۔ لڑکیوں کا یہ حال تھا کہ اور اُستانیوں کے پاس جاتے ہوئے اُن کا دم فنا ہوتا تھا لیکن اصغری کی شاگردیں اُس پر عاشق تھیں ابھی سویرا نہیں اُٹھی کہ لڑکیاں خود بخود آنی شروع ہوئیں اور پہر رات گئے تک جمع رہتی تھیں اور مشکل سے جاتی تھیں اس واسطے کہ اصغری سب کے ساتھ دل سے محبت کرتی تھی اور پڑھانے کا طریقہ ایسا اچھا رکھا تھا کہ باتوں باتوں میں تعلیم ہوتی تھی نہ یہ کہ صبح سے ریں ریں کا چرخہ جو چلا تو دن چھپے تک بند نہیں ہوتا۔ جس طرح اصغری کو اُس کے باپ نے پڑھایا تھا اُسی طرح اصغری اپنی شاگردوں کو پڑھاتی تھی۔ بس یہ لڑکیاں شاگرد کی شاگرد اور سہیلی کی سہیلی تھیں۔ جب کسی لڑکی کا بیاہ ہوا مکتب کی رقم سے اُس کو تھوڑا بہت زیور چڑھایا جاتا تھا۔ اگر اصغری اپنے مکتب کو بڑھانا چاہتی تو تمام شہر کے مکتب اُجڑ جاتے۔ سینکڑوں عورتیں اپنی لڑکیوں کے واسطے خوشامد کرتی تھیں۔ اور خود لڑکیاں دوڑ دوڑ کر آتی تھیں اس واسطے کہ اور مکتبوں میں دن بھر کی قید۔ اُستانیوں کی سختی۔ پڑھنا کم مار کھانا اور کام کرنا بہت۔ دن بھر میں پڑھے تو صرف دو حرف۔ صبح و شام تو معمولی مار۔ اور جہاں چپ کی اور استانی جی کی طرف نظر پڑ گئی آفت آئی اور کام پوچھو تو صبح آتے کے ساتھ گھر میں جھاڑو دی استانی جی اور اُستاد جی اور

[1] یعنی بیچ آتی ۱۲

دس بارہ خلیفہ[1] جی بلکہ پڑوسیوں تک کے بچھونے تہ کیے اور چار چار پانچ پانچ نے مل کر کم بخت بھاری بوجھل چارپائیاں اُٹھائیں پھر دو چار کی جلد شامت آئی تو سی پارہ لے کر بیٹھیں منہ سے آواز نکلی اور اُستانی جی نے بنیٹھی[2] پھیکنی شروع کی اور دو چار جو کسی[3] اچھے کا منہ دیکھ کر اُٹھی تھیں کام دھندے میں لگ گئیں۔ کسی نے استانی جی کے لڑکے کو گود میں لیا۔ بوجھ کے مارے کولا ٹوٹا جاتا ہے لیکن مار کے ڈر سے گردن پر بلا سوار ہے اور دقت[4] پالتی بھری ہیں پٹتی ہوئی لڑکیوں کی آواز کان میں چلی آ رہی ہے۔ دل ہے کہ اندر ہی اندر سہما[5] جاتا ہے اس عذاب سے یہ مصیبت غنیمت معلوم ہوتی ہے۔ کسی نے رات کے جھوٹے برتن مانجھنے شروع کئے گٹے[6] پڑ پڑ گئے ہیں اور کندھے رہ رہ جاتے ہیں لیکن چھوٹی بہن پٹ رہی ہے اور چلا رہی ہے اچھی استانی جی میں مر گئی اچھی میں تم پر واری گئی اچھی خدا کے لئے اچھی رسول کے لئے۔ اچھی میں خلیفہ جی کی لونڈی ہو گئی ہائے رے ہائے رے ہائے رے اوئی اماں اوئی آپا اور آپا ہیں کہ جھائیں جھائیں جلدی جلدی برتن مانج رہی ہیں ان کاموں سے فراغت پائی تو مصالح پیسنے۔ آٹا گوندھنے آگ سلگانے گوشت بگھارنے کا وقت آیا پہر دوپہر کو استانی جی ہیں کہ سو رہی ہیں اور معصوم نیچے پنکھا جھل رہے ہیں اور دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہے ہیں الٰہی ایسی سوویں کہ پھر نہ اُٹھیں غرض اور مکتبوں میں یہ مصیبت رہتی ہے۔ اصغری کے یہاں نہ مار نہ دھاڑ بڑا ڈر اور ایہ تھا کہ سنو بوا تم سبق یاد نہیں کرتیں تمہارے سبب ہمارے مکتب کا نام بد ہوتا ہے میں تمہاری اماں جان کو بلا کر کہہ دوں گی کہ بی تمہاری لڑکی یہاں نہیں پڑھتی اس کو تم کسی دوسری اُستانی کے پاس بٹھاؤ۔ اتنا کہنا کہ لڑکی کا دم[7] فنا ہوا۔ پھر سبق ہے کہ نوک[8] زبان یاد ہے۔ یا جس نے سبق یاد نہیں کیا اُس سے کہا گیا کہ بوا آج تم نے سبق یاد نہیں کیا۔ اور لڑکیاں تو دوپہر کو سوئیں گی اور تم پڑھنا

[1] اُستانی کے بیٹے بیٹیاں ۱۲ [2] ایک لمبی سی لکڑی کے دونوں سروں پر بڑے بڑے لٹو لگے ہوتے ہیں لکڑی کو بیچ سے پکڑ کر گھماتے ہیں۔ یہاں مراد ہے مارنا شروع کیا ۱۲ [3] یعنی ان کی تقدیر اچھی تھی ۱۲ [4] ذرا ۱۲ [5] کھال سخت ہو کر جو نشان پڑ جاتے ہیں ۱۲ [6] بےگناہ ۱۲ [7] ڈر کے مارے بدحواس ہو گئی ۱۲ [8] یعنی گویا زبان کی نوک پر رکھا ہے ۱۲

یہ کہنا تھا کہ اُس نے جلدی جلدی سبق حفظ کیا۔ مکتب میں محمودہ اور حسن آرا دو خلیفہ تھیں۔ نہ یہاں جھاڑو دینی ہے۔ نہ بچھونے اُٹھانے ہیں۔ نہ چارپائیاں ڈھونی ہیں۔ نہ برتن مانجنے ہیں۔ نہ خلیفاؤں کو لادے لادے پھرنا ہے۔ بلکہ خود لڑکیوں پر ایک عورت نوکر تھی۔ محبت اور آرام۔ پڑھنا۔ لکھنا۔ سینا۔ تین کام خوب شوق سے لڑکیاں تعلیم پاتی تھیں اس مقام پر مکتب کی ایک حکایت لکھی جاتی ہے۔ جس سے اصغری کا طرز تعلیم مختصر طور پر معلوم ہو جائے گا۔

باب چھبیسواں انتظام مکتب کے متعلق ایک دلچسپ حکایت

سفیہن[1] ایک عورت تھی اور فضیلت اُس کی بیٹی کوئی دس برس کی ہو گی۔ اس فضیلت کو خود بخود پڑھنے لکھنے اور سینے پرونے کا شوق تھا۔ سفیہن یہ چاہتی تھی کہ فضیلت تمام گھر میں جھاڑو دے۔ لیپے۔ پوتے۔ برتن مانجے۔ ایسے کاموں میں فضیلت کا دل نہ لگتا۔ ماں کے کہے سُنے سے کر تو دیتی مگر وہی بے دلی سے۔ سفیہن جو ایک دن فضیلت پر ناخوش ہوئی تو ساتھ لے جا کر اصغری کے مکتب میں بٹھا آئی اور کہا کہ اُستانی جی یہ لڑکی بڑی نکمی ہے جس کام کو کہتی ہوں ٹکا سا جواب دے دیتی ہے اس کو ایسا ادب دو کہ گھر کے کام پر اس کا جی لگے۔ اصغری نے جو دیکھا تو فضیلت کو اپنے ڈھب کا پایا اُدھر فضیلت کو اپنی مرضی کی اُستانی ملی۔ نور کے تڑکے آتی تو دوپہر کو کھانا کھانے جاتی۔ کھانا کھایا اور پھر بھاگی۔ باقی مکتب میں آ کر پیتی سا اور تیسرے پہر کی آئی آئی کہیں چار گھڑی رات گئے جاتی۔ کبھی کبھی سفیہن اس کی خبر لینے مکتب میں آئی تو کئی دفعہ اس کو لڑکیوں کے ساتھ گڑیاں کھیلتے دیکھا۔ دو چار دفعہ ہنڈ کلھیا[2] پکاتے۔ ایک دن چار گھڑی رات گئی ہو گی

---

[1] زبانی یاد ۱۲ [1] سفیہن کے لفظی معنی تو احمق کے ہوئے اور جس عورت کا یہ نام ہے اُسکی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تھی بھی کچھ احمق ہی۔ مگر درحقیقت اسکا نام صفیہ رکھا ہوگا جسکے معنے ہیں برگزیدہ ۱۲ [2] یعنے جواب کیا ہے گویا دو پیسے میں جھٹ سے نکال حوالے کئے ۱۲ [3] لڑکیاں ہنڈیا کی جگہ کلھیوں میں کھانا پکا کر نقل کیا کرتے ہیں ۱۲

فضیلت کو جانے میں دیر ہوئی۔ سفیہن اُس کو لینے آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ محمودہ کہانیاں کہہ رہی ہے اور مکتب کی سب لڑکیاں گھیرے ہوئے ہیں اور خود اُستانی جی بھی لڑکیوں میں بیٹھی ہوئی کہانیاں سن رہی ہیں تب تو سفیہن کا جی جل کر خاک ہو گیا اور بولی کہ واہ اُستانی جی اچھا تم نے لڑکیوں کا ناس مار رکھا ہے۔ جب کبھی میں فضیلت کو دیکھنے آئی کبھی میں نے اس کو پڑھتے نہ پایا[1] مکتب کیا ہے اچھا کھیل خانہ ہے تب ہی تو لڑکیاں دوڑ دوڑ کر آتی ہیں سفیہن کی یہ بات سب ہی لڑکیوں کو ناگوار ہوئی اور خصوصاً اُس کی بیٹی فضیلت کو مگر اُستانی جی کے ادب سے کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ آخر خود اُستانی جی نے کہا کہ بوا اگر تمھاری مرضی کے موافق تمھاری لڑکی کی تعلیم نہیں ہوتی تو تم کو اختیار ہے اپنی لڑکی کو اٹھا لے جاؤ مگر مکتب پر ناحق کا الزام مت لگاؤ بھلا میں تم سے پوچھتی ہوں فضیلت نے ماں[2] جی کے مکتب میں کتنے دنوں پڑھا سفیہن نے کہا میراں جی کے چڑھتے چاند اس کو بٹھایا تھا مدار بھر پڑھا۔ خواجہ معین الدین بھر پڑھتی رہی۔ ماہ رجب سے تمھارے یہاں ہے اصغری نے پوچھا

---

[1] یہ بھی کوئی اُستانی جی تھیں ۱۲ [2] مسلمانوں میں عربی مہینوں کا رواج ہے۔ محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاولیٰ۔ جمادی الاخریٰ۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ مگر عورتوں کے گننے کے اور ہی مہینے ہیں محرم۔ تیرہ تیزی۔ بارہ وفات۔ میراں جی۔ مدار۔ خواجہ معین الدین۔ رجب۔ شب برات۔ رمضان۔ عید۔ خالی۔ بقر عید۔ ان میں سے ۱، ۷، ۹ مرد عورت دونوں میں مستعمل ہیں اسی طرح ۸، ۱۰، ۱۲ لیکن عوام مردوں میں۔ باقی مہینے صرف عورتوں کے ہیں تیرہ تیزی کو غالباً تیرہ تیزی اس لئے کہتے ہیں کہ اس مہینے میں جناب پیغمبر خدا علیہ السلام تیرہ دن بڑی شدت کی تپ رہی۔ بارہ وفات کے معنے یہ کہ اس مہینے کے شروع کے بارہ دن میں حضرت پیغمبر صاحب نے وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ٹھیک تاریخ میں اختلاف ہے۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ان تین مہینوں میں ان بزرگوں کے عرس ہوتے ہیں جن کے نام سے یہ مہینے مشہور ہیں۔ میراں جی سے مراد ہے حضرت غوث الاعظم جن کی گیارہویں مشہور ہے اور مدار سے حضرت شاہ بدیع الدین جن کا مزار مکن پور میں ہے۔ اور لوگ دوسری دوسری جگہ بھی بتاتے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین کا مزار اجمیر شریف میں ہے بڑی مشہور زیارت گاہ ہے۔ گیارہویں مہینے کا نام خالی اس سبب پڑا کہ اس میں کوئی تقریب نہیں ۱۲

ماں جی کے ہاں فضیلت نے کیا پڑھا۔ سفیہن نے کہا تین مہینے میں والمحصنات کا سی پارہ اور آدھا۔ ایجب اللہ۔ اصغری نے کہا تین مہینے میں ڈیڑھ ہی پارہ تو مہینے میں آدھا سی پارہ ہوا۔ یہاں تمہاری فضیلت ماہ رجب سے ہے اور اب خالی کا چاند چڑھا ہے چار مہینے ہوئے وما ابرئ نفسی کا سی پارہ کل ختم ہوا۔ یعنی ساڑھے سات سی پارے پڑھے حساب سے مہینے پیچھے ایک سی پارے کے قریب ہوتا ہے ماں جی کے مکتب سے دونا اور جب فضیلت یہاں آئی تو کالی لکیر تک اس کو کھینچنی نہیں آتی تھی اب نام لکھ لیتی ہے اور لسداط[1] کے موافق حرف بھی برے نہیں ہوتے۔ بیس تک بھی پوری گنتی نہیں جانتی تھی اب پندرہ کا پہاڑہ یاد کرتی ہے۔ سینے میں تیبچی[2] تک سیدھی بھرنی نہیں آتی تھی اب اس کے ہاتھ کا بخیہ دیکھو لائیو عقیلہ ذرا تیجیہ فضیلت نے جو کرتی میں بخیہ کیا ہے ذرا ان کو دکھانا اور فضیلت کے ہاتھ کی گیکری[3]۔ مرمرا۔ بوٹیاں۔ لہریا۔ چھڑیاں۔ خانہ توڑ۔ نکھیت بھولی۔ خاکہ۔ تارشمار۔ چنبیلی کا جال۔ تریز بیل۔ برا بھلا جیسا کچھ ہو تو وہ بھی اٹھاتی لاؤ۔ فضیلت بولی استانی جی میں جا کر لے آؤں۔ فضیلت دوڑی دوڑی جا اپنا کشیدہ[4] اٹھا لائی۔ سفیہن ایک بات کے دس دس جواب سن ہکا بکا[5] ہو کر رہ گئی۔ اصغری نے کہا بولو بوا کچھ انصاف بھی ہے چار مہینے میں تمہاری لڑکی اور کیا سیکھ لیتی۔ سفیہن تو ایسی شرمندہ ہوئی کہ گھڑوں[6] پانی پڑ گیا۔ اب استانی جی سے آنکھ سامنے نہیں کر سکتی تھی۔ سفیہن کم بخت کے آنے سے محمودہ کی مزے کی کہانی تو رہ گئی سب لڑکیاں لگیں اسی کی طرف گھور گھور کر دیکھنے سفیہن نے کہا استانی جی مجھ کو اس کی کیا خبر تھی فضیلت دن بھر تو یہاں رہتی ہے رات کو ایسی دیر کر جاتی ہے کہ کھانا کھایا اور سو رہی مجھ کو اس سے پوچھنے گچھنے کا اتفاق تو ہوتا نہیں دو چار مرتبے جو میں ادھر کو آ نکلی تو کبھی گڑیاں کھیلتے پایا۔ کبھی ہنڈ کلھیا پکانے۔ کبھی کہانیاں سنتے۔ اس سے مجھ کو خیال ہوا کہ یہ اپنا وقت کھیل کود میں کھوتی ہے اب تو میرے منہ سے بات نکل گئی معاف کیجئے۔ اصغری۔ بے شک

۱ یعنی جتنی اسکی عمر ہے ۱۲ ۲ سیدھی سلائی ۱۲ ۳ یہ سب کڑھائی کی قسمیں ہیں ۱۲ ۴ کاڑھا ہوا ۱۲ ۵ حیران ۱۲ ۶ یعنے اپنے شرمندگی کے پسینے میں ڈوب گئی ۱۲

تمہارا شبہ بے جا نہیں تھا لیکن میں کھیل ہی کھیل میں ان کو کام کی باتیں سکھاتی ہوں - ہنڈکلھیوں میں لڑکیاں ہر ایک طرح کے کھانے کی ترکیب سیکھتی ہیں - مصالح کا اندازہ نمک کی اٹکل - ذائقے[1] کی شناخت - بو باس کی پہچان ان کو آتی ہے - کیوں فضیلت پرسوں جمعہ تھا تم لڑکیوں نے ملا کر کتنا زردہ[2] پکایا تھا - اس کی ترکیب اور سب حساب کتاب تو ہم کو سناؤ فضیلت نے کہا حساب تو محمودہ بیگم نے اپنی کتاب پر لکھ رکھا ہے مگر ترکیب تو میں نے بموجب آپ کے فرمانے کے خوب دھیان لگا کر دیکھ لی ہے اور اچھی طرح میری سمجھ میں آگئی ہے - سیر بھر چاول تھے - پہلے ان کو لگن میں بھگو دیا - شاید دھیلے کی ہار سنگھار کی ڈنڈیاں منگوائی تھیں پیسے بھر ملی تھیں - ان کو کوئی ڈیڑھ سیر پانی میں جوش[3] دیا جب ابال آگیا اور رنگ کٹ گیا تو چھان کر عرق میں چاول نچوڑ کر ڈال دیئے - چاول جب ادھ کچرے ہو گئے اور ایک کنی رہی تو چاولوں کو کپڑے پر پھیلا دیا کہ جتنا پانی ہے سب نکل جائے - پھر آدھ پاؤ گھی دیگچی میں لونگوں کا بگھار دے کر کڑکڑایا اور چاول ڈال دیئے اوپر سے چاولوں کے ہم وزن کھانڈ ڈال دی اور اٹکل سے اتنا پانی ڈال دیا کہ چاولوں کی جو ایک کنی باقی رہی تھی گل جائے - پھر کوئی ایک چھٹانک کشمش گھی میں کڑکڑا کر جب پھول گئی چاولوں میں ڈال دی اور اوپر تلے انگارے رکھ کر دم دے دیا - اصغری ترکیب تو درست ہے لیکن چاولوں کو جو میں نے دیکھا تو بیٹھ گئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کپڑے پر پھیلا کر ٹھنڈے پانی سے ان کو دھویا نہیں پھر اصغری سفیہن کی طرف مخاطب ہو کر بولی - کہ کیوں بوا زردہ تو تمہاری لڑکی نے ٹھیک پکایا یہ سب ہنڈکلھیا کی بدولت - بوا محمودہ تم اپنے زردے کا حساب تو سناؤ - محمودہ جا حساب کی کتاب اٹھا لائی اور کہا استانی جی چھ سیرے چاول سیر بھر پونے تین آنے کے اور ایک پیسے کی ڈنڈیاں اور لونگیں - دو سیر کا گھی ہے - پون پاؤ منگوایا - آدھ پاؤ بگھارتے وقت ڈالا اور چھٹانک بھر کشمش کڑکڑا کر دم دیتے وقت - ڈیڑھ آنے کا گھی ہوا اور ۴ سیری کھانڈ سیر بھر چار آنے کی - ایک پیسے کی کشمش - کل پونے گیارہ آنے کے پیسے خرچ ہوئے - وہیں لڑکیوں کا

---

[1] مزے کی پہچان ۱۲ [2] زرد میٹھے چاول ۱۲ [3] ابال لیا ۱۲

ساجھا تھا پونے دو آنے تو میرے تھے اور فضیلت ایک عقیلہ دو۔ حسن آرا تین۔ امۃ اللہ چار۔ عالیہ پانچ۔ سلمیٰ چھے۔ ام النبین ساتؔ۔ شکیلہ جمیلہ دونوں بہنیں نو۔ سب کا ایک ایک آنہ۔ صغری محمودہ تم نے دھوکا کھایا۔ محمودہ نے سوچا تو کہا۔ ہاں اُستانی جی۔ چاولوں میں کوڑیاں نہ بچیں وہ نامراد بنیے نے ہضم کیں۔ لے ہے ڈنڈیاں اور لونگیں اُن ہی کوڑیوں میں آجاتیں تو ایک پیسہ بچتا۔ دیانت جا تو بنیے سے کوڑیاں مانگ کر لا۔ اصغری۔ ایں ایں کیا کرتی ہو۔ کوڑیوں کا معاملہ برسوں کی بات۔ اب کچھ مت کہو تمھاری غلطی کی سزا ہے کہ اتنا نقصان ہو۔ اصغری حسن آرا کی طرف مخاطب ہو کر بولی۔ زردے کی ترکیب اور لاگت تو معلوم ہوئی بھلا دیکھو بھر اسیر بھر زردہ تم سب نے کیا کیا۔ حسن آرا منجھولیؔ دور کا بیان جو تیؔ دار بھر کر تو اللہ کے نام کی مسجد میں بھیجدیں۔ باقی میں تیرہ تشتریاں بھری گئیں۔ مکتب میں ہم سب بچیں لڑکیاں ہیں دو دو میں ایک ایک تشتری آئی تیرھویں تشتری میں اکیلی تھی۔ اصغری کیا تم نے دوہرا حصہ لیا۔ حسن آرا۔ نہیں تو میری تشتری آدھی ہی تھی سب سے پوچھ لیجیے۔ اصغری پھر تم برادری سے الگ کیوں رہیں۔ حسن آرا تو چپ ہوئی۔ امۃ اللہ نے کہا۔ اُستانی جی ان کو سب کے ساتھ کھاتے گھن آتی ہے۔ حسن آرا۔ نہیں اُستانی جی گھن کی بات نہیں میں دسترخوان پر سب لڑکیوں سے پیچھے آئی۔ اس سے اکیلی رہ گئی۔ آپ محمودہ بیگم سے دریافت کر لیجیے۔ امۃ اللہ۔ کیوں تم ابھی تھوڑی دیر ہوئی میرا جھوٹا پانی پینے پر لڑ نہیں چکیں۔ حسن آرا میں لڑی تھی یا صرف اتنی بات کہی تھی کہ جتنی پیاس ہو اگر اُسی قدر پانی لیا کرو گلاس میں جھوٹا پانی چھوڑ دینا عیب کی بات ہے پھر اصغری نے محمودہ سے پوچھا وہ رسالہ خوان نعمت جو میں نے تم کو دیا تھا۔ اُس میں سے تم سب کھانے پکا کر دیکھ چکیں یا ابھی نہیں۔ محمودہ نے تھوڑی دیر تامل کر کے کہا میں اپنی دانست میں سب پکوا چکی ہوں بلکہ کئی کئی بار نوبت آچکی ہے جتنی بڑی لڑکیاں ہیں معمولی روزمرہ کے کھانوں کی ترکیب سب کو معلوم ہے اسکے علاوہ

ؔ۱ بیچ کی راس کی نہ بہت بڑی نہ بہت چھوٹی ۱۲ ؔ۲ یعنی اوپر کو نوک نکلی ہوئی ۱۲ ؔ۳ چھوٹی سی کتاب کو رسالہ کہتے ہیں خوان نعمت اس کتاب کا نام ہے یعنی رنگ برنگ کی نعمتیں مراد ہے کھانے ۱۲

بھی ہر قسم کے کباب[1] پنج کے - پسندوں کے - شامی - گولیوں کے - کوفتے - معمولی پلاؤ - قورمہ پلاؤ - یخنی - بریانی - نورمحلی - زردہ - تنجن[2] - سموسے - میٹھے سلونے - قلمی بڑے - دہی بڑے - سہال - سیو - گھی کی تلی دال - پکوریاں - پاپڑ - بورانی[3] - فرینی - حلوا سوہن - پپڑی کا - نرم اندرسے کی گولیاں سب چیزیں بار بار یک چکی ہیں اور سب لڑکیوں نے پکتے دیکھیں بلکہ اپنے ہاتھوں پکائی ہیں - اور یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے مکتب میں ہنڈکلھیا کا تو نام ہے جو چیز پکتی ہے خاصے ایک سے کہنے کے لائق پکتی ہے - اور حسن آرا کو تو پٹیوں اور مربوں سے بہت شوق ہے - یہ چیزیں ان کے سوائے اور لڑکیاں ذرا کم جانتی ہیں - اس کے بعد اصغری نے سفیہن سے کہا - کہ بوا اب تم کو یہاں کی ہنڈکلھیا کا فائدہ تو معلوم ہو گیا ہوگا - رات زیادہ ہو گئی بعض لڑکیوں کے گھر دور ہیں اگر کل آؤ تو گڑیوں کی سیر تم کو دکھائیں اور شام تک رہو تو کھانا ان سے بھی سنوائیں - سب لوگ رخصت ہوئے - سفیہن چلتے چلتے اصغری کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی کہ استانی جی للہ میرا قصور معاف کیجئے گا - اگلے روز جو سفیہن آئی تو لڑکیوں کے کاڑھے ہوئے کشیدے لڑکیوں کے بنے ہوئے گوٹے - لڑکیوں کے موڑے ہوئے گوکھرو[4] - لڑکیوں کی بنائی ہوئی ٹوپیاں اور چینا - لڑکیوں کے قطع کئے ہوئے اور سیئے ہوئے مردانے اور زنانے کپڑے اصغری نے سب دکھلائے - جن کے دیکھنے سے سفیہن کو نہایت اچنبھا[5] ہوا اس کے بعد لڑکیوں کی گڑیوں کے گھر دکھائے - ان گھروں میں خانہ داری کا سب لوازمہ[6] فرش فروش گاؤ تکیے - اوگالدان - چلمچی[7] - آفتابہ[8] - پٹاری[9] - پردہ - چلمن - چھت گیری - پنکھا - مسہری[10] - پلنگ - ہر طرح کے برتن ہر طرح کا سامان آرائش اپنے اپنے ٹھکانے سے

---

[1] پانچ قسم کے کباب ہیں اور چار قسم کے نمکین چاول از قسم پلاؤ اور دو قسم کے میٹھے چاول ۱۲ [2] ہم نے متنجن کوت سے لکھا ہے اور اردو کے الفاظ میں نحو کے ساتھ عربی کی رعایت نبہ نہیں سکتی لیکن لغت عربی کی طرف رجوع کیا تو مطنجن اس گوشت کو کہتے ہیں جو توے پر بھونا جائے شاید یہ متعارف متنجن اسی سے ہو گوشت تو تنجن میں ہوتا ہے - مگر میٹھے چاول بھی اس کو لازم ہیں ۱۲ [3] نمکین دہی میں تلے ہوئے بیگن ۱۲ [4] گوکھرو ٹوپی چینا کپڑوں میں لگانے کے مصالح ہیں ۱۲ [5] تعجب ۱۲ [6] سامان ۱۲ [7] ہاتھ منہ دھونے کا باسن ۱۲ [8] ڈھکنے دار لوٹا ۱۲ [9] بڑا پاندان ۱۲ [10] چھت پردوں کا پلنگ ۱۲

رکھا ہوا تھا اور گڑیاں ایسی سجی ہوئی تھیں کہ عین[۱] بین شادی کے گھر میں مہمان جمع ہیں۔ جب گڑیوں کے گھروں کو دیکھ چکی تو اصغری نے سفیہن سے کہا کہ لڑکیوں کے سب کھیلوں میں مجھ کو گڑیوں کا کھیل بہت پسند ہے اس کے ذریعے سے لڑکیاں۔ سینا پرونا۔ کپڑوں کی قطع اور گھر کا بندوبست۔ ہر طرح کی تقریبات۔ چھٹی[۲]۔ دودھ[۳] چھٹائی۔ کھیر چٹائی[۴]۔ بسم اللہ[۵]۔ روزہ منگنی عیدی۔ ساونی[۶]۔ محرم کی قفلیاں[۷]۔ اور گوٹا[۸]۔ تیر تیوہار۔ ساچق۔ برات۔ بھوڑا[۹]۔ بیاہ چالے۔ چوتھی کی راہ و رسم سے واقفیت حاصل کرتی ہیں۔ بوا سفیہن تمھاری لڑکی تو ابھی تھوڑے دنوں سے آتی ہے۔ جو لڑکیاں میرے مکتب میں بہت دنوں سے ہیں جیسے یہ بیٹھی[۱۰] ہے ام الفنبین یا میری نند محمودہ یا حسن آرا تو بہ توبہ[۱۱] کر کے کہتی ہوں کہ اگر ان کو کسی بڑے بھرے پُرے گھر کا انتظام اس وقت سونپ دیا جائے تو ان شاء اللہ ایسا کریں گی جیسے کوئی بڑی مشاق[۱۲] اور تجربہ کار کرتی ہے میں تو صرف پڑھنے پر تاکید نہیں کرتی پڑھنے کے علاوہ ان کو دنیا کے کام کا بھی بناتی ہوں۔ جو چند روز بعد ان کے سر پڑے گا۔ یہ کہہ کر اصغری نے حسن آرا کو بلایا اور کہا کہ بوا تمھاری گڑیا کا گھر تو خوب آراستہ[۱۳] ہے۔ صرف ایک کسر ہے کہ تمھاری گڑیوں کے پاس رنگیں جوڑے نظر نہیں آتے۔ کیا تم کو رنگنا نہیں آتا۔ حسن آرا۔ رنگ تو مجھ کو محمودہ بیگم نے بہت سے سکھا دئیے ہیں۔ یوں ہی آلکسی کے مارے نہیں رنگے۔ اصغری بھلا بتاؤ تو۔ حسن آرا۔ استانی جی برسات کے رنگ۔ سرخ۔ نارنجی گل انار۔ گل شفتالو۔ سروئی۔ دھانی۔ اودا۔ جاڑے کے گیندئی۔ جوگیا۔ عنابی۔ کاہی تیلیا کاکریزی۔ سیاہ۔ نیلا۔ گلابی۔ زعفرانی۔ کوکئی۔ کرنجوی۔ اور گرمی کے پیازی۔ آبی چنپئی۔ کپاسی۔ بادامی۔ کافوری۔ دودھیا۔ خشخاشی۔ فالسئی۔ ملاگیری۔ سیندوریا۔ رنگ تو

---

[۱] ہو بہو ۱۲ [۲] یوم ولادت۔ عقیقہ ۱۲ [۳] دودھ چھڑانے کے بعد بچے کو کھیر چٹائی جاتی ہے اس کی شادی ۱۲ [۴] پڑھنا شروع کرانے کی شادی ۱۲ [۶] ساون کے مہینے میں ایک سمدھیانے سے دوسرے سمدھیانے میں جو اندرسے کی گولیاں پھینیاں وغیرہ جاتی ہیں ۱۲ [۷] کھیر کی قفلیاں ۱۲ [۸] بن دھنیا وغیرہ ۱۲ [۹] لڑکی کی رخصت ۱۲ [۱۱] یعنی شیخی کی بات کہنی مناسب نہیں اس سے توبہ کرتی ہوں ۱۲ [۱۲] جس کو کسی کام کی بڑی مشق اور مہارت ہو ۱۲ [۱۳] بنا و سنورا ۱۲

اور بہت ہیں مگر میں نے وہی بیان کئے جو اکثر پہنے جاتے ہیں۔ اصغری۔ رنگوں کے نام تو تم نے بہت سے گنوا دیئے بھلا یہ تو بتاؤ کہ یہ سب رنگ تم کو رنگنے بھی آتے ہیں۔ حسن آرا میں نے اُن ہی رنگوں کا نام لیا جو مجھ کو خود رنگنے آتے ہیں۔ اصغری۔ بھلا بتاؤ تو سردئی کیونکر رنگتے ہیں۔ حسن آرا۔ کاہی[1] قند اچھے گہرے رنگ کی آدھ گز منگوالی۔ اور پانی کو خوب جوش کر کے پھٹکری کی ڈلی اور اوپر سے قند کا ٹکڑا ڈال کر ہلا دیا۔ پھٹکری کی تاثیر سے قند کا رنگ کٹ جائے گا۔ بس اُس میں کپڑا رنگ لیا۔ اصغری۔ بھلا قند نہ ملے۔ حسن آرا تو ٹیسو کے پھولوں کو جوش کر کے پھٹکری پیس کر ملا دی سردئی ہو جائے گا۔ لیکن ہلکا کپاسی ہو گا۔ اچھا سردئی بے قند کے نہیں رنگا جاتا اور اگر قند کی جگہ بانات کا رنگ کاٹا جائے تو وہ عمدہ رنگ آتا ہے کہ سبحان اللہ لیکن ان دنوں مجنٹھ ایسا چلا ہے کہ سب رنگوں کو مات کیا ہے کپڑے تو کپڑے مٹھائی۔ کھانے کا گوٹا مجنٹھ میں نہایت خوشرنگ رنگا جاتا ہے بڑی آپا جان نے مجنٹھ کے رنگ کا زردہ پکا کر بھیجا تھا۔ زعفران سے بہتر رنگ تھا۔ اصغری خانم نے گھبرا کر پوچھا۔ حسن آرا کہیں تم نے وہ مجنٹھ کے رنگے ہوئے چاول کھائے تو نہیں۔ حسن آرا۔ میں نے کھائے تو نہیں لیکن استانی جی کیوں کچھ بُری بات ہے۔ اصغری خانم۔ اسے ہے مجنٹھ میں سنکھیا پڑتی ہے۔ خبردار مجنٹھ کی کوئی چیز زبان پر مت رکھنا۔ حسن آرا۔ میں نے تو مجنٹھ کا رنگا ہوا گوٹا محرم میں بہت کھایا ہے۔ اصغری خانم کیا ہوا رمق[2] برابر مجنٹھ میں تو بہتیرا گوٹا رنگا جاتا ہے اس سبب سے تم کو کچھ نقصان نہ کیا لیکن یاد رکھو کہ اس میں زہر ہے۔ حسن آرا۔ مجنٹھ کی رنگی ہوئی مٹھائی لوگ منوں کھاتے ہیں۔ اصغری خانم بہت بُرا کرتے ہیں زہر جب اپنی مقدار[3] پر پہنچ جائیگا۔ ضرور اثر کریگا۔ شام ہوئی تو لڑکیاں اپنے بستے اور کتابیں رکھ معمول کے مطابق کھیلنے اور کہانیاں اور پہیلیاں کہنے سننے کو آ بیٹھیں۔ اصغری نے سفیہن سے کہا کہ یہاں چڑے[4] چڑیا کی کہانیاں

---

[1] ہری گھاس کے رنگ کی ۔ [2] ذرا سا ۔ [3] اندازے ۔ [4] چڑے چڑیا کی کہانی یہ کہ ایک تھی چڑیا اور ایک تھا چڑا۔ دونوں نے مل کر کھچڑی پکائی۔ چڑا گیا گھی لینے چڑیا کھا پی دروازہ بھیڑ الٹی کھٹواٹی لیکر پڑ رہی۔ چڑے نے آ کر پکارا چڑیا دروازہ کھول۔ چڑیا نے کہا دور ہو میری آنکھیں دکھتی ہیں چڑا دروازہ توڑ اندر گیا دونوں میں خوب لڑائی ہوئی۔ چوں چوں چیں چیں چوں*

نہیں ہوتیں۔ کہانیوں کی ایک بہت عمدہ کتاب ہے منتخب الحکایات جس میں بڑی اچھی اچھی کہانیاں ہیں اور ہر ایک کہانی سے ایک نصیحت کی بات نکالی ہے اس کتاب کی زبان بھی بہت شستہ[1] ہے۔ اب یہ لڑکیاں اسی کتاب کی کہانیوں سے جی بہلائیں گی کہانیاں کہنے سے انکی تقریر صاف ہوتی ہے۔ ادائے[2] مطلب کی استعداد بڑھتی جاتی ہے اور جب کبھی مجھ کو فرصت ہوتی ہے تو میں کہانیوں کے بیچ بیچ میں اُن سے اُلجھتی جاتی ہوں اور جیسی ان کی سمجھ ہے یہ میری بات کا جواب دیتی ہیں اگر نادرست ہوتا ہے۔ میں بتا دیتی ہوں۔ پہیلیوں کے بوجھنے سے ان کی عقل کو ترقی اور ان کے ذہن کو تیزی ہوتی ہے لیکن تم ان ہیں بیٹھ کر سیر دیکھو مجھ کو آج عالیہ کی ماں نے بلا بھیجا ہے اُن کے بچے کا جی اچھا نہیں۔ بہت بہت منتیں[3] کہلا بھیجی ہیں نہ جاؤں گی تو بُرا مانیں گی اور میرا جی بھی نہیں مانتا۔ سفیہن ہاں میں نے بھی سُنا ہے اُن کے لڑکے نے کئی دن سے دودھ نہیں پیا بیچاری بہت ہراساں ہو رہی ہیں۔ اے ہے خدا کرے نگوڑا[4] جیتا رہے۔ بڑی اللہ آمین کا بچہ ہے۔ دس برس میں پھڑک پھڑک کر خدا نے یہ صورت دکھائی ہے۔ عالیہ کے اوپر یہی تو ایک بچہ ہوا ہے۔ اُستانی جی تم کو علاج کے واسطے بُلایا ہوگا۔ اصغری۔ علاج ولاج تو مجھ کو کچھ بھی نہیں آتا ایک مرتبہ پہلے اسی لڑکے کو پیاس ہو گئی تھی میں نے زہر مہرہ۔ بنسلوچن۔ گلاب کا زیرہ۔ چھوٹی الائچی۔ زیرے کی گری۔ کباب چینی۔ خرفہ۔ اسطرح کی دو چار دوائیں بتا دی تھیں خدا کا کرنا لڑکا اچھا ہو گیا۔ سفیہن۔ اُستانی جی تم تو ماشاء اللہ اچھی خاصی حکیم بھی ہو۔ اصغری۔ اجی اللہ اللہ کرو حکیموں کا تو بڑا درجہ ہے۔ میں بیچاری کیا حکیمی کروں گی پر بات یہ ہے کہ ہمارے میکے میں دوا درمن کا بہت خیال ہے۔ جب میں چھوٹی تھی جو دوا آتی میں ہی اُس کو چھانتی بناتی اور خیال رکھتی۔ اس طرح پر سُنی سنائی دو چار دوائیں یاد ہیں جس کو ضرورت ہوئی بتا دی۔ اور بچوں کا علاج تو عورتیں ہی کر کرا لیا کرتی ہیں جب ایسی ہی مشکل آپڑتی ہے تو حکیم کے پاس لے جاتے ہیں۔

---

[1] صاف ۱۲ [2] بیان [3] خوشامد و عاجزی ۱۲ [4] لفظی معنی لسنگرا ۱۲ پاجی لیکن مراد ہے قابل رحم جیسے بیچارہ ۱۲ [5] یہ کتاب دوکان نذیر حسین تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی سے مل سکتی ہے ۱۲

سفیہن۔ اُستانی جی تم نے مہربانی کر کے مجھ کو اپنے مکتب کا سب انتظام تو دکھایا للہ ذرا دم کے دم ٹھہر جاؤ تو میں دیکھوں کہ لڑکیاں کیوں کر کہانیاں کہتی ہیں اور کہانیوں میں کیوں کر تم تعلیم کرتی ہو۔ اصغری۔ بوا مجھ کو تو دیر ہوتی ہے۔ پر خیر تمھاری خاطر ہے اچھا لڑکیو آج کس کی باری ہے۔ محمودہ۔ باری تو امۃ اللہ کی ہے۔ لیکن فضیلت سے کہلائیے۔ اصغری۔ اچھا فضیلت جس کتاب میں سے تمھارا جی چاہے جلدی سے کوئی بہت چھوٹی سی کہانی کہو۔ فضیلت نے کہانی شروع کی کہ ایک تھا بادشاہ۔ اصغری۔ بادشاہ کس کو کہتے ہیں۔ فضیلت۔ جیسے دہلی میں بہادر شاہ تھے۔ اصغری۔ یہ تو تم نے ایسی بات کہی کہ جو دہلی اور بہادر شاہ کو جانتا ہو وہی سمجھے فضیلت بادشاہ کہتے ہیں حاکم کو۔ اصغری۔ تو کوتوال تھانہ دار بھی بادشاہ ہیں۔ فضیلت۔ نہیں کوتوال تھانہ دار تو بادشاہ نہیں ہیں۔ یہ تو بادشاہ کے نوکر ہیں۔ اصغری کیوں کیا کوتوال حاکم نہیں ہے۔ فضیلت حاکم تو ہے لیکن بادشاہ سب سے بڑا حاکم ہوتا ہے اور سب پر حکم چلاتا ہے اصغری۔ ہمارا بادشاہ کون ہے؟ فضیلت جب سے بہادر شاہ کو انگریز پکڑ کر کالے پانی لے گئے تب سے تو کوئی بادشاہ نہیں۔ یہ سُن کر سب لڑکیاں ہنس پڑیں۔ اصغری فضیلت تم بڑی نادان ہو۔ تم نے خود کہا کہ جو سب سے بڑا حاکم ہو اور سب پر حکم چلائے وہ بادشاہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی جانتی ہو کہ بہادر شاہ کو انگریز پکڑ کر کالے پانی لے گئے تو انگریز بادشاہ ہوئے یا نہ ہوئے۔ فضیلت۔ ہاں ہوئے تو سہی۔ اصغری۔ اچھا اب بتاؤ ہمارا کون بادشاہ ہے۔ فضیلت۔ انگریز۔ اصغری۔ کیا انگریز کسی خاص شخص کا نام ہے۔ فضیلت نہیں سینکڑوں ہزاروں انگریز ہیں۔ اصغری۔ کیا سب انگریز بادشاہ ہیں؟ فضیلت اور کیا۔ یہ سُن کر پھر لڑکیاں ہنسیں۔ اصغری نے حسن آرا کی طرف اشارہ کیا کہ تم جواب دو۔ حسن آرا۔ اُستانی جی ہمارا بادشاہ ملکہ وکٹوریہ ہے۔ اصغری۔ مرد ہے یا عورت۔ حسن آرا۔ عورت ہے۔ اصغری۔ کہاں رہتی ہیں۔ حسن آرا۔ لندن میں۔ اصغری۔ لندن کہاں ہے۔ حسن آرا۔ انگریزوں کی ولایت میں ایک بہت بڑا شہر ہے۔ اصغری۔ کتنی دور ہوگا۔ حسن آرا۔ میں نے ایک کتاب میں چار ہزار کوس لکھا دیکھا ہے۔ اصغری۔ کوس کتنا لمبا ہوتا ہے۔ حسن آرا۔ اُستانی جی سلطان نظام الدین کو ۳ کوس کہتے ہیں۔ یہ سُن کر محمودہ ہنسی اور کہا کہ ۷۲۰ گز کا ہوتا ہے

اصغری نے محمودہ سے پوچھا کہ اُس مرتبہ جو میں قطب صاحب گئی تھی اور تم بھی میرے ساتھ تھیں تم نے بھی دیکھا تھا کہ یہاں سے جاتیوں کو بائیں ہاتھ فاصلے سے سڑک پر پتھر گڑے تھے اور اُن پتھروں پر کچھ لکھا ہوا بھی تھا - بھلا وہ پتھر کیسے تھے - محمودہ - میں اٹکل سے یہی سمجھی تھی کہ کوسوں کے پتھر ہیں - لیکن گاڑی ایسی تیز تھی کہ پتھروں پر نگاہ نہیں جمتی تھی - میں خوب نہیں پڑھ سکی کہ اُن پر کیا لکھا تھا - اصغری - وہ کوسوں کے پتھر نہیں تھے - میلوں کے پتھر تھے آدھے کوس کا میل ہوتا ہے ہر میل پر پتھر گڑا ہے اُس میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ یہاں سے دلی اس قدر میل ہے اور قطب صاحب اتنے میل - اسکے بعد اصغری پھر حسن آرا کی طرف مخاطب ہوئی اور پوچھا ہاں بوا لندن کس طرف ہے - حسن آرا - اُتر میں ہے - اصغری - وہ ملک گرم ہے یا سرد - حسن آرا - یہ تو میں نہیں جانتی - محمودہ - بڑا سرد ہے جتنا اُتر کو جاؤ گرمی کم ہے اور جتنا دکھن کو چلو گرمی زیادہ ہوتی جاتی ہے - سفیہن - اچھی اُستانی جی عورت بادشاہ ہے ؟ - اصغری - اس میں تعجب کی کیا بات ہے - سفیہن - تعجب کی بات کیوں نہیں عورت ذات کیا کرتی ہوگی - اصغری - جو مرد بادشاہ کرتے ہیں وہی عورت کرتی ہے ملک کا بندوبست - رعیت کا پالنا سفیہن - عورت تو کیا خاک کرتی ہوگی کرتے سب کچھ انگریز ہوں گے - برائے نام عورت کو بادشاہ بنا رکھا ہوگا - اصغری - یہ سب انگریز ملکہ کے نوکر ہیں ہر ایک کا کام الگ ہے ہر ایک کا اختیار جدا ہے اپنے اپنے کام پر سب مستعد رہتے ہیں اور جب مرد بادشاہ ہوتے ہیں تب بھی اکیلا بادشاہ ساری دنیا کو اُٹھا کر اپنے سر پر نہیں رکھ لیا کرتا نوکر چاکر ہی سب کام کیا کرتے ہیں - سفیہن - میرا جی تو قبول نہیں کرتا کہ عورت ذات بادشاہت کر سکے - اصغری - تم نے بھوپال کی بیگم کا نام بھی سنا ہے - سفیہن - کیوں سنا کیوں نہیں خود میرے سُسرے بھوپال میں نوکر ہیں - اصغری - بس اسی طرح سمجھ لو بھوپال ذرا سا ملک ہے اور ملکہ وکٹوریہ کے پاس بڑی سلطنت ہے جس طرح بھوپال کی بیگم اپنے چھوٹے ملک کا بندوبست کرتی ہیں ملکہ وکٹوریہ اپنی بڑی سلطنت کا انتظام کرتی ہیں - بھوپال چھوٹی سرکار ہے نوکر چاکر کم ہیں اور تھوڑی تنخواہ پاتے ہیں - ملکہ وکٹوریہ کی سرکار بڑی عالیجاہ[1] سرکار ہے

[1] اونچے درجے کی ۱۲

بڑے کارخانے - لاکھوں نوکر - تنخواہیں بیش[۵۱] قرار - سفیہن - اچھی ملکہ کا کوئی میاں ہے - اصغری - ہاں مگر موت پر کسی کا زور نہیں چلتا چاند کو بھی خدا نے داغ لگا دیا ہے - کئی برس ہوئے ملکہ بیوہ ہو گئیں - سفیہن - ملکہ کی اولاد ہے - اصغری - ہاں خدا رکھے بیٹے پوتے بیٹیاں نواسیاں سب کچھ ہے - سفیہن - اچھی ملکہ اس ملک میں کیوں نہیں آتیں - اصغری - وہاں بھی بڑا ملک ہے وہاں کے کاموں سے فرصت نہیں ملتی اور بادشاہوں کا جگہ سے ہلنا ایسی کیا آسان بات ہے لیکن ان دنوں ملکہ کا منجھلا بیٹا آنے والا ہے بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں میں نے اخبار میں دیکھا ہے - سفیہن - اچھی ملکہ کو ہزاروں کوس دور بیٹھے یہاں کی کیا خبر ہوتی ہوگی اصغری - کیوں نہیں ذرا ذرا خبر ہوتی ہے - ڈاک اور تار برقی پر رات دن خبریں آتی جاتی ہیں - ہزاروں اخبار ولایت جاتے ہیں - سفیہن - ملکہ کو کیوں کر دیکھیں - اصغری - کیوں کر بتاؤں لیکن اُن کی تصویر البتہ دیکھ سکتی ہو - سفیہن - خیر تصویر ہی دیکھ لیتے - اصغری - لو تم بھی تماشے کی باتیں کرتی ہو کیا تم نے روپیہ نہیں دیکھا - سفیہن - کیوں نہیں دیکھا - اصغری عورت کا چہرہ جو بنا ہے وہ ملکہ کی تصویر ہے - خطوں کے ٹکٹ پر ملکہ کی تصویر ہے اور میرے پاس ملکہ کی ایک بڑی عمدہ تصویر اور ہے - میرے ابا کو کسی انگریز نے دی تھی وہ اُنھوں نے میرے پاس بھیج دی تھی - محمودہ ذری میرا صندوقچہ تو اُٹھا لاؤ - صندوقچے میں سے اصغری نے ملکہ کی تصویر نکال کر دکھائی اور سب لڑکیوں نے نہایت شوق سے ملکہ کی تصویر کو دیکھا - سفیہن - کیا اچھی تصویر ہے - عین میں ملکہ کھڑی ہیں بس بولنے کی دیر ہے - اصغری - بے شک یہ تصویر ہو بہو ملکہ کی ہے - روپے کے چہرے سے ملا کر دیکھو کتنا فرق ہے - یہ تصویر ہاتھ کی بنائی ہوئی نہیں ہے - ایک آئینہ ہوتا ہے اُس کو کچھ مصالح لگا کر سامنے رکھ دیتے ہیں خود بخود جیسے کا تیسا عکس اُتر آتا ہے - سفیہن - ملکہ کی صورت تو بہت ہی پاکیزہ ہے اصغری - اب صورت کی پاکیزگی کو کیا دیکھتی ہو ایک تو عمر دوسرے بیوگی کا رنج اور سب سے بڑھ کر ملک داری کے تردودات - پر ہاں میں نے ملکہ کی اُس وقت کی تصویر دیکھی تھی جب اُن کا

---

۵۱ خاطر خواہ - بڑی بڑی ۱۲

نیا نیا بیاہ ہوا تھا۔ بلا مبالغہ[1] ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے چودھویں رات کا چاند۔ سفیہن۔ کیوں اُستانی جی جب ملکہ کے بیٹے ہیں تو باپ کے مرنے پر بڑا بیٹا تخت پر کیوں نہ بیٹھا۔ اصغری۔ یہ تخت ملکہ کے شوہر کا نہیں ہے بلکہ ملکہ نے اپنے چچا سے پایا ہے۔ اور ملکہ نے تخت نشین ہونے کے بہت دنوں بعد اپنا بیاہ کیا۔ سفیہن۔ ہاں تو یوں کہو ملکہ کے شوہر بادشاہ نہ تھے۔ اصغری نہیں نہیں مگر وہ بھی شاہی خاندان سے تھے سفیہن۔ مجھے تو رہ رہ کر یہی آتا ہے کہ عورت سے ملک کا بندوبست کیا ہوتا ہوگا۔ اصغری۔ تم کیسی لغو[2] اور لایعنی[3] باتیں کرتی ہو تم نے ملکہ کو اپنی جیسی یا میری جیسی عورت سمجھ رکھا ہے۔ اس سے تم کو تعجب ہوتا ہے۔ لیکن بوی بنو خدا جن کے رتبے بڑے کرتا ہے ویسا ہی حوصلہ اور ویسی ہی عقل بھی اُن کو دیتا ہے نہ سب مرد یکساں نہ سب عورتیں یکساں۔ اور پھر ہم کو اس کا کیا سوچ پڑ گیا کہ ملکہ اپنی عقل سے ملک کا بندوبست کرتی ہیں جیسا کہ واقعی ہے یا کرنے سب کچھ وزیر اور صلاح کار ہیں اور ملکہ صرف برائے نام ہیں جیسا کہ تم شبہہ کرتی ہو۔ ہم کو تو اتنا بس کرتا ہے کہ ملکہ کی عملداری میں خدا اُن کو سلامت رکھے امن چین سے بیٹھے ہیں کسی طرح کا زور نہیں ظلم نہیں بھینٹ[4] نہیں بیگار[5] نہیں لوٹ نہیں کھسوٹ نہیں مار نہیں دھاڑ نہیں لڑائی نہیں۔ جھگڑا نہیں تم کو اس عملداری کی جب قدر آئے کہ کسی دوسری عملداری میں جا کر رہو اور گئی تو میں بھی نہیں اور خدا نہ لے جائے لیکن تاریخ کی کتابوں میں دیکھتی ہوں اخبار پڑھتی ہوں بعض ظالم بادشاہوں نے لوگوں کو ایسا ایسا ستایا ہے کہ اُن کے حالات دیکھ کر کلیجہ تھر تھر کانپنے لگتا ہے اور اب بھی دنیا میں سبھی طرح کے بادشاہ ہیں لیکن خلق اللہ کو جیسا کچھ آرام ہماری ملکہ وکٹوریہ کی عملداری میں ہے روئے زمین پر کہیں نہیں۔ یہ سچ ہے کہ ملکہ یہاں ہمارے ملک میں رہتی ہوتیں تو ہم لوگوں کو اُن کی ذات سے بہت فائدے پہنچتے پھر بھی میں نے تحقیق سُنا ہے کہ جب یہاں کی رعایا کی ذرا سی تکلیف بھی سُن پاتی ہیں تو اُن کا دل بے چین ہو جاتا ہے اور ملکہ کی رحم دلی اور خدا ترسی کی حکایتیں جو کبھی کبھی اخبار میں نظر سے گزری ہیں اُن سے

[1] یعنے میں کچھ بڑھا چڑھا کر نہیں کہتی ۱۲ [2] بیہودہ ۱۲ [3] بے معنی ۱۲ [4] نذر ۱۲ [5] مفت کی ٹہل ۱۲

معلوم ہوتا ہے کہ بے شک اُن کو ہم لوگوں کی پرداخت[1] کا بہت بڑا خیال ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ ہو نہ ہو ملکہ نے اپنے بیٹے کو بھی اسی غرض سے بھیجا ہے کہ اپنی آنکھوں سے رعیت کا حال دیکھو اور مجھ سے آ کر کہو۔ سفیہن۔ ملکہ کے بیٹے کب تک آنے والے ہیں۔ اصغری ابھی روانگی کی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔ مگر آنا ٹھیر چکا ہے میں سمجھتی ہوں اصل خیر سے شاید ڈیڑھ دو مہینے میں داخل ہو جائیں گے۔ سفیہن۔ یہاں دلی میں بھی آئیں گے اصغری ضرور تمام ہندوستان میں پھریں گے دلی تو بڑا مشہور شہر ہے۔ سینکڑوں برس تک مسلمان بادشاہوں کا دار السلطنت[2] رہا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہاں نہ آئیں۔ سفیہن۔ ہم کو کیسا ہماری طرف سے آئے نہ آئے دونوں برابر ہم اُن کو دیکھ تو سکتے ہی نہیں۔ اصغری۔ اور دیکھ بھی سکتیں تو کیا کرتیں۔ آنے دو میں اِن کی تصویر بھی تم کو دکھا دوں گی۔ سفیہن۔ اُستانی جی اگر ملکہ کے بیٹے کی تصویر تمہارے پاس ہے تو ابھی دکھا دو نہ۔ اصغری۔ میرے پاس ہے بھی نہیں اور میں نے دیکھی بھی نہیں مگر ابّا کلکتے کے دربار میں جانے والے ہیں اُنھوں نے مجھکو لکھا ہے کہ بن پڑا تو تمام شاہی خاندان کے لوگوں کی تصویریں تمہارے لئے لاؤں گا سفیہن۔ حسن آرا نے لندن کو چار ہزار کوس بتایا تو کہیں برسوں میں یہاں سے وہاں تک آنے جاتے ہوں گے۔ اصغری۔ نہیں سمندر سمندر ایک مہینے میں بافراغت پہنچ جاتے ہیں۔ سفیہن۔ اے ہے سمندر ہو کر جانا پڑتا ہے نوج انگریزوں کے بھی کیسے دل ہیں۔ اُنکو سمندر سے ڈر نہیں لگتا میرے تو سمندر کے نام سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اصغری خانم سمندر سے ڈرنے کی کیا بات ہے مزے میں جہاز پر بیٹھ لیے۔ اچھا خاصہ خانہ رواں بن گیا سفیہن۔ اے ہے اُستانی جی ڈوبنے کا کیسا بڑا کھٹکا ہے لو پار سال کی بات ہے نواب قطب الدین خاں کے ساتھ میری خلیا ساس حج کو گئی تھیں کچھ ایسی گھڑی کی گئیں کہ پھر لوٹ کر آنا نصیب نہ ہوا۔ اصغری خانم۔ ہاں اتفاق کی بات ہے جہاز کبھی کبھار ڈوب بھی جاتے ہیں اور اگر خدانخواستہ آئے دن ڈوبا کریں تو سفر دریا کا کوئی نام نہ لے۔ اب تو

[1] پرورش ۱۲ [2] تخت کی جگہ ۱۲ [3] چلتا ہوا گھر ۱۲

دریا کا راستہ خشکی کی سڑکوں سے زیادہ آباد ہوا ہے ہزاروں لاکھوں جہاز رات دن آتے جاتے رہتے ہیں انگریز اور اُن کے بیوی بچے اور کل انگریزی اسباب سب جہاز کی راہ یہاں آتا ہے۔ سفیہن۔ انگریزوں کی عورتوں کا کیا ذکر اور ہماری اُن کی کیا ریس۔ وہ تو باہر پڑی پھرتیاں ہیں۔ سنتی ہوں ننھے ننھے بچوں کو ولایت بھیج دیتی ہیں اور اُن کا دل نہیں کڑھتا نہیں معلوم کس قسم کی مائیں ہیں کیوں کر اُن کے دل کو صبر آتا ہے پھر باہر کی پھرنے والیاں اور پھر کے سیکھے ان کو ایک سمندر کیا ہوا پر اڑنا بھی مشکل نہیں۔ اصغری خانم۔ باہر کے پھرنے کی جو تم نے کہی تو اُن کے ملک میں پردے کا دستور نہیں۔ غدر کے دنوں میں ہم لوگ ایک گاؤں میں بھاگ کر گئے تھے وہاں بھی پردے کا دستور نہ تھا سب کی بہو بیٹیاں باہر نکلتیاں تھیں لیکن میں تو چار مہینے وہاں رہی باہر کی پھرنے والیوں میں وہ لحاظ دیکھا کہ خدا ہم سب پردے والیوں کو نصیب کرے۔ اور بچوں کو ولایت بھیج دینے سے تم کیونکر سمجھیں کہ اولاد کی محبت نہیں۔ البتہ ان لوگوں کی محبت عقل کے ساتھ ہے یہاں کی ماؤں کی طرح باولی محبت نہیں کہ اولاد کو پڑھنے سے روکیں ہنر حاصل کرنے سے باز رکھیں نام کو تو محبت اور حقیقت میں اولاد کے حق میں کانٹے بوتیاں ہیں۔ اولاد کو ناہموار اُٹھاتی جاتی ہیں اور محبت کا نام بدنام کرتی ہیں۔ یہاں پہنچ کر سب نے سکوت کیا اور فضیلت نے اپنی کہانی پھر شروع کی اور اس بادشاہ کے کوئی بیٹا نہ تھا اکیلی ایک بیٹی تھی۔ بادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ میرے بعد یہی لڑکی وارث سلطنت ہوگی اس لڑکی کو خوب پڑھوایا اور لکھوایا اور ملک داری کا قانون قاعدہ سب اُس کو اچھی طرح سکھایا اور اپنے جیتے جی اُسی کو ملک کا کام سونپ دیا۔ فضیلت یہاں تک پہنچی تھی کہ اصغری خانم نے کہا بوا تم تو جھپ جھپ کہانی کہتی جاتی ہو اور میرے دل میں پوچھنے کو ہزاروں باتیں بھری ہیں پر کیا کروں دن تو ہو چکنے پر آیا اور مجھ کو عالیہ کے گھر جانا ضرور ہے شام کے وقت کسی کے گھر عیادت[1] کو جانا بھی منع ہے میں تو اب تمہیں ٹھہر سکتی تم لڑکیاں آپس میں کہو سنو اور سفیہن سے کہا لو بوا اللہ بیلی[2] میں تو

---

[1] بیمار کی خبر پوچھنے کو عیادت اور بیمار پرسی کہتے ہیں ۱۲ منہ [2] اللہ حافظ ۱۲

جاتی ہوں۔ تمہارا دل چاہے تو تم بیٹھی رہو یا کل پھر آجانا یہاں تو روز ہی ہوا کرتا ہے غرض اصغری خانم تو عالیہ کے گھر روانہ ہوئیں اور سفیہن تو ایسی رچھیں کہ پہر رات تک لڑکیوں میں بیٹھی رہ گئیں۔ اصغری خانم کے پیچھے محمودہ اور حسن آرا نے کہانی کے بیچ بیچ میں خوب خوب مزے کی باتیں نکالیں۔ اس بیان سے اصغری کے مکتب کا انتظام اور اُس کی تعلیم اور تلقین کا طریقہ بخوبی ظاہر ہے اصغری بے شک حسن آرا کو بہت چاہتی تھی اور اُس سے زیادہ اپنی نند محمودہ کو۔ حسن آرا کو اس خوبی سے پڑھایا کہ دو ہی برس میں اچھی خاصی طرح بے تکلف اُردو لکھ پڑھ لیتی تھی نہ اگلی سی بدمزاجی باقی رہی نہ پہلا سا چڑچڑاپن۔ بڑی غریب۔ لکھی پڑھی۔ ہنرمند۔ ہوشیار۔ نیک۔ پیاری بیٹی بن گئی جمال آرا کا برسوں کا اُجڑا ہوا گھر اصغری کی بدولت خدا نے پھر آباد کیا۔ لیکن یہ تمام قصہ دوسری کتاب میں لکھا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ حکیم جی کا تمام گھر چھوٹے بڑے اصغری کے پاؤں دھو دھو کر پیتے تھے سلطانہ بیگم نے لاکھ لاکھ جتن کیے کہ اصغری کچھ لے مگر اُس خدا کی بندی نے اپنی آن نہ توڑی۔ جب حسن آرا کا بیاہ ہونے لگا تو بڑے حکیم صاحب نے مولوی محمد فاضل[1] کا دباؤ ڈال کر اصغری کو ہزار روپے کے جڑاؤ کڑے دیے اور کہا سنو تم میری پوتی اور نواسیوں کے برابر ہو میں تم کو اُستانی گیری کی رو سے نہیں دیتا بلکہ اپنا بچہ سمجھ کر دیتا ہوں اور نہ لوگی تو مجھ کو سخت ملال ہوگا۔ ادھر مولوی صاحب نے سمجھایا تو اصغری نے کڑے لے لئے۔ بیان میں ہم دوسری بات لکھنے لگے۔ 26/10/25

باب ۲۶ چھبیسواں۔ اصغری اپنے میاں کو نوکری کے رستے پر لگاتی ہے

ادھر تو اصغری اپنے مکتب میں مصروف تھی اُدھر محمد کامل بے روزگاری سے گھبراتا تھا ایک دن اصغری سے کہنے لگا اب میرا جی بہت گھبراتا ہے اگر تمھاری صلاح ہو تو میں تحصیلدار صاحب پاس پہاڑ پر چلا جاؤں اور اُن کے ذریعے سے نوکری

[1] اصغری کے والد ۱۲

تلاش کر دوں۔ اصغری نے تھوڑی دیر تامل کر کے کہا کہ نوکری کرنی تو بہت ضرور ہے اس واسطے کہ تم دیکھتے ہو کیسی تنگی سے گھر میں گزر ہوتی ہے۔ ابا جان اب بڈھے ہوئے مناسب یہ ہے کہ وہ گھر بیٹھیں اور تم کما کر اُن کی خدمت کرو علاوہ اس کے محمودہ بڑی ہوتی جاتی ہے میں اُس کی منگنی کی فکر میں ہوں اور خدا راس لائے تو ارادہ یہ ہے کہ بہت اونچی جگہ اُس کا بیاہ ہو اور میں تدبیر کر رہی ہوں ان شاء اللہ اسی برس اس کی بات ٹھہری جاتی ہے لیکن اس کے واسطے بڑا سامان درکار ہوگا اور اس وقت تک کسی قسم کی کوئی چیز موجود نہیں۔ بھائی جان اول تو الگ ہیں اور پھر ایسی تھوڑی نوکری میں اُن کی اپنی بسر اوقات نہیں ہو سکتی دوسرے کو کہاں سے دے سکتے ہیں بس سوائے اس کے کہ تم نوکری کرو اور کوئی صورت نہیں لیکن پہاڑ پر جانے کی میری صلاح نہیں۔ ابا تو تمہارے واسطے کوشش کریں گے اور غالب ہے کہ جلد تر تم کو اچھی نوکری مل بھی جائیگی لیکن کسی کا سہارا پکڑ کر نوکری کرنا کچھ ٹھیک سی بات نہیں۔ بلا سے تھوڑی ہو پر اپنے قوت بازو سے ہو۔ گو ابا کوئی غیر نہیں ہیں رشتے میں بھی تم سے اُن کا ہاتھ اونچا ہے اُن سے لینا کیا بلکہ مانگنا بھی عیب نہیں پھر بھی خدا کسی کا احسان مند نہ کرے سدا کو آنکھ جھک جاتی ہے۔ اُنھوں نے منہ پر نہ کہا تو کنبے میں اللہ رکھے سو آدمی ہیں روبرو نہ کہیں گے تو پیٹھ پیچھے ضرور کہیں گے کہ دیکھو سسرے کے سہارے سے نوکر ہوئے۔ محمد کامل نے کہا پھر کیا کروں لاہور چلا جاؤں۔ اصغری۔ لاہور میں کیا دھرا ہے رئیس کی سرکار خود تباہ ہے۔ ابا جان کو بھی نہیں معلوم پہلے کا لحاظ مان کر وہ کس طرح پچاس روپیہ دیتا ہے نئے آدمی کی گنجایش اُس کی سرکار میں کہاں۔ محمد کامل۔ اور بہت سرکاریں ہیں اصغری جب سے انگریزی عملداری ہوئی سب رئیس اسی طرح تباہ ہیں پچھلے نام نمود کو نباہتے ہیں اس سے دس پانچ صورتیں اُن کے یہاں لگی لپٹی رہتی ہیں سو بھی کیا خاک۔ برسوں

۱ محمد کامل کے والد ۱۲ ۲ محمد عاقل ۱۲ ۳ گزران ۱۲ ۴ اگرچہ ۱۲ ۵ یعنی وہ دینے والے ہیں اور تم لینے والے ۱۲
۶ مراد ہے آدمی ۱۲ ۷ یعنی کچھ نہیں ۱۲

تنخواہ نہیں ملتی۔ محمد کامل۔ پھر کیا علاج۔ اصغری۔ انگریزی نوکری تلاش کرو۔ محمد کامل۔ انگریزی نوکری تو بے سعی سفارش کے نہیں ملتی ہزاروں لاکھوں آدمی مجھ سے بہتر بہتر مارے[۱] مارے پڑے پھرتے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا۔ اصغری۔ ہاں سچ ہے لیکن جب آدمی کسی بات کا ارادہ کرے تو خدا پر توکل[۲] کرے نا امیدی کا تصور ذہن میں نہ آنے دے مانا کہ ہزاروں نوکری کی جستجو[۳] میں لاحاصل[۴] پھرتے ہیں لیکن جو نوکر ہیں وہ بھی تو تم ہی جیسے آدمی ہیں اور سو بات کی ایک بات تو یہ ہے کہ نوکری تقدیر سے ملتی ہے بڑے بڑے لائق دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں اور خدا کو دینا منظور ہوتا ہے تو نہ وسیلہ ہے نہ لیاقت چھپر پھاڑ کر دیتا ہے گھر سے بلا کر نوکر رکھ لیتے ہیں۔ محمد کامل۔ تو غرض یہ ہے گھر بیٹھا رہوں۔ اصغری۔ یہ ہرگز میرا مطلب نہیں جہاں تک اپنے سے ہو سکے ضرور کوشش کرنی چاہیے۔ محمد کامل۔ یہی تو مشکل ہے کہ کیا کوشش کروں۔ اصغری۔ جو لوگ نوکری پیشہ ہیں اُن سے ملاقات پیدا کرو اُن سے محبت بڑھاؤ۔ اُن کے ذریعہ سے تمکو نوکری کی خبر لگتی رہے گی اور اُن ہی کے ذریعہ سے تم کسی حاکم تک بھی پہنچ جاؤ گے[۵]۔ محمد کامل نے یہی کیا کہ نوکری پیشہ لوگوں سے ملاقات کرنی شروع کی یہاں تک کہ سررشتہ دار تحصیلدار ایسے لوگوں میں بھی آنے جانے لگا۔ روز کے آنے جانے سے سب کو معلوم ہوا کہ اِن کو بھی نوکری کی جستجو ہے یہاں تک کہ بندہ علی بیگ نے جو کچہری میں اظہار نویس تھے محمد کامل سے کہا کہ میاں نوکری کی تلاش ہے تو میرے ساتھ کچہری چلا کرو چندے امیدواری کرو سررشتے کے کام سے واقفیت بہم پہنچاؤ حاکموں کو صورت دکھاؤ۔ اسی طرح کبھی نہ کبھی ڈھب[۵] بھی لگ جائے گا۔ محمد کامل کچہری جانے اور بندہ علی بیگ کے ساتھ کام کرنے لگا یہاں تک کہ حاکم سے دستخط کرا لاتا۔ حاکم لوگ اس کو جاننے پہچاننے لگے اسی اثنا[۶] میں چھوٹے چھوٹے عہدے داروں کی دو چار عرضیاں بھی محمد کامل کو مل گئیں۔ کسی عملے کو رخصت کی ضرورت ہوئی تو آدھی تہائی تنخواہ پر اس کو عوضی دے گیا۔ یہاں تک

---

[۱] یعنے دھکّے کھاتے ہوئے ۱۲ [۲] بھروسا ۱۲ [۳] تلاش ۱۲ [۴] بے فائدہ بے مطلب ۱۲ [۵] یعنے نوکر ہو جاؤ گے ۱۲ [۶] انہی دنوں میں ۱۲

کہ اتفاق سے ایک دس روپیے کا روزنامچہ نویس تین مہینے کی رخصت پر گیا تھا۔ تین مہینے بعد اُس نے استعفا بھیج دیا اور مولوی محمد کامل صاحب اُس کی جگہ مستقل ہو گئے۔ کبھی کبھی اصغری سے نوکری کا تذکرہ آتا تو محمد کامل حقارت کے ساتھ کہا کرتا تھا کہ کیا واہیات نوکری ہے۔ دن بھر بیٹھنا اور دس روپلی[۱] نہ اوپر سے کچھ پیدا ہے نہ آیندہ کو ترقی کی امید۔ میں تو اس کو چھوڑ دوں گا۔ اصغری ہمیشہ ایسے خیالات پر ملامت کرتی کہ سخت درجے کی ناشکری تم کرتے ہو وہ دن بھول گئے کہ امیدواری بھی نصیب نہ تھی یا اب بر سرِ کار[۲] ہو تو قدر نہیں کرتے۔ گھر کے گھر میں دس روپیے کیا کم ہیں اپنے بڑے بھائی کو دیکھو کہ کئی برس تک سوداگر کے یہاں دس روپیے کی نوکری کرتے رہے اور جب تم نوکری سے ایسے دل برداشتہ[۳] ہو تو تم سے کام بھی کیا خاک ہوتا ہوگا۔ آخر کو نوکری خود چھوٹ جائے گی اور اسی طرح تھوڑے سے بہت بھی ہوتا ہے۔ ہمارے ابا پہلے آٹھ روپیے مہینے کے نقل نویس تھے اب خدا کے فضل سے تحصیلدار ہیں اور خدا نے چاہا تو اور بھی بڑھیں گے اُوپر کی آمدنی پر کبھی بھول کر بھی نظر مت کرنا۔ حرام کے مال میں ہرگز برکت نہیں ہوتی۔ تقدیر سے بڑھ کر مل نہیں سکتا۔ پھر آدمی کیوں نیت کو ڈانواں ڈول کرے۔ اگر اس سے زیادہ ملنے والا ہے تو خدا حلال سے بھی دے سکتا ہے۔

باب ستائیسواں۔ اصغری کے سمجھانے سے محمد کامل پردیس کو نکلا اور ترقی پائی۔

غرض اصغری ہمیشہ محمد کامل کو سمجھاتی رہتی تھی یہاں تک کہ جس حاکم کے پاس محمد کامل نوکر تھا اُس کی بدلی سیالکوٹ کو ہوئی۔ یہ حاکم محمد کامل پر بہت مہربانی کرتا تھا دن کو کچہری میں یہ حال معلوم ہوا شام کو محمد کامل گھر آیا تو بہت افسردہ خاطر[۴] تھا۔ اصغری نے پوچھا خیریت ہے

[۱] روپیے کو حقارت سے روپلی کہتے ہیں ۱۲ [۲] کام کے سر ۱۲ [۳] یعنے تمہارا دل اُچاٹ ہے ۱۲ [۴] رنجیدہ اداس ۱۲

آج کیوں اُداس ہو۔ محمد کامل۔ کیا بتاؤں جیمس صاحب کی بدلی سیال کوٹ کو ہوگئی۔ وہی تو ایک مہربان حال تھے۔ اب کچہری میں رہنے کا مطلق مزہ نہیں۔ اصغری نے بہت دیر تک سکوت[1] کیا۔ پھر کہا کہ بے شک جیمس صاحب کا بدل جانا افسوس کی بات ہے۔ لیکن نہ اس قدر کہ جتنا تم کو ہے دوسرا جو اُن کی جگہ آئے گا خدا اُس کے دل میں بھی رحم ڈال دیگا آدمی کو آدمی پر بھروسہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ پھر اصغری نے پوچھا جیمس صاحب کب جائیں گے محمد کامل کل شام کو ڈاک میں سوار ہو جائیں گے۔ اصغری تم ان کے بنگلے پر نہیں گئے۔ محمد کامل۔ اب کیا جانا۔ اصغری۔ واہ یہی تو ملنے کا وقت ہے کچھ نہ ہوگا۔ تو کوئی چٹھی پروانہ تم کو دے جائیں گے اور پھر ذرا دل میں سوچو ایسے وقت اپنے مربّی[2] اپنے محسن[3] سے آنکھیں چُرانا[4] بڑی بے مروتی کی بات ہے۔ محمد کامل۔ یہ جو میں نے کہا کہ اب کیا جانا سو رنج کے مارے میرے منہ سے نکل گیا ورنہ ممکن نہیں کہ میں اور جیمس صاحب سے نہ ملوں۔ اچھا صبح کو ضرور جاؤں گا۔ بہت سویرے کپڑے پہن محمد کامل جیمس صاحب کے بنگلے پر گیا۔ جیمس صاحب نے کہا محمد کامل ہم اب سیال کوٹ جاتا ہے اور ہم تم سے بہت راضی تھا۔ تم چاہے تو ہمارے ساتھ سیال کوٹ چلے ہم تم کو وہاں نوکری دے گا۔ نہیں اپنے پاس سے پندرہ روپیئے دے گا۔ محمد کامل نے سوچ کر کہا اس کا جواب میں حضور کو پھر حاضر ہو کر دوں گا۔ اپنی والدہ سے پوچھ لوں۔ غرض محمد کامل گھر لوٹ کر آیا تو ذکر کیا کہ جیمس صاحب مجکو ساتھ لئے جاتے ہیں۔ محمد کامل کی ماں نے تو سنتے ہی غل مچایا۔ اصغری بھی سناٹے میں ہوگئی۔ آخر محمد کامل نے پوچھا کہ صاحبو بتاؤ میں جا کر کیا جواب دوں۔ محمد کامل کی ماں بولیں جواب کیا دینا ہے اب کیا وہ تیرے لئے بیٹھا رہے گا۔ یا تیرے لیے سپاہی بھیج رہا ہے۔ محمد کامل۔ نہیں بی میں اُس سے وعدہ کر آیا ہوں اپنے جی میں کیے گا۔ ہندوستانی کیسے خود مطلبی ہوتے ہیں چلتے وقت ہم سے جھوٹ بولا۔ محمد کامل کی ماں۔ اچھا تو جا کر کہہ آؤ کہ صاحب میرا جانا نہیں ہو سکتا۔

[1] یعنی چپ رہی [2] پرورش کرنے والے ۱۲ [3] احسان کرنے والے ۱۲ [4] سامنے نہ ہونا ۱۲

محمد کامل نے اصغری سے پوچھا کیوں صاحب تمھاری کیا صلاح ہے۔ اصغری صلاح اور ہوتی ہے اور دل کی خواہش اور ہوتی ہے دل کی خواہش تو یہ تھی کہ تم یہاں رہو گھر کا انتظام صرف تمھارے دم سے ہے آخر گھر میں کوئی مرد بھی چاہیئے اور صلاح پوچھو تو جانا مناسب ہے۔ جب ایک حاکم خود بے کہے تم کو ساتھ لیے جاتا ہے تو ضرور اپنی جگہ پہنچ کر بہت سلوک کرے گا۔ محمد کامل۔ پانچ روپیے کے واسطے کیا دو تین سو کوس کا سفر۔ میرا دل تو جانے کو نہیں چاہتا وہ مثل ہے دگھر کی آدھی نہ باہر کی ساری۔ اصغری یوں تم کو اختیار ہے لیکن ایسا موقع تقدیر سے ملا ہے پھر ہاتھ نہ آئے گا اور سفر کون نہیں کرتا ہمارے ابا تمھارے ابا دیکھو ان لوگوں نے عمریں سفر میں تیر کر دیں اور بالفعل پانچ سُن لئے گئے پیچھے دیکھو گے کتنے پانچ ہیں اور اگر نہیں جاتے تو پھر دس روپئے سے بے دلی مت ظاہر کرنا۔ محمد کامل۔ تو یہاں کی نوکری کو استعفا دے جاؤں اور فرض کیا کہ وہاں کچھ صورت نہ ہوئی تو اُدھر سے بھی گیا اور ادھر سے بھی گیا۔ اصغری۔ اول تو یہ فرض کرنا کہ وہاں کچھ صورت نہ نکلے خلاف عقل ہے جیمس صاحب اتنا بڑا حاکم اور تم کو کام دینا چاہے اور صورت نہ نکلے میری سمجھ میں تو نہیں آتا اور پھر استعفا کیوں دو۔ مہینے دو مہینے کی رخصت لو۔ محمد کامل نے کہا ہاں رخصت منظور ہوتی پڑی ہے۔ اصغری نے کہا منظور ہونے کو کیا ہوا اُسی جیمس صاحب سے کہو چھٹی لکھ دے گا۔ غرض اصغری نے زبردستی جوت[1] کر محمد کامل کو جانے پر راضی کیا اپنے پاس سے پچاس روپیہ نقد دیئے اور چھ جوڑے نئے کپڑے بنوا دیئے۔ دیانت کے بیٹے رفیق کو ساتھ کر دیا۔ مولوی محمد کامل سیالکوٹ کو تشریف لے گئے۔ اُدھر اصغری نے مولوی محمد فاضل صاحب کو یہ تمام حال خط میں لکھا اور یہ بھی لکھ دیا کہ جیمس صاحب سیالکوٹ جاتے ہوئے ضرور لاہور ہو کر جائیں گے اگر ایسا ہو سکے کہ آپ وہاں اُن سے ملاقات کر کے اِن کی سفارش کچھ رئیس سے کرا دیں تو بہت مفید ہوگا۔ مولوی صاحب نے

[1] یعنی ڈھکیل کر ۱۲

جیمس صاحب کی جست جو کی اور رئیس کے کچھ دیہات[1] ضلع سیالکوٹ میں بھی تھے مولوی
صاحب نے رئیس کی طرف سے صاحب کی دعوت کی اور رئیس کے باغ میں ٹھیرایا
کھانے کے بعد صاحب اور رئیس دونوں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ مولوی صاحب
نے جیمس صاحب سے کہا دہلی کی رعایا کو آپ کی مفارقت[2] کا بہت قلق[3] ہے اگرچہ آپ
صرف دو ہی برس دہلی میں حاکم رہے لیکن آپ کے انصاف آپ کی شرفاپروری[4]
سے وہاں کے لوگ بہت خوش تھے ایک بندہ زادہ[5] بھی آپ کی خدمت میں
حاضر تھا اُس کے لکھنے سے سب حال معلوم ہوتا رہتا تھا۔ صاحب نے پوچھا
کیا کوئی آپ کا لڑکا بھی میری کچہری میں تھا۔ مولوی صاحب نے کہا محمد کامل صاحب
نے کہا وہ تو ہمارے ساتھ آیا ہے وہ آپ کا بیٹا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا آپ
کا غلام ہے۔ رئیس نے اس تقریب میں صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب ہماری
ریاست[6] کے قدیم الخدمت[7] ہیں اور ہم کو ہر طرح سے ان کی پرداخت[8] مرکوز خاطر[9]
رہتی ہے لیکن آپ تو جانتے ہیں اب گنجایش نہیں پس اگر آپ ان کے بیٹے کی
پرورش فرمائیں گے تو ہم آپ کے ممنون[10] ہوں گے۔ جیمس صاحب پہلے سے
محمد کامل کے حال پر ملتفت[11] تھا ایسے وقت مناسب پر تقریب ہو گئی کہ صاحب
کو بہت خیال ہو گیا۔ اوّل تو جوان نوعمر دوسرے شریف۔ تیسرے رئیس کا سفارشی
چوتھے خود صاحب کا آوردہ[12] پانچویں لائق اتنے حقوق محمد کامل کو حاصل ہو گئے
صاحب نے پہلے دن کچہری کرتے ہی محمد کامل کو پچاس روپیہ کا نائب سرشتہ دار
کیا اور مولوی محمد فاضل صاحب کو خط لکھا کہ بالفعل ہم نے آپ کے بیٹے کو پچاس
کی نوکری دی ہے اور ہم جلد اُس کی ترقی کریں گے۔ آپ رئیس کی خدمت میں
اطلاع کر دیجئے۔ مولوی صاحب نے بطرز مناسب صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ اور وہ

[1] گاؤں ۱۲ [2] جدائی ۱۲ [3] رنج ۱۲ [4] شریفوں کی پرورش ۱۲ [5] میرا لڑکا ۱۲ [6] یعنے سرکار ۱۲ [7] پرانے نوکر ۱۲ [8] پرورش ۱۲
[9] دل سے منظور ۱۲ [10] احسان مند ۱۲ [11] متوجہ ۱۲ [12] لایا ہوا

محمد کامل جو کبھی امیدواری کا محتاج تھا پھر چھوٹے چھوٹے عہدے داروں کی عرضیاں کرتا تھا پھر صرف دس روپیہ کا روزنامچہ نویس تھا پھر پندرہ کے وعدے پر وہ بھی اصغری کے جوتنے سے جیمس صاحب کے ساتھ سیال کوٹ آیا تھا اب ایک دم سے پچاس کا عہدہ دار ہو گیا۔ محمد کامل کی ماں اگرچہ جاتے وقت ناخوش ہوئی تھیں پچاس کا نام سن کر ان کی بھی باچھیں کھل گئیں۔ اب تو گھر میں چوگنی برکت ہو گئی۔ اصغری کا انتظام اور بیس کی جگہ اب چالیس روپے مہینا گھر میں آنے لگا پھر کیا پوچھنا ہے۔

باب اٹھائیسواں۔ محمد کامل کی آوارگی اصغری نے جا کر اس کی اصلاح کی اور جاتے وقت بہن بہنوئی کو گھر میں بسا گئی

محمد کامل آخر ایک ہی برس میں سر رشتہ دار ہو گیا۔ لیکن سر رشتہ دار ہونے تک سنبھلا ہوا تھا خرچ بھی برابر آتا تھا خط بھی متواتر[۱] چلے آتے تھے۔ لیکن آدمی تھا جوان خود مختار ہو کر رہا۔ صحبت بری مل گئی۔ بہک چلا۔ خطوں میں کمی ہونی شروع ہوئی اصغری تو بڑی دانشمند تھی سمجھ گئی کہ دال میں کالا ہے بہت دن تک فکر میں رہی کہ اب کیا تدبیر کروں۔ آخر سوائے اس کے کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ خود جانا چاہیئے۔ ہرچند اصغری نے سیال کوٹ جانے کا عزم[۲] مصمم[۳] کر لیا تھا لیکن تماشا خانم کو صلاح کے واسطے بلا بھیجا اور سب حال اس سے کہا۔ تماشا خانم۔ بوا کوئی دیوانی ہوئی ہے۔ شہر چھوڑ کر اب کہاں سیال کوٹ جاتی پھرے گی۔ اصغری۔ مجھ کو شہر سے کیا مطلب میں تو جس کے ساتھ وابستہ[۴] ہوں وہیں شہر ہے۔ تماشا خانم۔ اے ہے کنبے والے کیا کہیں گے ہمارے کنبے میں سے آج تک کوئی باہر نہیں گیا۔ اصغری۔ اس میں عیب کی کیا بات ہے آخر یہی کہیں گے کہ میاں کے پاس چلی گئی تو برا کیا کیا۔ اور کنبے کی رسم کو

---

۱ پے در پے اور پرلے۔ لگاتار ۱۲ ۲ ارادہ ۱۲ ۳ پکا ۱۲ ۴ جسکے پلے بندھی ہوں ۱۲

جو پوچھو تو پچھلے دنوں نہ ڈاک تھی نہ ریل۔ نہ رستے آباد تھے۔ عورتوں کا سفر کرنا بہت مشکل تھا۔ اس سبب سے لوگ نہیں جاتے تھے اب اگر آج ڈاک میں بیٹھوں اور خدا اصل خیر رکھے تو پرسوں سیالکوٹ داخل۔ گویا میرٹھ گئی۔ تماشا خانم۔ کیا طلبی کا خط آیا ہے۔ اصغری۔ خط تو نہیں آیا۔ تماشا خانم۔ بن بلائے جانا تو مناسب نہیں۔ اصغری۔ تم مناسب نامناسب دیکھتی ہو اور میں کہتی ہوں اگر نہ جاؤں گی تو عمر بھر کو گھر غارت ہو جائے گا۔ تماشا خانم۔ اے آپا تم ایسی کیوں گری پڑتی ہو تم کو اُن[ا] کی کیا پروا ہے۔ خدا تمہارے مکتب کو سلامت رکھے تم دس کو روٹی کھلایا کرو۔ اصغری۔ واہ آپ کی بھی کیا سمجھ ہے۔ یہ مکتب تو میں نے اپنا جی بہلنے کے واسطے بٹھا لیا ہے کچھ مجھ کو اس سے کمائی کرنی منظور نہیں۔ خدا جانے تم کو یقین آئے یا نہ آئے آج تک میں نے مکتب کی رقم سے ایک پیسہ اپنے اوپر خرچ نہیں کیا صرف پچاس روپیے نقد اور بیس روپیے کپڑے کے واسطے تمہارے بھائی جان کو سیالکوٹ جاتے ہوئے ضرور دئے تھے سو بھی قرض داخل اور باقی کوڑی کوڑی کا حساب لکھا ہوا موجود ہے دیکھ لو۔ عورتوں کی کمائی بھی کوئی کمائی ہے۔ اگر عورتوں کی کمائی سے گھر چلا کریں تو مرد کیوں ہوں۔ میرا اپنا گھر بار ہے تو میں ایسے ایسے دس مکتبوں کے اُجڑنے کی بھی پروا نہیں کرتی۔ تماشا خانم۔ ایسی بھری برسات میں کہاں جاؤ گی جاڑا آنے دو اُس وقت کھلے موسم میں دیکھ لینا۔ اصغری۔ اے ہے دیر کرنا تو غضب ہے اب جو کام سمجھانے سے نکلے گا پھر بڑے جھگڑوں سے بھی سلجھے نہیں ہوگا۔ تماشا خانم۔ اے ہے آپا گھر چھوڑتے ہوئے تمہارا جی نہیں کڑھتا۔ اصغری۔ کیوں نہیں کڑھتا۔ کیا میں آدمی نہیں ہوں لیکن یہ تھوڑی دیر کا کڑھنا بہتر یا عمر بھر کا جلاپا[ا]۔ تماشا خانم۔ تم نے اپنی ساس سے بھی اجازت لی۔ اصغری۔ بھلا وہ اجازت

[ا] یعنے اپنے میاں کی ۱۲ سے جلنا ۱۲

دیں گی۔ لیکن ہماری ساس بےچاری سیدھی آدمی ہیں میں سمجھادوں گی تو یقین ہے کہ نہ روکیں۔ غرض ایک دن اصغری نے اپنا ارادہ اور اُس کی وجوہات اپنی ساس سے بیان کیں۔ بات تھی معقول اُس میں کون گفت وگو کرسکتا تھا۔ اصغری کا جانا ٹھہر گیا ایک روز جاکر اصغری سب کچا حال اپنی ماں سے بھی کہہ آئی۔ مکتب کے واسطے لڑکیوں کو سمجھادیا کہ محمودہ تم سب کے پڑھانے کو بہت ہیں۔ میں صرف دو مہینے کے واسطے جاتی ہوں۔ سب لڑکیاں بدستور آیا کریں رخصت ہونے کی تقریب سے اپنی آپا کے پاس گئی۔ محمد عاقل نے پوچھا کیوں بھائی تمیزدار بہو تم جاتی ہو کہ تب کو کیا کر چلیں۔ اصغری مکتب اور گھربار سب آپ کے حوالے کیے جاتی ہوں۔ محمد عاقل۔ واہ کیا خوب نہ مجھ کو گھر سے تعلق نہ مکتب سے واسطہ میں کیا کرسکتا ہوں۔ اصغری تعلق رکھنا اور نہ رکھنا سب آپ کے اختیار میں ہے۔ محمد عاقل۔ تمیزدار بہو تم کو یہ بات کہنی زیبا نہیں بھلا میرا کیا اختیار رہے۔ گھر تمہاری آپا نے چھڑوایا۔ رہا مکتب سو لڑکیوں کا ہے لڑکوں کا مکتب ہوتا تو میں خوشی سے سب کو پڑھا دیا کرتا۔ اصغری۔ اب آپا اور آپ دونوں گھر میں چل کر رہیئے اماں جان اکیلی ہیں۔ محمد عاقل۔ اپنی بہن کو سمجھاؤ۔ اصغری۔ سمجھانے کی کیا ضرورت ہے آپا تو خود جانتی اور سمجھتی ہیں یہاں اکیلے آپ کو بھی تکلیف ہوتی ہے نہ بچوں کا کوئی سنبھالنے والا ہے نہ گھر کا کوئی دیکھنے والا۔ دُکھ سُکھ آدمی کے ساتھ ہیں بے ضرورت جدا رہنا مناسب نہیں اور پچھلی باتیں گئی گزری ہوئیں آپس کی نااتفاقی کیا اور باہم کی رنجش[1] کیسی۔ اکبری جدا گھر کرنے کا مزہ خوب چکھ چکی تھی۔ اور بہانہ ڈھونڈتی تھی کہ پھر ساتھ رہنے کو کوئی کہے۔ فوراً راضی ہوگئی۔ اور اصغری دونوں کو اپنے ساتھ لوا لائی۔ محمد کامل کی ماں کو اصغری کے جانے کا سخت قلق[2] تھا اب اُن کی بھی تسلی ہوگئی کہ خیر ایک ہوگئی تو دوسری موجود ہے۔ محمودہ کو البتہ بڑا فکر تھا

لے رنج ۱۲

کہ دیکھئے کیا ہو۔ لیکن اصغری نے اُدھر تو محمودہ کی تسلی کی اور سمجھا دیا کہ اب وہ باتیں نہیں ہیں اُدھر اپنی آپا کو سمجھا دیا کہ محمودہ اب بڑی ہو گئی ہے کوئی سخت بات اُس کو نہ کہئے گا۔ مکتب کے واسطے محمد عاقل سے اتنا کہہ دیا کہ پڑھانا لکھانا وغیرہ سب محمودہ کر لیا کریں گی آپ صرف بالائی[1] انتظام کی خبر لے لیا کیجئے اور مکتب کی رقم کا حساب کتاب محمودہ کو لکھا دیا کیجئے۔ الغرض اصغری رخصت ہوئیں ڈاک پر سوار ہو سیدھی سیالکوٹ پہنچیں۔ یہاں محمد کامل دفعتہً اصغری کے پہنچنے سے سخت متعجب ہوا اور پوچھا کہ خیریت ہے۔ کہیں اماں سے لڑ کر تو نہیں آئیں۔

اصغری۔ توبہ کرو کیا اماں جان میرے برابر کی ہیں کہ میں اُن سے لڑنے جاؤں گی اس چار برس میں کبھی تم نے مجھ کو اُن سے یا کسی سے لڑتے دیکھا۔ یہاں محمد کامل نے خوب ہاتھ پاؤں نکالے[2] تھے اور بُری صحبت میں مبتلا تھا۔ خوشامدی لوگ جمع تھے اور وہ اُس کو اُلّو[3] بنائے ہوئے تھے۔ بازار رشوت گرم[4] تھا۔ ناچ رنگ تک کا بھی احتراز[5] باقی نہ رہا تھا۔ امیری ٹھاٹھ[6] تھے۔ تنخواہ سے چار چند[7] کا معمولی خرچ۔ اگر یہی حال چندے[8] اور رہتا ضرور جیمس صاحب کو بدگمانی پیدا ہوتی اور آخر کو نوکری جاتی رہتی۔ اچھے وقت اصغری جا پہنچی فوراً اُس نے ہر طرف سے رخنہ بندیاں[9] کیں اور سمجھایا کہ تم کو خدا نے سو کا نوکر کر دیا اس کا یہی شکریہ ہے کہ تم کو اُس پر قناعت[10] نہیں۔ محمد کامل نے کہا کہ جو خوشی سے دے اُس میں کیا قباحت ہے۔ اصغری نے کہا سبحان اللہ روپیہ بھی ایسی چیز ہے کہ کوئی اُس کو بے وجہ خوشی سے دیتا ہے ان دنوں لوگ روپے کے اس قدر حاجت مند ہیں کہ عزت تک کی پروا نہیں کرتے مگر روپیہ مٹھی سے نہیں چھوڑتے آدمی اپنے اوپر قیاس کرے کہ ہم کسی کو کیا

---

[1] اوپر کا ۱۲ [2] ہاتھ پاؤں نکالنا حد سے گزر جانا۔ وضع کا پابند نہ رہنا۔ مراد ہے آوارگی ۱۲ [3] احمق ۱۲
[4] یعنی رشوت خواری خوب ہو رہی تھی ۱۲ [5] پرہیز ۱۲ [6] ساز و سامان ۱۲ [7] چوگنے ۱۲ [8] چند روز ۱۲
[9] سوراخ بند کئے ۱۲ [10] صبر ۱۲

دیا کرتے ہیں ایک زکوٰۃ[1] کی بھی کچھ اصل ہے سینکڑے پیچھے بر سویں دن چالیسواں حصہ ڈھائی روپئے وہی دیتے ہوئے جان نکلتی ہے لوگوں کے پاس ایسا کہاں کا خزانہ قارون[2] بھرا پڑا ہے کہ دیں تم کو بے مطلب دے جاتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ کام بگڑتا ہے نہ دیں گے تو مقدمہ خراب ہوگا عاجز آکر قرض وام لے کر گھر والیوں کے زیور بیچ کر رشوت دیتے ہیں۔ محمد کامل۔ میں خود نہیں لیتا پھر اس میں کیا ڈر ہے۔ اصغری۔ اول تو رشوت چھپ نہیں سکتی علاوہ اس کے فرض کیا آدمی پر ظاہر نہ ہوئی خدا جو پردوں میں دیکھتا ہے وہ تو جانتا ہے بندوں کا گناہ جمع کرنا اور عاقبت کی جواب وہی سمیٹنا بڑی بے باکی کی بات ہے۔ غرض سمجھا بجھا کر اصغری نے محمد کامل سے توبہ کرائی۔ چند روز رہ کر اصغری نے پوچھا یہ چار آدمی جن کو باہر کھانا جاتا ہے کون لوگ ہیں۔ محمد کامل۔ نوکری کے امیدوار ہیں بے چارے غریب الوطن ہیں میں نے کہا خیر جب تک تمہاری نوکری لگے تب تک میرے پاس رہو۔ اصغری۔ پھر اب تک ان کو نوکری نہیں ملی۔ محمد کامل۔ نوکری تو ملتی ہے لیکن ان کی حیثیت سے کم ہے۔ اصغری۔ جب ان کی حالت یہاں تک پہنچی ہے کہ دوسرے کے سر پڑے ہوئے روٹیاں کھاتے ہیں تو حیثیت سے کیا بحث باقی رہی۔ تھوڑی بہت جو ملے کر لیں۔ محمد کامل۔ خدا جانے تم کیا کہتی ہو عزت سے گھٹ کر کیوں کر کر لیں۔ اصغری نے کہا کم درجے کی نوکری میں تو بے عزتی ہوتی ہے اور دوسرے کے سر ڈھئی توڑنے میں بے عزتی نہیں جب ان لوگوں میں اتنی غیرت نہیں تو اور عادتیں بھی ان میں

---

[1] مسلمانوں میں جہاں نماز اور حج وغیرہ فرض ہیں ایک فرض زکوٰۃ بھی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ مال میں سے برسویں دن ایک حصہ خدا کے نام دیا جائے وہ حصہ نقد روپئے میں چالیسواں حصہ ہے [2] قارون حضرت موسیٰ کی قوم کا آدمی تھا اور لوگ مشہور کرتے ہیں کہ ان کا کسی طرح رشتہ دار بھی تھا۔ اس کو خدا نے اتنا مقدور دیا تھا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں اونٹوں پر لدتی تھیں مگر تھا دل کا خسیس خدا کی راہ میں کچھ خرچ نہیں کرتا تھا اس پر قہر الٰہی نازل ہوا کہ اور اس کا گھر بار سب کچھ زمین میں دھنس گیا ۱۲ مولوی پردیسی ۱۲

ضرور بُری ہوں گی ان کا ساتھ اچھا نہیں ضرور تمہارے نام سے کچھ لیتے بھی ہوں گے ان سے کہو کہ یا نوکری کریں یا رخصت ہوں۔ محمد کامل۔ میری مروت مقتضی نہیں ہوتی کہ جواب دوں۔ اصغری نے کہا جب ان میں مروّت نہیں تو تم کو مروت کا لحاظ کیا ضرور ہے اگر ہم سے سنیے تو کنبے میں بہت سے غریب ہیں اُن کا حق مقدم[1] ہے غیروں کو اور غیروں میں سے بھی ایسوں کو دینے سے کیا فائدہ اور یہ ضرور نہیں کہ تم سختی سے جواب دو کسی طور پر اُن کو سمجھا دو۔ خلاصہ یہ کہ یہی لوگ محمد کامل کے شیطان[2] تھے۔ اصغری نے حکمت[3] عملی سے اُن کو ٹالا نوکروں میں جو جو بدوضع تھے چھانٹ کر نکالے گئے اور ڈیڑھ برس رہ کر اندر باہر سب انتظام درست کر دیا۔ اب میاں مسلم کی شادی ہونے والی تھی۔ اصغری کی طلب[4] میں خط گیا اور تماشا خانم نے بہت اصرار[5] کے ساتھ لکھا۔ از بس[6] کہ بہت دن ہو چکے تھے اصغری نے دہلی آنے کا ارادہ کیا لیکن اپنے دل میں سوچی کہ محمد کامل کو اکیلا چھوڑ جانا مصلحت[7] نہیں محمد کامل سے کہا کہ مسافرت میں تنہا رہنا مناسب نہیں کوئی اپنا رشتے دار ساتھ رہنا ضرور ہے سو میرے نزدیک تم اپنے خالہ زاد بھائی محمد صالح[8] کو بلا لو وہ یہاں تمہارے پاس کچہری کا کام بھی سیکھیں گے اور شاید کہیں اُن کی نوکری بھی لگ جائے امیر بیگم کو خط گیا اور اصغری کے رہتے محمد صالح پہنچ گیا۔

یہ لڑکا پرلے درجے کا نیک بخت تھا اسم[9] بامسمیٰ اور محمد کامل سے عمر میں بڑا۔ اب اصغری کو اطمینان ہوا تو سیالکوٹ سے رخصت ہو لاہور پہنچی یہاں مولوی محمد فاضل کے پاس ایک ہفتہ مقیم[10] رہی۔

[1] یعنی غیروں کے حق سے پہلے ہے ۱۲ [2] یعنے اُس کو بہکاتے اور بدکرداری سکھاتے تھے ۱۲ [3] یعنے ایسی تدبیر کی کہ سختی بھی نہ کرنی پڑی اور وہ لوگ الگ ہو گئے ۱۲ [4] بلانا ۱۲ [5] ضد۔ تاکید ۱۲ [6] چوں کہ ۱۲ [7] مناسب ۱۲ [8] اس کا نام تھا صالح جس کے معنے ہیں نیک دیا ہی وہ نیک تھا بھی ۱۲ [9] ... [10] ٹھہری رہی ۱۲

بابِ انتیسواں[۱۹] اصغری کی صلاح سے مولوی محمد فاضل نے پنشن لی اور بڑے بیٹے محمد عاقل کو اپنی جگہ رکھوا دیا +

مولوی محمد فاضل صاحب کی عمر ساٹھ برس کے قریب تھی مختاری کی نوکری میں محنت تھی بہت روز بلا ناغہ سب حاکموں کی کچہری میں رئیس کے مقدمات کی خبر لینا اور صبح و شام عملوں میں جانا بے چارے مولوی صاحب رات کو آتے تو بہت تھک جاتے تھے۔ اصغری نے کہا ابا جان اب آپ کی عمر اس مشقت[۱۱] کے قابل نہیں مناسب ہے کہ آپ گھر بیٹھنے کا فکر کیجئے۔ ایک کتاب میں میں نے پڑھا ہے کہ انسان عمر کے تین حصے کرے پہلا حصہ بچپن کا۔ دوسرا دنیا کے کاموں کے بندوبست کا۔ تیسرا آرام اور یادِ الٰہی کا۔ بس اب آپ گھر چل کر آرام سے بیٹھئے۔ مولوی صاحب اول تو رئیس نہیں چھوڑتا۔ دوسرے آخر میری جگہ کوئی کام کرنے والا بھی تو چاہیئے۔ اصغری۔ رئیس سے جب آپ اپنی ضعیفی[۱۲] کا عذر کیجئے گا تو گمان غالب ہے کہ مان جائے اور کام کرنے کو تو بھائی جان کیا کم ہیں۔ مولوی صاحب۔ وہ کچہری دربار کا دستور قاعدہ کیا جانیں۔ اصغری۔ چند روز اُن کو بُلا کر ساتھ رکھئے دیکھنے بھالنے سے سب معلوم ہو جائے گا۔ وہ تو مولوی آدمی ہیں، ہندو لوگ تو اوٹ[۱۳] پٹانگ فارسی کی دو چار کتابیں پڑھ کر کچہری کی نوکری کرنے لگتے ہیں۔ مولوی صاحب کو اصغری کی بات پسند آئی اصغری تو دہلی پہنچی اور مولوی صاحب نے محمد عاقل کو بُلا بھیجا۔ چند روز میں محمد عاقل نے باپ کا سب کام اٹھا لیا اور رئیس کو اپنی خدمت سے بہت خوش کیا تب مولوی صاحب نے رئیس سے کہا کہ اب یہ لڑکا حضور کی خدمت میں حاضر رہے

۱۱ محنت ۱۲ کمزوری بڑھاپا ۱۳ بے قاعدہ

مجھ کو آزاد فرمائیے شعر

رسم[۱] ست کہ مالکانِ تحریر … آزاد کنند بندۂ پیر

رئیس دل کا بڑا سخی تھا بیس روپئے تاحیات[۲] مولوی صاحب کی پنشن کر دی اور مولوی صاحب کی جگہ محمد عاقل کو پوری تنخواہ پر رکھ لیا۔

باب تیسواں۔ محمودہ کی منگنی

اصغری دہلی آئی تو اُس نے محمودہ کا فکر کیا۔ حسن آرا بھی میکے آئی ہوئی تھی اور اُن ہی دنوں جمال آرا بھی سسرال سے چھوٹی بہن سے ملنے کے لئے آ پہنچی۔ حکیم جی کا تو تمام گھر اصغری کا مرید تھا دونوں بہنیں اصغری کے آنے کی خبر سن کر دوڑی ہوئی آئیں ہر طرح کی باتیں ہوتی رہیں۔ جمال آرا نے کہا اُستانی جی کیسا جی تم میں بڑا تھا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ بھلا حسن آرا تو تمہاری شاگرد ہیں لیکن میں شاگردوں سے بھی زیادہ ہوں میرا اُجڑا ہوا گھر تم ہی نے بسوایا۔ اصغری۔ میں کس لائق ہوں۔ جمال آرا۔ واہ اُستانی جی میں تو جیتے جی تمھارا سلوک نہیں بھولوں گی اور کیا کروں تم ہم لوگوں کی خدمت کسی طرح قبول نہیں کرتیں نہیں تو اپنی کھال کی جوتیاں تم کو بنوا دیتی تب بھی شاید تمھارا حق ادا نہ ہوتا۔ اصغری۔ اوّل تو کچھ خدمت مجھ سے بن نہیں پڑی اور باقتضائے[۴] سرداری کوئی کام آپ کو پسند ہوا تو بیگم صاحب آپ کو خدا نے سب قابل بنایا ہے ہم غریبوں کا خوش کر دینا کیا بڑی بات ہے حسن آرا۔ اَے ہے اُستانی جی تم اپنے منھ سے کیسی بات کہتی ہو۔ اصغری۔ سنو بوا حسن آرا اُستانی گیری اور شاگردی تو اب باقی نہیں وہ مکتب تک تھی

۱؎ دستور کی بات ہے کہ غلاموں کا آزاد کرنا جن لوگوں کے اختیار میں ہوتا ہے یعنی جو آقا ہوتے ہیں بڈھے غلام کو آزاد کر دیا کرتے ہیں ۱۲ ۲؎ جب تک جئیں ۱۲ ۳؎ یعنے یہ لوگ اصغری کا ایسا ادب کرتے تھے جیسے پیر کا اُس کے مرید ۱۲ ۴؎ یعنے سردار ہونے کی وجہ سے تم نے میرا کوئی کام پسند کر لیا ہو ۱۲

اب اللہ رکھے تم بیاہی گئیں۔ اُدھر تم پوتڑوں[1] کی امیر اور امیروں کی سرتاج۔ ادھر یہ سردار اور سرداروں کی بیٹی ہو۔ اب اِس شہر میں تم سے بڑھ کر تو دوسرا امیر نہیں تم تک پہنچ کر جو آدمی محروم رہے تو اُس کی قسمت کا قصور ہے۔ حسن آرا۔ اچھی اُستانی جی کیا بات ہے۔ اصغری نے کہا بُوا بڑا مشکل کام ہے تم وعدہ کرو کہ مجھ کو نا اُمید نہ کرو گی تو کہوں۔ حسن آرا اور جمال آرا نے جانا کسی کی نوکری چاکری کے واسطے کہیں گی۔ دونوں نے کہا اُستانی جی خدا کی قسم تمہارے واسطے ہم دل و جان سے حاضر ہیں لو ہم کو تو بڑی تمنا[2] ہے کہ تم ہم سے کچھ فرمایش کرو۔ اصغری۔ وہ کام میرے نزدیک تو بڑا ہے لیکن اگر آپ دونوں صاحب دل سے آمادہ ہوں تو کچھ حقیقت نہیں دونوں بہنوں نے کہا اُستانی جی خدا جانتا ہے ہمارے کرنے کا کام ہو تو ہم کو ہرگز دریغ نہیں۔ جب خوب پکا وعدہ کرا لیا تو اصغری نے کہا میری یہ آرزو ہے کہ محمودہ کو اپنی فرزندی میں قبول کرو۔ یہ سن کر دونوں بہنوں نے سکوت[3] کیا۔ پھر اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ جب دونوں اُٹھنے کو ہوئیں تو اصغری نے ایک ہاتھ سے تو حسن آرا کا ڈوپٹہ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے جمال آرا کا۔ اور کہا میں اپنا حق اب لڑ جھگڑ کر لوں گی اور جب تک میرا سوال پورا نہ ہوگا خدا کی قسم جانے نہ دوں گی۔ حسن آرا۔ اُستانی جی بھلا اِس میں ہمارا کیا اختیار ہے۔ ابھی تو ارجمند[4] خاں لڑکا ہے۔ دوسرے ایسی باتوں میں ماں باپ کے ہوتے بہنوں کی کون سُنتا ہے۔ اصغری۔ بڑی اور بیاہی ہوئی بہنیں بھی ماں کے برابر ہوتی ہیں اور رشتے ناتے بے سبب کی صلاح کے نہیں ہوا کرتے۔ ایسا ممکن نہیں کہ تم سے مشورہ نہ ہو۔ حسن آرا۔ ابھی ہمارے یہاں تو کچھ تذکرہ کہیں کا نہیں ہے۔ اصغری۔ تم کو معلوم نہ ہوگا۔ علوی خاں کے یہاں رقعہ گیا تھا واپس آیا۔ جمال آرا۔ اُستانی جی تم نے سنا ہے

۱ ننھے بچوں کو جن کپڑوں پر بٹھا نہلاتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم پیدایشی امیر ہو ۱۲ ۲ آرزو ۱۲ ۳ چپ ہو رہیں ۱۲
۴ حسن آرا اور جمال آرا کے بھائی کا نام ہے ۱۲

تو گیا ہوگا مگر ہم سے اس معاملے میں اس وقت تک کچھ بات چیت نہیں ہوئی - علوی خاں میں
کیا بُرائی تھی خدا جانے رقعہ پھیر وا کیوں لیا ہوگا اسی طرح بات میں بات اور ہونے لگی
اصغری - صاحبو! میرا مطلب رہا جاتا ہے ہاں نا کا جواب مجھ کو دیجئے - جمالؔ آرا اُستانی جی
بھلا ہم کیونکر ہامی بھر سکتے ہیں - اصغری - دولت - سیرت - صورت تین چیزیں ہوتی ہیں
دولت تو ہم غریبوں کے پاس نام کو نہیں - رہی سیرت سو بوا حسنؔ آرا تم محمودہ سے بخوبی
واقف ہو دو برس تمھارا اُس کا ساتھ رہا سچ کہنا شرم لحاظ - ادب قاعدہ - نیک بختی ہر
کام کا سلیقہ اور ہر طرح کا ہنر - لکھنا - پڑھنا - سینا پرونا - پکانا یہ سب باتیں محمودہ میں ہیں
یا نہیں - کچھ اس پر موقوف نہیں کہ محمودہ میری نند یا میری شاگرد ہے - نہ
کچھ خدا نے بہمہ صفت موصوف پیدا کی ہے کیوں بوا حسنؔ آرا ہ
ہوں تو تم بولو - حسنؔ آرا - اُستانی جی بھلا چاند ر ک
ماشاء اللہ بڑے گھروں میں انا
اصغری - اور صورت
ہیں - وہ بھی
جمالؔ آ
گھروا
بہن

نام لیوا ہیں۔ دونوں بہنوں نے کہا اُستانی جی تم ہماری سرتاج ہو اور ہم اور تم کیا دو دو ہیں
ایک ذات ایک خون۔ اصغری۔ پھر کیا تامل ہے میری درخواست کو قبول فرمائیے۔
حسن آرا۔ اچھا اُستانی جی آج ہم اس بات کا مذکور اماں سے کریں گے۔ اصغری۔ مذکور
نہیں۔ مذکور تو میں بھی کر سکتی ہوں۔ بلکہ دل سے اس میں مدد کرو اور اب یہ بات چھڑی
ہے تو ایسا ہو کہ پوری ہو جائے دونوں بہنوں نے وعدہ کیا کہ اُستانی جی جیسا آپ کا
ارادہ ہے ان شاء اللہ ویسا ہی ہوگا۔ غرض کہ اُس وقت دونوں بہنیں رخصت ہوئیں
اگلے دن اصغری خود سلطانہ بیگم سے ملنے گئی دو سو روپیے کا بہت عمدہ شالی رومال جو
... سے لائی تھی سلطانہ بیگم کو نذر دیا۔ سلطانہ بیگم نے کہا اُستانی جی تم تو ہم کو بہت
... تمہاری خدمت کرنی چاہیئے نہ کہ اُلٹا تم سے لیں۔ اصغری۔ یہ رومال
... کے بنوایا اور یہ تو آپ کو قبول کرنا ہی ہوگا ڈیڑھ
... حل اگر میں خود پیش کردوں گی
... کی قسم شرم آتی ہے
... یا کر اصغری
... بیٹھے
... لیا

کوئی بڑھیا عورت سوت کی انٹی لے جاکر حضرت یوسف[1] کی خریدار بنی تھی اسی طرح میرے پاس غریبی اور عاجزی کے سوا کچھ دینے دلانے کو نہیں صرف آپ کی مہربانی درکار ہے ہر چند سلطانہ بیگم نے زبان سے کچھ نہ کہا لیکن انداز سے معلوم ہوا کہ بات ناگوار نہیں ہوئی چلتے ہوئے اصغری۔ جہاں آرا اور حسن آرا سے کہتی آئی کہ اب اس کا نباہ آپ لوگوں کے اختیار میں ہے۔ اصغری کے جانے کے بعد دونوں بہنوں نے محمودہ کی حد سے زیادہ تعریف کی۔ سلطانہ تو نیم راضی[2] ہو گئی لیکن شاہ زمانی بیگم کی بھی ایک بیٹی تھی دل دار جہاں اور مدت سے شاہ زمانی اپنی بیٹی کے لئے ارجمند کو تکے بیٹھی تھی ابھی تک اپنی بہن سے کچھ اس کا تذکرہ نہیں کرنے پائی تھی۔ جب اصغری نے محمودہ کی نسبت گفتگو کی تو سلطانہ بیگم نے شاہ زمانی بیگم سے بچھوا بھیجا کہ آپ کے نزدیک یہ بات کیسی ہے۔ شاہ زمانی یہ حال سن کر بہت سٹ پٹائی[3] اور اس فکر میں ہوئی کہ کسی طرح محمودہ کی بات دب دیا جائے تو دل دار جہاں کی ٹیپ[4] جما دوں۔ اس وقت تو اتنا ہی کہلا بھیجا کہ میں سوچ کر جواب دوں گی۔ اگلے دن خود بدولت[5] آموجود ہوئیں اور جب ذکر چلا تو سلطانہ سے کہا

---

[1] حضرت یوسفؑ کا قصہ جس قدر مشہور ہے اُسی قدر عجیب بھی ہے سوتیلے بھائی باپ کا رخ ان کی طرف دیکھ کر جلنے لگے آخر یہ صلاح کی کہ باہر لے جاکر جنگل کے کسی اندھے کنویں میں ڈال دیں باپ یعنی حضرت یعقوبؑ سے عرض کیا کہ گھر میں رہتے رہتے یوسفؑ کا جی اکتا گیا ہوگا اس کو ہمارے ساتھ کر دیجئے تو باہر کی ہوا کھلا لائیں حضرت یعقوب نے اول انکار بھی کیا مگر اصرار کر کے آخر کار لے ہی گئے اور کوئیں میں بھی ڈال دیا اتفاقاً وہاں کسی قافلے نے پڑاؤ کیا کواں دیکھ کر آدمی پانی بھرنے گئے حضرت یوسف ڈول میں بیٹھ کر اوپر آئے بھائی آس پاس لگے ہوئے تھے قافلے والوں سے تکرار ہوئی خلاصہ یہ کہ اپنا غلام کہہ کر قافلے والوں کے ہاتھ یوسف کو بیچ دیا۔ وہ قافلہ پہنچا مصر اور حضرت یوسف وہاں جاکر بکے عزیز مصر نے خرید لیا کتاب میں اسی خرید و فروخت کی طرف اشارہ ہے اور حضرت یوسف تو آخر کار آپ ہی عزیز مصر ہوئے اور جن بھائیوں نے ظلماً ان کو کوئیں میں ڈالا تھا وہی قحط کے دنوں میں ان سے اناج مانگنے گئے مگر اللہ اللہ کیا حوصلہ تھا حضرت یوسف کا کہ انھوں نے بھائیوں کو ہوں تک بھی تو نہ کہا پھر سارے خاندان کو بلا کر مصر میں بسا لیا ۱۲ [2] آدھی راضی یعنی کچھ راضی کچھ ناراض ۱۲ [3] گھبرائی ۱۲ [4] یعنی دل دار جہاں کی منگنی ارجمند کے ساتھ پکی کردوں ۱۲ [5] یعنے بذات خاص ۱۲

کہ کہاں تم کہاں مولوی صاحب زمین آسمان کا کیا جوڑ۔ یہ بات یہاں لایا تو کون لایا؟ سلطانہ نے کہا اُستانی جی۔ شاہ زمانی۔ دیکھو میں خود اُستانی جی پاس جاتی ہوں۔ حسن آرا کو ساتھ لے جھٹ سے اصغری پاس جا دھمکیں(۱) اور کہنے لگیں کہ اُستانی جی تم ایسی تو عقل مند اور تم نے اتنا نہ سمجھا کہ ایسے رشتے برابر کی ٹکر(۲) دیکھ کر کئے جاتے ہیں علوی خاں کے گھر سے صرف اتنی بات پر رقعہ پھرا کہ اُنھوں نے سونے کا چھپرکھٹ نہیں مانا بھلا تم محمودہ کو کیا دو گی۔ اصغری۔ بیگم صاحب میں نے تو لڑکی کے بیاہ کا ذکر چھیڑ دیا تھا کچھ لڑکی کے مول تول(۳) کا پیام نہیں دیا۔ شہر میں اگرچہ اب کل رسمیں بگڑ گئی ہیں۔ لیکن وضع دار لوگوں میں لینے دینے کا چکوتا(۴) کہیں نہیں سنا جو بیٹی دے گا وہ کیا اُٹھا رکھے(۵) گا باقی رہی برابری سو ظاہر ہے کہ دولت کے اعتبار سے ہم کو کچھ نسبت نہیں یہاں تو علوی خاں کا چوتھائی بھی نہیں۔ لیکن آپ تو لڑکا بیاہتی ہیں آپ کو امیری غریبی سے کیا بحث لڑکی دینی ہو تو انسان یہ بھی سوچ کرے کہ بھائی لڑکی کا گزر دیکھ لو یا کوئی غریب ہو اور بہو کے جہیز پر اُدھار کھائے بیٹھا ہو وہ امیر گھر ڈھونڈے تو بجا(۶) ہے آپ تو بیٹی لیتی ہیں اور سب کچھ خدا کا دیا ہوا آپ کے ہاں موجود ہے آپ کو تو صرف لڑکی کا دیکھنا ہے سو محمودہ کا کوئی حال آپ سے مخفی(۷) نہیں۔ صورت۔ شکل۔ ذات جو کچھ بُری بھلی ہے آپ کو معلوم ہے۔ شاہ زمانی کیا ہوا پھر بھی جوڑ(۸) دیکھ کر بات کی جاتی ہے۔ اصغری۔ بیگم صاحب خطا معاف اب جوڑ کہاں ہے جوڑ تو اُن دنوں تھا جب علی نقی خاں نے اسی گھر میں بہن کو بیاہ دیا تھا یا یہ وہی گھر ہے کہ بیٹی لینے کے واسطے بھی جوڑ نہیں۔ اب کیا اس گھر میں کیڑے(۹) پڑ گئے ہیں دولت نہیں

---

(۱) یکایک دم سے جا موجود ہوئیں ۱۲ (۲) مراد یہ ہے کہ دونوں ہمدھیانے دین لین میں برابر کا مقدور رکھتے ہوں ۱۲ (۳) یعنی یہ پیغام نہیں دیا کہ میں لڑکی کو بیچتی ہوں ۱۲ (۴) ٹھہراؤ ۱۲ (۵) کیا رکھ چھوڑے گا یعنی اپنے مقدور بھر بیٹی کے جہیز میں کیوں کوتاہی کرنے لگا ۱۲ (۶) ٹھکانے کی بات اور بجا ہے ۱۲ (۷) چھپا ہوا ۱۲ (۸) میل مناسب ۱۲ (۹) کہ آپ کو گھن آتی ہے ۱۲

سو یہ بڑا بول[1] خدا کو نہیں بھاتا۔ اصغری نے شاہ زمانی کو ایسا آڑے[2] ہاتھوں لیا کہ بات نہ بن پڑی اور شاہ زمانی نے کہا اُستانی جی تم تو خفا ہوتی رہو۔ اصغری۔ بیگم صاحب میری کیا مجال[3] ہے مجھ کو تو اُمید تھی کہ آپ اِس بات میں امداد[4] کیجئے گا نہ کہ خود آپ ہی کو ناگوار ہے۔ شاہ زمانی۔ اُستانی جی بُرا مانو یا بھلا جوڑ نہیں۔ اصغری۔ دولت میں بے شک ہم جوڑ نہیں ہیں۔ ذات میں برابری کا دعوی ہے۔ ہنر میں ان شاء اللہ وہ ہماری جوڑ نہ ٹھہریں گی۔ کیا مضائقہ ایک بات میں وہ کم ایک بات میں ہم کم۔ ہماری جیسی بہو دنیا میں چراغ لے کر ڈھونڈتی پھریں گی تو نہیں پائیں گی۔ شاہ زمانی بیگم۔ اُستانی جی اقبال مند خاں کے لڑکے کا رقعہ کیوں نہیں منگواتیں۔ اصغری۔ کچھ خدا نخواستہ لڑکی ہم پر دوبھر[5] نہیں ابھی اُس کی عمر ہی کیا ہے۔ آپ کی دل دار جہاں بیگم سے تو میں جانتی ہوں دو ڈھائی برس چھوٹی ہی ہو گی اور جب آدمی ڈھونڈنے پر آتا ہے تو رقعوں کی کیا کمی ہے لڑکیوں کو لڑکے بہت اور لڑکوں کو لڑکیاں بہت میں نے تو یہ سوچا تھا کہ ہنر اور دولت کا ساتھ ہے یہ چیز امیروں کے لائق ہے اور امیر اس کو زیبا ہیں بات ٹھہر جائے تو دونوں کے لئے اچھا ہے۔ لیکن اگر منظور نہیں ہے تو آپ دل دار جہاں سے نسبت کر دیجئے۔ شاہ زمانی۔ میرا ارادہ ہے کہ دل دار کو غیر جگہ دوں رشتے میں رشتہ بے لطفی[6] سے خالی نہیں ہوتا۔ شاہ زمانی تو یہ کہہ کر رخصت ہوئیں۔ حسن آرا بیٹھی رہ گئی۔ خالہ نے کہا بھی کہ بیٹا چلو۔ حسن آرا بولی آپ چلئے میں اُستانی جی سے کئی برس میں ملی ہوں باتیں کروں گی۔ جب شاہ زمانی چلی گئی تو حسن آرا نے کہا اُستانی جی اماں تو راضی ہیں یہی حضرت بات کو بگاڑ رہی ہیں مُنہ سے انکار کرتی ہیں تو کرنے دو۔ ان کا اصل مطلب یہی ہے کہ دل دار کی بات ٹھہر جائے۔ اصغری۔ اب تقدیر کی بات ہے بھلا ان کے ہوتے ہماری کیا اصل ہے لیکن بوا حسن آرا میں نے

۱؎ شیخی اور غرور کی بات ۱۲ ۲؎ ایسا ڈانٹا باتوں میں ایسا بند کیا ۱۲ ۳؎ طاقت ۱۲ ۴؎ مدد ۱۲ ۵؎ بوجھ ۱۲
۶؎ بدمزگی ۱۲

تو کچھ بے جا بات نہیں سوچی تھی پیوند میں پیوند ملتا دیکھ لیا تھا تمھارا اتنا بڑا گھر اور اسد آئین کا ایک لڑکا جو کچھ مال و متاع ہے سب اسی کا ہے نیں اتنے بڑے کارخانے کے سنبھالنے کو بھی بڑی عقل اور بڑا سلیقہ چاہیئے۔ محمودہ غریب گھر کی ہے تو کیا ہے۔ اللہ رکھے حوصلے اور سلیقہ امیروں جیسا ہے تمھارے گھر میں اگر کوئی بے سلیقہ آئی اور جہیز کے چھکڑے لائی تو کس کام کی اُس کو اپنے جہیز کا رکھنا اٹھانا مشکل پڑ جائے گا۔ تمھارے گھر کا انتظام کیا کر سکے گی۔ محمودہ تو ماشاء اللہ ملک کا انتظام کرنے والی ہے۔ پھر بوا حسن آرا یہ بات بھی سوچنی چاہیئے کہ رشتہ ناتہ کس غرض سے ہوتا ہے دنیا میں جہاں تک ہو سکے میل ملاپ کو بڑھانا چاہیئے۔ گھر کے گھر میں نسبت ناتا کر لیا تو کیا۔ شادی بیاہ جب کیجیے غیر جگہ اور یہی بات تمھارے پیر و مرشد نے بھی لکھی اور یہ رائے اُن کی بہت درست ہے۔ حسن آرا۔ اُستانی جی میں نے اور آپا نے خوب خوب طرح پر اماں سے کہا ہے اور اب یہ سب باتیں میں اماں سے اور کہوں گی امید تو ہے کہ یہی بات ٹھیرے بغرض اصغری نے یہ سب پٹی پڑھا کر حسن آرا کو رخصت کیا۔ وہاں شاہ زمانی نے سلطانہ سے جا کر کہا بوا میں نے تو اُستانی کے منہ پر صاف کہہ دیا کہ تمھارا اُن کا جوڑ نہیں آدمی کو سمجھ کر بات منہ سے نکالنی چاہیئے۔ لیکن پیچ یہ آ پڑا تھا کہ شاہ زمانی اپنے منہ سے اپنی لڑکی کے واسطے کہہ نہیں سکتی تھی یہ بات تو مدتوں سے شاہ زمانی کے دل کو لگی ہوئی تھی۔ مگر قرابت مندی کے گھمنڈ پر اُس نے پہلے سے تگ و دو نہ کی وہ سمجھی کہ جلدی کیا ہے لڑکا گھر میں ہے جب موقع ہوگا مردوں مردوں میں بات ہو جائے گی اب محمودہ کی بات میں غریبی پر بڑا اعتراض تھا۔ آخر شاہ زمانی سے الگ ہو کر سلطانہ بیگم نے اپنی دونوں

---

۵۱ اسباب ۱۲ ۵۲ یعنے یہ کہ رشتے میں رشتہ بے لطفی سے خالی نہیں ہوتا ۱۲ ۵۳ غالب اُوپر ۱۲ ۵۴ یعنی یہ ساری باتیں سمجھا کر جیسے کوئی بچوں کو سبق پڑھاتا ہے پٹی کے معنے ہیں تختی ۵۵ بل ۱۲ ۵۶ لڑکی والوں کی طرف سے درخواست کا ہونا برا سمجھا جاتا ہے اور اصغری جو محمودہ کے لئے کوشش کر رہی تھی پھر بھی خفیہ تھی ۱۲ ۵۷ رشتہ داری ۱۲ ۵۸ دوڑ ۵۹ سعی کوشش ۱۲

بنیوں سے جو صلاح کی تو حسن آرا نے کہا اماں بات صاف تو یہ ہے کہ خالہ اماں دل دارا
کے واسطے تجویز کرتی ہیں۔ سلطانہ نے کہا بھلا ارجمند سے بھی تو ہنسی ہنسی میں پوچھو۔
جمال آرا نے بھائی کو بلایا اور کہا کیوں بھائی تمھاری شادی بیاہ کی تجویز ہو رہی ہے
تم بھی تو کچھ بولو دل دار جہاں سے راضی ہو ماں کے منھ پر تو لحاظ کے سبب ارجمند کچھ نہ
بولا لیکن اشارے سے اپنی بہنوں سے انکار کیا۔ اس کا انکار جمال آرا اور حسن آرا
کو حجت ہو گیا۔ حسن آرا نے کہا صورت شکل ہنر سلیقہ یہ باتیں تو محمودہ کے پاسنگ کو
کسی لڑکی میں نہ ملیں گی اس کا ذمہ تو میں کرتی ہوں۔ ہاں ...
ملے سو یہ اُن بے چارے غریبوں کے پاس کہاں ...
ہے خدا کے فضل سے ہمارے گھر ...
کیا کرنا ہے۔ جمال آرا۔ پھر کی ...
لیکن اُستانی جی بڑ...
سے بڑھ کر کر ...
چھوٹے حکی...
گیا جیسے کہ...
نے بھ...
دو...

دعاگو ہوں۔ اور جب تک جیوں گی دعاگو رہوں گی اور آب دیدہ ہو کر یہ بھی کہا الٰہی انجام
بخیر۔ الٰہی سازگاری۔ الٰہی مجھ ناچیز کو سرخ روئی۔ الٰہی محمودہ کو دنیا اور دین کی برکت
الٰہی محمودہ دودھوں نہائے اور پوتوں پھلے۔ الٰہی محمودہ بوڑھ سہاگن ہو۔ حسن آرا۔
نہیں استانی جی ہم تو آج اپنا منہ ضرور میٹھا کرائیں گے۔ اصغری بیٹھے بیٹھے مٹھائی کھلائیے گا
دیانت کو بلا پانچ روپے نکال اُس کے ہاتھ دیئے۔ اور کہا گھنٹے والے کی دکان پر سے
...ت عمدہ قلاقند اور دریبے کے نکڑ سے پیٹھے کی مٹھائی۔ اور شاہ تارا کی گلی سے موتی پاک
...سے نورات اور تیلی کے کٹڑے سے گھی کی تلی دال اور خانم کے
...کر دو گلوریاں بنا کر دیں اور مٹھائی کی ٹوکری
...آرا۔ سب نے مل کر خوب کھائی اور جو بچی
...قت تک میں نے اماجان
...اچھی تاریخ اور
...اصغری نے
...ے بات
...وں گی
...گی

سلام پیام نہیں۔ اصغری۔ میں نے ایک بات سوچی ہے اگر آپ کو پسند ہو تو ذکر چلاؤں۔ محمد کامل کی ماں۔ وہ کیا۔ اصغری۔ حکیم فتح اللہ خاں کے لڑکے سے۔ محمد کامل کی ماں بھلا بیٹی جھونپڑے کا رہنا اور محلوں کے خواب دیکھنا۔ کجا حکیم جی کا گھر۔ آج اُن کے یہاں ماشاء اللہ وہ دولت ہے کہ شہر میں اُن کا ثانی نہیں۔ اور کجا ہم غریب کہ رہنے تک کا جھونپڑا بھی درست نہیں۔ یہاں کی بات کیا ان کی خاطر تلے آئے گی۔ ناحق کہہ کر بھی پشیمان ہونا ہے۔ اصغری۔ وہ دولت مند ہیں تو اپنے واسطے ہیں ہم کیا خدا نہ کرے کچھ اُن کے دست نگر ہیں وہ اپنے پلاؤ زردے میں مست ہیں تو ہم اپنے دال دلیے میں مگن ہیں۔ ذات میں ہم اُن سے ہیٹے نہیں۔ ہنر جو ماشاء اللہ ہماری محمودہ میں ہے وہ اُن کے بڑوں میں بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔ محمد کامل کی ماں۔ بُوا دولت کے آگے ہنر ہاتھ باندھے کھڑا رہتا ہے۔ سونے کا چھپر کھٹ پہلے بنوالوں تب اُن سے بات کرنے جاؤں ہرگز ہرگز تم ان کا خیال مت کرو۔ اے لو علوی خاں میں کیا بُرائی تھی رقعہ بھیج کر اُنھوں نے اُلٹا منگوا لیا۔ بوا غریبوں کی طبیعت غریبوں ہی میں ہو سکتی ہے۔ اصغری۔ ہزار دولت کی ایک دولت تو خوب صورتی ہے۔ چشم بد دور ہماری محمودہ سے بہتر سب کنبے میں تو ڈھونڈھ لیں۔ محمد کامل کی ماں۔ بوا تم کیسی لڑکیوں کی سی باتیں کرتی ہو حسن بھی ہمسری کی حالت میں پوچھا جاتا ہے اور پھر یہ بات منہ سے کہنے کی ہے کہ ہماری لڑکی خوب صورت ہے اور میں تو نہیں سمجھتی کہ خوب صورتی کیا بلا ہے۔ بڑی بڑی خوبصورتوں کو دیکھا جوتیوں کی برابر قدر نہیں اور بدشکلیں ہیں کہ لالوں کی لال بنی بیٹھی ہیں۔ اصغری نے کہا خوب صورتی بھی ایسی چیز ہے کہ آدمی اُس پر فریفتہ نہ ہو مگر اکثر آدمی جن کی صورت اچھی ہوتی ہے سیرت کے خراب۔ اور مزاج کے گندے ہوتے ہیں اُن کو اپنی صورت پر

۱؎ یہ کہاوت ہے ۱۲ ۲؎ ٹوٹا پھوٹا چھپر ۱۲ ۳؎ شرمندہ ۱۲ ۴؎ ہاتھ کے دیکھنے والے یعنے محتاج ۱۲ ۵؎ خوش ۱۲ ۶؎ گھٹے ہوئے ۱۲ ۷؎ سمائی ۱۲ ۸؎ بد نظر نہ لگے ۱۲ ۹؎ برابری ۱۲ ۱۰؎ بنی سنوری جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی بڑی قدر کی جاتی ہے ۱۲ ۱۱؎ ناپاک۔ مراد ہے بدمزاج ۱۲

ناز[1] ہوتا ہے اس وجہ سے اُن کی دال کہیں نہیں گلنے پاتی۔ اور اُن کا مزاج اُن کے حسن کی قیمت گھٹا دیتا ہے لیکن اگر صورت کے ساتھ خدا سیرت بھی اچھی دے تو سُبحان اللہ نورٌ علیٰ نور[2] جیسی ہماری محمودہ صورت سیرت دونوں ماشاء اللہ ایک کا جواب[3] ایک۔ محمد کامل کی ماں نے کہا آخر کچھ دینے کو بھی چاہیئے ابھی تھوڑی دیر ہوئی تمہارے مکتب کی کوئی لڑکی خدا جانے کیا پڑھ رہی تھی اور محمودہ اُس کو معنے سمجھا رہی تھی کہ یا تو فیلبانوں[4] سے میل جول مت کر۔ اور کرتا ہے تو ہاتھی کی آمد و رفت کے لائق گھر کا دروازہ بھی اونچا کرنا پڑے گا۔ ہم غریبوں پاس اُن کی شان کے لائق دینے کو کہاں۔ ناحق بیٹھے بٹھائے اپنی ہنسی کرانی کیا ضرور ہے۔ اور فرض کیا بات ہو بھی گئی اور لڑکی وہاں نظروں میں حقیر[5] رہی تو نقصان[6] مایہ اور شماتت ہمسایہ۔ اصغری۔ عزت اور ذلت کچھ جہیز پر منحصر نہیں۔ میاں بی بی کی موافقت تو اور ہی چیز ہے۔ جمال آرا کیا کم جہیز لے کر گئی تھیں لیکن ایک دن بھی سسرال میں رہنا نصیب نہ ہوا۔ دُور کیوں جاؤ ہماری آپا کو بھی ہمارے برابر ملا تھا پھر کیوں روز لڑائی رہتی ہے۔ یہ تو اپنا اپنا مزاج اور اپنا اپنا سلیقہ ہے۔ محمد کامل کی ماں۔ یہ تو میں نے مانا کہ میاں بی بی کا پیار اخلاص جہیز پر موقوف نہیں لیکن کنبے قبیلے کے لوگ بے کہے کب باز آتے رہیں اور لڑکے نے خیال نہ کیا تو کیا ہے۔ ساس نندیں ہی موقع پا کر کبھی بات میں بات کہہ گزریں۔ آخر دل کو بُرا لگتا ہی ہے۔ ایک تو بیٹی والے کا یوں ہی سر نیچا ہوتا ہے۔ اُس پر دان[7] جہیز واجبی اور غضب ہے نہ ہوا یہ بیل[8] منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی۔ اصغری نے کہا کنبے والوں سے کیا مطلب کنبے والے ہر روز تھوڑے ہی پاس بیٹھے رہتے ہیں ہاں ساس نندوں کے رات دن کے

۱؎ گھمنڈ ۱۲ ۲؎ نور کے اوپر نور ۱۲ ۳؎ مقابل ۱۲ ۴؎ یعنی سعدی کی کتاب گلستان میں یہ شعر ہے۔ یا مکن با فیلبانان دوستی * یا بنا کن خانہ بر انداز پیل * اُسی کا یہ ترجمہ ہے ۱۲ ۵؎ ذلیل ۱۲ ۶؎ فارسی کی مثل ہے اپنی پونجی کا نقصان اُس پر پڑوسی کا ٹھٹھا ۱۲ ۷؎ ہندوؤں میں بیٹی کا دینا بھی دان یعنی خیرات میں داخل ہے اسی سے ہے کنیادان ۱۲ ۸؎ یہ کام ہوتا ہوا نہیں دکھائی دیتا ۱۲

طعنے بے شک غضب کا سامنا ہے سو حسن آرا اور جمال آرا طعن و تشنیع[1] کا تو کیا ذکر محمودہ کے پاؤں دھو دھو کر[2] پیا کریں گی۔ ایسا بھی کیا اندھیر[3] ہے کیا بیاہ ہوتے کے ساتھ آنکھوں[4] پر ٹھیکریاں رکھ لیں گی۔ حسن آرا کو جیسی محبت محمودہ کے ساتھ ہے آپ تو دیکھتی رہیں جمال آرا سو ان کی خدا جانے۔ ظاہر میں تو جب ملتی ہیں بچھی[5] جاتی ہیں۔ میں بھی تو آخر جیتی بیٹھی ہوں محمودہ کو بری طرح رکھیں گی تو مجھ کو کیا منہ[6] دکھائیں گی۔ اور سو بات کی ایک بات تو میں یہ جانتی ہوں کہ ساس نندیں بھی ہوا[7] دیکھا کرتی ہیں۔ لڑکے کا دیکھا[8] ہوا دیکھیں گی تو کسی کی مجال نہیں۔ کہ محمودہ کو آنکھ[9] بھر کر دیکھ لے۔ محمد کامل کی ماں۔ آخر تمہاری مرضی کیا ہے۔ شربت کے پیالے پر نکاح پڑھا دوں۔ اصغری۔ یہ تو میرا مطلب نہیں اور نہوت[10] میں شربت بھی نہیں جڑتا[11] تو کیا۔ بیٹا بیٹی کے کام کاج نہیں کرتے۔ دینا دلانا بھی دنیا جہاں کی رسم ہے جتنی چادر دیکھے اتنے پاؤں پھیلائے۔ مقدور کے موافق جو بن پڑا دیا۔ نہ بن پڑا نہ دیا۔ نام نمود کے پیچھے گھر کا دیوالہ نکال بیٹھنا بھی عقل کی بات نہیں۔ میرے مکتب میں سلمیٰ لڑکی پڑھتی ہے اُس کے ابا کو غدر کے پیچھے سرکار سے دس ہزار روپیہ انعام کا ملا تھا۔ کسی میم کی جان بچائی تھی دس ہزار روپیہ اُن کو اتنا تھا کہ عمر بھر آبرو سے رہتے۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی بیاہنے اُٹھے۔ شیخی میں آکر دس ہزار سرکار کا دیا ہوا اُٹھا بیٹھے اور ہزاراں سو اوپر سے قرض لے کر لگا دیا اُس وقت تو خوب ہر طرف سے واہ واہ ہوئی اب گھر میں اس قدر تنگی ہے کہ کھانے تک کو حیران ہیں۔ بیاہ میں مجھ کو بھی بلاوا آیا تھا سامان دیکھ کر میں تو دنگ[12] ہو گئی بلکہ شاید سلمیٰ کی اماں نے جی میں برا بھی مانا ہو میں نے تو کہہ دیا تھا کہ بوا بیٹا بیٹی کا دینا آنکھوں[13] سکھ کلیجے ٹھنڈک گھی کہاں گیا

---

۱ عوام طعنہ تشنہ کہتے ہیں وہ حقیقت میں طعنہ و تشنیع ہے ۱۲ ۲ یعنی خوشامد میں لگی رہیں گی ۱۲ ۳ غضب ۱۲ ۴ احسان بھول جائیں گی ۱۲ ۵ جھکی جاتی ہیں ۱۲ ۶ کیونکر میرے سامنے آئیں گی ۱۲ ۷ رخ دیکھتی رہتی ہیں ۱۲ ۸ گرویدہ ۱۲ ۹ گھورے ۱۲ ۱۰ نہونے کی صورت میں ۱۲ ۱۱ نہیں میسر آنا ۱۲ ۱۲ میرے تو ہوش اڑ گئے ۱۲ ۱۳ محاورہ ہے اور یہ مثل ہے یعنی گھی اگر کھچڑی میں ہے تو وہ غیر جگہ نہیں آخر کو کھچڑی کے ساتھ اپنے ہی پیٹ میں آئے گا ۱۲

اُجڑی ہیں مگر اپنی ہنڈیا[1] کی خیر منانی بھی ضرور ہے۔ کہنے کو تو ہیں اتنا کہ گزری اگر چہ[2] مجھ کو بچھتاوا[3] بھی آیا۔ سلمٰی کی بہن دل میں کہتی ہوگی کہ اُستانی جی لینا[4] ایک نہ دینا دو ناحق غوطے[5] بھانجی مارتی ہیں۔ محمد کامل کی ماں نے کہا۔ ہاں سچ ہے مگر کمبخت[6] دنیا میں رہنا ہے کیا کریں کہاں جائیں ہو یا نہ ہو کرنا ہی پڑتا ہے۔ دنیا کی سی نہ کریں تو نکو[7] کون۔ سب نے انگشت[8] نما کون ہو۔ میں نے مولوی اسحاق صاحب کے درس میں سُنا تھا کہ اگلے وقتوں میں عرب کے لوگ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔ اصغری۔ اماں جان دُور کیوں جاؤ ہمارے ملک میں راجپوت بھی تو یہی غضب کرتے تھے اب انگریزوں کی روک ٹوک سے بندی ہوئی ہے اس پر بھی کئی دفعہ بھنک[9] سن پڑی ہے کہ چوری چھپے خون ہوئے۔ محمد کامل کی ماں۔ عقل کیا کرے غیرت نہیں قبول کرتی۔ اصغری۔ غریبی میں غیرت کی کیا بات ہے۔ دنیا میں غریب لوگ زیادہ ہیں اگر غریب ہونا غیرت کی بات ہے تو دنیا میں بے غیرت بہت ہیں۔ امیری غریبی سب اپنی اپنی قسمت ہے سب یکساں کیونکر ہو جائیں۔ محمد کامل کی ماں۔ اے ہے بلا سے شادی بیاہ میں بہت خرچ کرنے کی تو سرکار سے مناہی[10] ہو جاتی تو جھگڑا مٹتا۔ اصغری۔ اخبار سے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریز لوگ کچھ بندوبست کرنے والے ہیں ہمارے شہر کے رئیس بھی تو سب بلائے گئے تھے سنا ہے خرچ کی ایک حد بندھی گئی ہے مہر کا اندازہ مقرر ہوا ہے مگر یہ کام ہم لوگوں کے کرنے کے ہیں سب ایکا[11] کر کے جتنے خرچ فضول ہیں موقوف کریں۔ محمد کامل کی ماں۔ بلکہ خرچ کے فضول ہونے کی جو تم نے کہی تو جس کو خدا نے دیا ہے اُس کے نزدیک تو کچھ بھی فضول نہیں۔ ہاں جس کے پلّے[12] کوڑی نہیں اس کو تو سبھی فضول ہے۔ اصغری۔ یہ نہ

---

۱ یعنی اپنے گزر کا بندوبست ۱۲ ۲ افسوس ۱۲ ۳ یعنے غرض نہ مطلب ۱۲ ۴ اڑنگے لگاتی ہیں یعنے خلل ڈالتی ہیں ۱۲ ۵ اصل بات نکوں ہے کہ کئی نکٹوں میں ایک ناک والا نکو کہلاتا ہے اب صرف نکو کے معنی ہیں بدنام ۱۲ ۶ یعنی لوگوں کی انگلیاں اُٹھیں اشارہ کریں ۱۲ ۷ کم ملکی آواز ۱۲ ۸ ممانعت ۱۲ ۹ اتفاق کر کے یک دل ہو کر ۱۲ ۱۰ ضرورت سے زیادہ ۱۲ ۱۱ کپڑے شادی ٹپے کے کنارے کر پلہ کہتے ہیں لوگ اکثر روپیہ پیسہ پلے میں باندھ رکھتے ہیں پس جس کے پلے کوڑی نہیں سے مراد ہے مفلس ۱۲

فرمائیے شادی بیاہ میں تو واجبی خرچ کم ہے فضول باتوں میں بہت روپیہ اُٹھ جاتا ہے۔ ہمارے خاندان میں تو ناچ - تماشا - باجا - گانا - آتشبازی - نوبت - نقارہ کچھ ہوا ہوتا نہیں۔ مگر جن کے ہاں ہوتا ہے اسی میں سینکڑوں ہزاروں پر پانی پھر جاتا ہے۔ محمد کامل کی والدہ - ناچ تماشا جن کے ہاں ہوتا ہو وہ جانیں بھلا ہمارے ہاں کون خرچ فضول ہے۔ اصغری - کیوں نہیں۔ منگنی - تیر تیوہار - ساچق - مہندی - برات - بھوڑا - چوتھی چالے - بہت بھاری بھاری جوڑے جڑاؤ گہنا - سبھی فضول ہیں۔ محمد کامل کی ماں - تو سیدھی ہی ایک بات کیوں نہیں کہتیں کہ سرے سے بیاہ ہی فضول ہے۔ اصغری - ہنسنے لگی اور کہا کہ بیاہ تو فضول نہیں اُس کے لازمے البتہ احمق کے ڈھکوسلے ہیں۔ محمد کامل کی ماں - بھلا رسمیں تو رسمیں تم تو کپڑے اور زیور کو بھی فضول بتاتی ہو۔ اصغری نرے کپڑے اور نرا زیور تو کام کی چیز ہے۔ مگر بھاری بھاری جوڑے آپ ہی انصاف فرمائیے کس کام آتے ہیں۔ خود میرے جوڑے پڑے سڑتے ہیں۔ گھر میں پہننے سے کمبخت دل کڑھتا ہے۔ کبھی کبھار شادی بیاہ میں پہن گئے یا عید بقرعید کو ذرا کی ذرا بکلے باقی بارہ مہینے گٹھری میں بندھے رکھے ہیں۔ آئے دن دھوپ دینا مفت کا دردِ سر اور جو بیچنے اُٹھو تو مال کا مول نہیں ملتا۔ معمولی کے دام تک بھی کھڑے نہیں ہوتے اور یہی حال جڑاؤ زیور کا ہے۔ مولوی کفایت اللہ کی بیٹی کا بیاہ آپ نے سنا ہے بس ایسے بیاہ مجھ کو پسند ہیں۔ محمد کامل کی ماں - کون مولوی کفایت اللہ۔ اصغری - لڑکیوں کے مدرسوں کے افسر۔ محمد کامل کی ماں - وہ تو شاید شہر کے رہنے والے نہیں ہیں۔ اصغری نہیں آگرے کی طرف کے رہنے والے ہیں۔ بیوی بچوں کو اپنے پاس بلا لیا ہے۔ بیٹی کی منگنی اسی شہر میں کی تھی بیوی کی مرضی یہ تھی کہ اپنے شہر میں جاکر بیٹی کا بیاہ کریں

لہ ضایع ہوجاتا ہے ۱۲ سلہ رسمیں جن کو لوگوں نے لازم کرلیا ہے ۱۲ سلہ لغویات ۱۲ سمہ قیمتی - کیونکہ جوڑوں میں اکثر چاندی سونے کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے ۱۲ شہ پورا لباس ۱۲ لہ گوٹا کناری ۱۲ ثہ بنی وصول نہیں ہوسکتی ۱۲ ثہ جس میں جواہرات جڑے ہوں ۱۲

یہاں سے برات جائے۔ مولوی صاحب نے بیوی کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا۔ ایک دن دو چار میل ملاپ والوں کو بلا بھیجا مہمان جو گھر میں پہنچے تو سنا بیٹی کا نکاح ہے تھوڑی دیر بعد سمدھی لڑکے کو ساتھ لے آ موجود ہوئے شرع[1] محمدی نکاح پڑھا دیا اللہ اللہ خیر صلاح۔ وہاں جہیز جمع ہی جمع دیا نکاح کے بعد پان سو روپے نقد مولوی صاحب نے بیٹی داماد کے آگے لا کر رکھ دیئے اور کہا کہ بس بھائی میری کمائی میں تمہاری تقدیر کا اسی قدر تھا۔ اگر میں چاہتا تو اس میں مہمان داری بھی کر دیتا اور دنیا کے دستور کے موافق ایک دو بھاری جوڑے بھی بنا لیتا۔ مگر میں نے سوچا تو یہی مناسب معلوم ہوا کہ نقد روپیہ تم کو دینا بہتر ہے اب تم جس طرح چاہو اس کو کام میں لاؤ۔ محمد کامل کی ماں سن کر بولیں کہ ہاں پردیس میں مولوی صاحب جو چاہتے سو کرتے کہنے سننے والا کون تھا۔ اصغری۔ کیوں کہنے سننے والی گھر والی بیوی۔ اور پردیس پر کیا موقوف ہے ہمت چاہیے کرنے والا ہو تو شہر میں بھی کر گزرے کہنے والوں کو بکنے دیا اپنے کام سے کام۔ محمد کامل کی ماں۔ کیا تم نے محمودہ کا اسی طرح کا انگھتا[2] اُدا[2] اس نکاح تجویز کیا ہے۔ اصغری۔ بے شک میں تو لوگوں کے کہنے سننے کی کچھ پروا نہیں کرتی۔ میرا بس چلے تو محمودہ کا نکاح کفایت اللہ کی بیٹی کا جواب ہو انھوں نے تو دو چار مہمان بھی بلائے تھے۔ اور میرے نزدیک اس کی بھی ضرورت نہیں۔ محمد کامل کی ماں۔ نہ بوا خدا کے لئے ایسا غضب تو مت کرو اس بڑھاپے میں میری تو یہی ایک بچی بیاہنے کو ہے اب کیا میں قبر سے کسی کا بیاہ برات کرنے پھر آؤں گی۔ اصغری۔ نہیں۔ ایسا تو میرا بھی ارادہ نہیں ہے۔ مگر البتہ یہ بات ضرور میں نے اپنے دل میں ٹھان[3] رکھی ہے کہ نہ تو ایک پیسہ قرض لیا جائے اور نہ کوئی جائداد گروی رکھی جائے جو کچھ اس کے نام کا رکھا رکھایا ہے اور جو کچھ اس کی تقدیر سے عین وقت پر ہو جائے بس کافی ہے محمد کامل کی ماں۔ سبحان اللہ ایسا ہو تو کیا بات ہے۔ مگر جب دوسری طرف والے بھی ہامی[4] بھریں۔ اصغری۔ اور اگر وہ

---

[1] شریعت کے مطابق ناچ باجا وغیرہ کچھ نہیں۔ [2] اس طرح ۱۲ [3] ٹھہرا ۱۲ [4] ہاں کریں ۱۲

راضی ہو جائیں۔ محمد کامل کی ماں۔ اُن کا راضی ہونا کیا ہنسی ٹھٹھا ہے۔ اللہ آمین کا ایک تو بیٹا۔ نہیں معلوم کیا کیا حوصلے اُن کے دلوں میں ہیں وہ تو برابر کی ٹکر کا گھر دیکھ کر بات ترس گئے اور سب ارمان نکالیں گے۔ اصغری۔ جب سے میں سیالکوٹ سے آئی ہوں۔ اس بات کی تدبیر کر رہی ہوں اودھر سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا ہے ابھی جمال آرا اور حسن آرا بھاگی ہوئی آئی تھیں چھوٹے حکیم صاحب کو بھی منظور ہے شاہ زمانی بیگم نے اپنی بیٹی کے واسطے بہت بہت تدبیریں کیں خدا کے فضل سے کوئی کارگر نہ ہوئی اب دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ پرسوں دن بھی اچھا ہے۔ اُدھر سے مٹھائی آ جائے بات پکی ہو جائے پھر بیاہ کو دیکھا جائے گا۔ محمد عاقل کی ماں یہ سن کر حیران رہ گئیں اور کہا کہ بات تو بہت اچھی ہے۔ ہماری لیاقت سے کہیں زیادہ ہے لیکن اُن کے لائق سامان ہم سے ہونا مشکل ہے۔ اصغری۔ خدا مسبب الاسباب[۱] ہے جب محمودہ کی تقدیر ایسے اونچے[۲] گھر میں لڑی ہے تو خدا اپنی قدرت سے وقت پر کچھ سامان بھی کر دے گا۔ محمد کامل کی ماں۔ اپنے سسرے کو آنے دو تو مٹھائی کے واسطے اُن سے پوچھ لوں۔ تھوڑی دیر میں مولوی صاحب آ گئے اور منگنی کا حال سن کر بہت ہی خوش ہوئے اور کہا بے تامل پرسوں مٹھائی آئے۔ اصغری نے حسن آرا کو کہلا بھیجا روز مقرر پر پانچ من مٹھائی اور سو روپئے آ گئے ادھر سے سوا من مٹھائی اور سوا سو روپیہ گیا ہر طرف سے مبارک سلامت ہو گئی۔

باب انتیسواں۔ محمودہ کا بیاہ

منگنی کا ہونا تھا کہ چھوٹے حکیم صاحب نے بیاہ کا تقاضا شروع کیا اور مولوی صاحب سے کہلا بھیجا کہ مدت سے میرا ارادہ حج کے جانے کا ہے اور صرف اسی

---

[۱] کوئی پیش رفت نہ گئی ۱۲ [۲] کارساز۔ سبب پیدا کرنے والا ۱۲ [۳] امیر کیوں کہ اکثر امیروں کے مکان اونچے اونچے ہوتے ہیں ۱۲

بات کا انتظار ہے زندگی کا اعتبار[1] نہیں میں چاہتا ہوں کہ رجب کے مہینے میں عقد ہو جائے۔ مولوی صاحب نے اصغری سے پوچھا۔ اصغری نے کہا بالفعل یہ کہلا بھیجنا چاہیئے کہ ہم فکر میں ہیں۔ جہاں تک ہو سکتا ہے تدبیر کرتے ہیں۔ سامان[2] مختصر جو دینا منظور ہے اگر اس عرصہ میں جمع ہوا جاتا ہے تو ہم کو بھی یہ فرض آخر ادا کرنا ہے جس قدر جلد ہو بہتر۔ حکیم صاحب نے پھر کہلا بھیجا کہ میں نے جہیز اور سامان کی امید سے آپ کے ہاں رشتہ نہیں کیا مجھ کو لڑکی چاہیئے آپ سامان کا فکر نہ کیجئے۔ ادھر سے جواب گیا بہت خوب ہم کو بھی رجب میں عقد کر دینا منظور ہے ستائیس تاریخ رجب کی مقرر ہوئی اور دونوں طرف سامان ہونے لگے۔ سامان کا شروع ہونا تھا کہ مولوی صاحب کو فکر پیدا ہوا۔ کبھی کہتے تھے ہزاری مل سے قرض لوں۔ کبھی سوچتے تھے گھی کا کٹرہ بیچ ڈالوں یا گروی رکھ دوں۔ اصغری نے مولوی صاحب کو پریشان دیکھ کر پوچھا کہ آپ نے کیا تدبیر کی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کیا بتاؤں شادی کی تاریخ سر پر چلی آتی ہے اور روپیے کی صورت کہیں سے بن نہیں پڑتی۔ ہزاری مل سے میں نے روپیہ مانگا تھا وہ بھی ٹال گیا گھی کے کٹرہ کو جدا کر دینے کا ارادہ کیا تھا کوئی خریدار نہیں کھڑا ہوتا۔ اصغری نے کہا ہرگز ہرگز آپ قرض نہ لیجئے اور نہ جائداد فروخت کیجئے۔ قرض سے بدتر کوئی چیز نہیں۔ اور جائداد کا جدا ہونا کیا مشکل ہے لیکن اُس کا بہم[3] پہنچنا بہت دشوار[4] ہوتا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا قرض تو لوں نہیں اور جائداد کو جدا نہ کروں تو کیا میں کیمیا گر ہوں یا دست غیب[5] جانتا ہوں روپیہ کہاں سے آئے اصغری نے کہا پہلے گھر کا حساب دیکھ لیجئے کپڑے تو کچھ پہلے سے تیار ہیں صرف تھوڑا مصالح درکار ہوگا سو میرے جوڑوں میں بعضے بہت بھاری ہیں۔ اُن میں سے کم کر کے اتنا مصالح نکل آئے گا کہ محمودہ کے جوڑوں کو کافی ہو جائے گا۔ برتن

---

[1] بھروسا [2] تھوڑا اسباب [3] حاصل ہونا [4] مشکل [5] کہتے ہیں لوگوں پاس کوئی عمل ہوتا ہے غیب سے اُن کو ملتی ہے

موجود ہیں کوئی مول لینا نہیں۔ کاٹ۔ کباڑ[1]۔ سامان بالائی[2] یہ سب میں اپنا دے دوں گی بے فائدہ پڑا پڑا خراب ہوتا ہے اور میرے کسی مصرف کا نہیں اور آخر آپ پاس بھی کچھ روپیہ نقد ہوگا۔ مولوی صاحب۔ صرف پان سو روپیہ ہے۔ اصغری۔ بس بہت ہے جب میں سیالکوٹ جانے لگی مکتب کی رقم کے چار سو روپیے تھے وہ امانت رکھے ہیں میرے پیچھے دو سو روپیہ اور ہوا سو آدھا۔ آپا کا حق ہے اور سو روپیہ محمودہ کا یہ ملا کر مکتب کی رقم کے پان سو ہو جائیں گے محمودہ کے چھوٹے بھائی کو میں نے خط لکھا تھا اور تین سو روپیہ منگوایا ہے دو سو روپیہ بھائی جان نے بھیجنے کو لکھا ہے اس طور پر ڈیڑھ ہزار روپیہ نقد اس وقت موجود ہے۔ ہزار کے کڑے جو حسن آرا کے بیاہ میں مجھ کو ملے تھے میرے کس کام کے ہیں میرا ارادہ تھا کہ محمودہ کو چڑھا دوں لیکن پھر غور کیا تو اُسی گھر کے کڑے اُسی گھر میں جانے مناسب نہیں معلوم ہوتے۔ میں اُن کو بیچ ڈالوں گی۔ تماشا خانم کی معرفت بازار میں بھیجے تھے بقال تیرہ سو روپیے دیتا تھا۔ محمودہ کی تقدیر سے اگر کوئی حاجت مند مل گیا ان شاء اللہ پندرہ سو وصول ہو جائیں گے اور ایک تدبیر یہ ذہن میں آتی ہے کہ آپ بھائی جان کے لانے کو لاہور جائیے اور رئیس پر رخصت کی تقریب میں یہ بات ظاہر کر دیجئے۔ رئیس بڑا سیر چشم[3] ہے اُمید ہے کہ ضرور کچھ مدد کرے گا ہمیشہ سے ہندوستانی سرکاروں کا دستور رہا ہے ایسی تقریبات میں اپنے معتمد[4] نوکروں کی اعانت[5] کی ہے۔ غرض اصغری نے سسرے کو لاہور بھیجا مولوی صاحب رئیس کے سلام کو جو گئے تو رئیس نے پوچھا مولوی صاحب کیوں کر تشریف لائے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بندہ زادی[6] کا عقد[7] ہے اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ مدعا قلی کو ایک مہینے کی رخصت مرحمت[8] ہو اور یہ تو عرض نہیں کر سکتا کہ حضور کے نماندان[9] سے کوئی

---

[1] لکڑی کا سامان جیسے چوکی۔ صندوق ۱۲ [2] اوپر کا سامان ۱۲ [3] سخی۔ شاہ خرچ ۱۲ [4] بھروسے کے ۱۲ [5] مدد ۱۲ [6] میری لڑکی ۱۲ [7] نکاح ۱۲ [8] عنایت ہو۔ یعنی دی جائے ۱۲ [9] گنبہ ۱۲

شریک[1] ہوں لیکن اگر دیوان صاحب جو دہلی میں ہیں سرکار کی طرف سے زیب[2] دہ محفل ہوں تو ہمچشموں[3] میں میرے لئے افزائش آبرو کا باعث ہوگا۔ رئیس نے محمد عاقل کی رخصت بھی منظور کی اور مولوی صاحب کو آنے جانے کا خرچ دیا اور دیوان صاحب کو حکم بھیجدیا کہ ہماری طرف سے مولوی صاحب کی محفل میں شریک ہونا اور پان سو روپیہ نیوتنے[4] کا دینا۔ اصغری کی صلاح سے بیٹھے بٹھائے یہ پان سو روپیہ مفت کے آ گئے۔ اُدھر جڑاؤ کڑے تماشا خانم کی معرفت نواب حاتم زمانی بیگم تک پہنچے۔ دیکھ کر لوٹ[5] ہو گئیں اور آنکھ بند کر کے دو تو ڑے حوالے کر دیئے اب تو روپئے کی ہر طرف سے ریل پیل[6] ہو گئی۔ اصغری کا اہتمام عمدہ سے عمدہ جوڑے تیار ہوئے اور جو ہرا زیور بنا وہ شادی ہوئی کہ مولوی صاحب کی تو کئی پشتوں میں نہ ہوئی تھی اور سمدھیانے والے بھی سامان دیکھ کر دنگ[7] ہو گئے۔ جو سامان تھا متعدد[8] اور بیش قیمت اور جو چیز تھی نئے طور کی دو جوڑے تو بیٹے والوں کی طرف سے آئے ایک ریت[9] کے واسطے کر کری[10] تاش کا۔ دوسرا چوتھی کے واسطے کار چوبی[11] اور گہنے جہیز اور چڑھاوے[12] کے ملا کر تو بے انتہا تھے[13] ناک میں نتھ اور کیل۔ ماتھے کو ٹیکا۔ جھومر۔ بینا۔ کانوں میں بالی۔ پتے۔ جڑاؤ اور سادے۔ جھمکے کے بالے۔ کان چھالے۔ مگر مرکیاں۔ بجلیاں۔ کرن پھول۔ جھمکے۔ گلے میں گلوبند۔ طوق چنپاکلی۔ کنٹھی۔ توڑا۔ دھگدگی۔ چندن ہار۔ زنجیر۔ مالا۔ بازو پر جوشن۔ نورتن۔ بھوج بند نونگے۔ ہاتھوں میں کڑے۔ نوگریاں۔ چوہے دنتیاں۔ پچھے۔ دست بند۔ انگلیوں میں

---

[1] شامل ۱۲ [2] شادی کی محفل کو زینت دیں یعنی محفل میں تشریف لائیں ۱۲ [3] برابر والوں میں، ہمسروں میں ۱۲
[4] رشتہ دار میل ملاپ والے جو نقد روپیہ دیتے ہیں نیوتہ کہلاتا ہے اور اس کا دستور ہوتا ہے جیسا لینا ویسا دینا ۱۲ [5] گرویدہ ۱۲ [6] افراط ۱۲ [7] حیران ۱۲ [8] کئی کئی ۱۲ [9] وہ کپڑے جن کو پہن کر دلھن پہلے پہل دولہا کے یہاں جائے ۱۲ [10] سنہری تاروں کا ایک قسم کا کپڑا ۱۲ [11] کارچوب کا بہو کٹہ جس میں کپڑے کو تان کر کام بناتے ہیں ۱۲
[12] دولہا کی طرف سے جو گہنا یا جوڑا دلھن کو بھیجا جائے چڑھاوے کا کہلاتا ہے [13] چونکہ ہر جگہ زیور کا نام اور اُس کی وضع مختلف ہوتی ہے اس وجہ سے صراحت نہیں کی گئی ۱۲

انگوٹھی چھلے۔ جوڑ۔ پاؤں میں پازیب۔ چوڑیاں۔ چھڑے۔ چٹکی۔ چھلے۔ کارچوبی۔ جالدار مصالح دار سب ملا کر پچاس جوڑے۔ دو سو برتن۔ اور اسی حیثیت کا بالائی سامان۔ غرض بڑے دھوم دھام سے عقد[1] ہو گیا۔ محمودہ رخصت ہوئیں تمیز آستانی بیگم سسرال سے خطاب ملا۔ حکیم فتح اللہ خاں بڑے متقی پرہیزگار با خدا آدمی تھے مدتوں سے حج کا ارادہ کر رہے تھے۔ لیکن صرف ارجمند خاں کے بیاہ کے منتظر تھے اب بیاہ ہونے کے بعد چند روز تک بہو کا رنگ[2] ڈھنگ دیکھتے رہے۔ یہاں دیکھنے کی کیا حاجت تھی محمودہ نے تو بی اصغری کی نگرانی[3] میں تربیت[4] پائی تھی کسی طرح کی کور کسر[5] اس میں باقی نہ تھی۔ حکیم صاحب نے جس قدر آزمایا بہو کو ہنر مند عاقلہ[6] سلیقہ شعار[7] پایا۔ کچھ تو خربزہ[8] میٹھا اور کچھ اوپر سے ملا قند۔ اول تو محمودہ اپنی ذات سے اچھی اور اس پر اصغری کی تعلیم۔ اصغری کی صلاح بھلا پھر کیا پوچھنا تھا۔ غرض حکیم صاحب کو خوب یقین ہو گیا کہ تمیز آستانی اچھی طرح گھر کو سنبھال لیں گی۔ اب حکیم صاحب نے یکایک زور شور کے ساتھ عرب کی تیاریاں کرنی شروع کیں۔ یا تو حج کی نیت تھی یا ہجرت[9] کا ارادہ کر لیا۔ نقد کی قسم سے جو کچھ تھا اپنے ساتھ لیا مکانات دکانیں[10] کٹڑے۔ گنج۔ دیہات۔ سرائیں سب کچھ بیٹے کے نام لکھ دیا۔ رشتے ناتے کے لوگوں نے جیسا دستور ہے سمجھایا بھی لیکن حکیم صاحب کو تو خدا کی دھن تھی ایک نہ سنی خدا کا نام لے چل کھڑے ہوئے اور دنیا بھر کی جائداد بیٹے بہو کو دے گئے۔ محمودہ اگرچہ بیاہی جا چکی تھی لیکن پھر بھی اصغری کا ادب لحاظ پہلے سے زیادہ کرتی تھی ذرا ذرا بات میں اصغری سے صلاح لیتی اب البتہ اصغری کو اپنی عقل آزمانے کا موقع ملا بڑا کارخانہ بڑے کام۔ وہ وہ انتظام کئے کہ ارجمند خاں کو خدا جھوٹ نہ بلوائے وقت کا بادشاہ وزیر بنا دیا۔ کوئی سرکار اس کے مقابلے کی دہلی کیا دور دور نہ تھی۔ ابھی تک تو اصغری مفلسی میں تھی پاؤں دست[11] تنگ

---

[1] نکاح۔ بیاہ ۱۲ [2] چال ڈھال ۱۲ [3] زیر نظر ۱۲ [4] تعلیم ۱۲ [5] کمی بیشی و اونچ نیچ ۱۲ [6] عقل مند ۱۲ [7] سلیقہ مند ۱۲ [8] یہ کہاوت ہے ۱۲ [9] ترک وطن یعنے دیس چھوڑ کر عرب میں جا کر رہنا ۱۲ [10] دکانیں ۱۲ [11] جس کا ہاتھ تنگ ہو وہ خیرات کیا کرے اور پاؤں ٹوٹ رہا ہو تو چلا کیا جائے ۱۲

چہ خبیر واز پائے شکستہ چہ سیر - لیکن اب خدا رکھے دولت ثروت[1] نصیب ہوئی انتظام کا قابو بند و بست کا موقع من[2] مانتا ملا اس حالت میں جو جو کام اس عورت نے کئے وہ البتہ قیامت تک زمانے میں یادگار رہیں گے مگر افسوس ہے - اُن کے لکھنے کی فرصت نہیں پھر بھی اگر نصیحت ماننے والا اور بات کا سننے اور سمجھنے والا ہو تو جس قدر لکھا جا چکا کم نہیں ہر طرح کی صلاح ہر قسم کی تعلیم اس میں موجود ہے رکھنے کو قصہ اور حکایت[3] ہے لیکن حقیقت میں نصیحت اور ہدایت[4] ہے -

باب بتیسواں - اولاد کے تعلق پر ایک عمدہ نصیحت

اب اس کتاب کو ختم کرنے سے پہلے ایک بات اور لکھنی ضرور ہے وہ یہ کہ اصغری بہت چھوٹی سی عمر میں ماں بن گئی تھی - ابھی تک کچھ اس کی اولاد کا تذکرہ نہیں ہوا - اصغری کے بچے تو بہت ہوئے لیکن خدا کی قدرت زندہ کم رہے صرف ایک لڑکا محمد اکمل جو اخیر میں محمودہ کی بیٹی مسعودہ سے بیاہا گیا زندہ رہا - یہ لڑکا کئی بچوں کے اوپر پیدا ہوا - اس سے پہلے محمد عادل ایک بیٹا اور بتول ایک لڑکی مر چکے تھے - بچوں کی پرورش میں احتیاط تو بہتیری ہوتی تھی سردی - گرمی کا بچاؤ - کھانے تک کے وقت مقرر اور بندھا ہوا اندازہ - اور خبرداری - یہ کہ ثقیل[5] اور ردی[6] چیز کہیں منہ میں نہ ڈال لیں - دانت نکلنے شروع ہوئے اور مسوڑوں میں نشتر دیا گیا کہ ایسا نہ ہو دانتوں کی تکلیف کو بچہ سہار نہ سکے چار برس کے ہوئے اور چیچک کے بچاؤ کی نظر سے ٹیکا لگوا دیا گیا غرض جہاں تک آدمی کی عقل کام کرتی ہے سب طور کا بندوبست کیا جاتا تھا - لیکن تقدیر کے آگے کسی کی حکمت نہیں چلتی - محمد عادل چار برس کا ہو کر مرا - پیچش ہوئی دست بند کرنے کی دوا دی - بخار آنے لگا - سرسام ہو گیا - پلا پلایا لڑکا ہاتھ سے جاتا رہا ابھی

[1] امیری ۱۲ [2] خاطر خواہ ۱۲ [3] کہانی ۱۲ [4] نیک راہ بتا دینا ۱۲ [5] دیر ہضم ۱۲ [6] ناکارہ ۱۲ [7] پیٹ کا مروڑ ۱۲ [8] انجرات دماغ کو چڑھ جانے سے اکثر بیمار ہلاک ہو جاتا ہے ۱۲

اس کا داغ تازہ تھا کہ بتول سات برس کی ہو کر بیمار پڑی۔ کچھ ایسے۔ بلا کے دست چھوٹے[۱]
کہ جان لے کر بند ہوئے۔ دنیا جہان کی دوائیں ہوئیں موت کب دوا کو مانتی ہے ایک
ہی ہفتہ میں لڑکی تحلیل[۲] ہو کر چلی گئی بتول کے مرنے کا اصغری پر بہت بڑا صدمہ ہوا۔
اول تو لڑکی دوسرے کچھ مرنے والی تھی یا کیا ایسی ماں پر فریفتہ[۳] تھی کہ ایک دم کو الگ نہ
ہوتی تھی ماں نماز پڑھتی ہے تو جا کے نماز پر بیٹھی ہے ساتھ سونا ساتھ اٹھنا۔ ماں کی
دوا تک ہو چکھ لینا ضرور۔ اور اس چھوٹی سی عمر میں بس پڑھنے میں دھیان۔ قرآن کا
ترجمہ شروع تھا۔ جب محمد عادل مرا تو عورتوں نے اصغری کے ایمان میں خلل ڈالنا
شروع کیا تھا۔ کوئی کہتی کوکھ[۴] کا خلل ہے۔ مہر علی شاہ کا علاج کرو۔ کوئی کہتی دودھ
پر نظر ہے جو راہ میں اتار رکھواؤ۔ کوئی کہتی مسان[۵] کا دکھ ہے رمضان شاہ سے گرنت[۶]
کراؤ۔ کوئی کہتی مکان اچھا نہیں میر علیم سے کلواؤ[۷]۔ کوئی کہتی سفر میں آئی گئی ہو کوئی
چڑیل[۸] لپٹ گئی ہے پھپھوند[۹] چلو گنڈے اور تعویذ اور عمل۔ ٹونے اور ٹوٹکے[۱۰] تو دنیا
جہان کے لوگ بتاتے تھے لیکن واہ ری اصغری یوں اوپر تلے دو بچے مرے لیکن سدا
خدا پر شاکر رہی۔ کسی نے کچھ کہا بھی تو یہی جواب دیا خدا کو جب منظور ہو گا تو یوں بھی وہ
فضل کر سکتا ہے۔ بتول کے مرنے کی خبر جب دور اندیش خاں صاحب کو ہوئی تو بہت
مضطرب[۱۱] ہوئے اور اس اضطراب[۱۲] میں بیٹی کے نام یہ خط لکھا۔

---

۱ گھل گھل کر ۱۲ ۔ ۲ عاشق ۱۲ ۔ ۳ پیٹ کے دونوں طرف پسلیوں کے نیچے خالی جگہ کو کوکھ کہلاتی ہے۔ کوکھ کا
خلل یہ کہ کوکھ پر نظر ہو گئی ہے ۱۲ ۴ کہتے ہیں ناپاک روحوں کا اثر ہے جس عورت پر ہو اس کی اولاد نہیں جیتی ۱۲
۵ گرنت نکالا گاڑنے سے حاصل اوگ کالی بکری کی سری یا آٹے کا پتلا یا اور کوئی چیز کچھ پڑھ کر کسی خاص جگہ مثلاً مرگھٹ
وغیرہ میں گڑوا دیتے ہیں۔ اس کو گرنت کہتے ہیں ۱۲ ۶ مکان کے چاروں کونوں میں پڑھی ہوئی کیلیں گاڑی جاتی ہیں اسکو کلوانا
کہتے ہیں ۱۲ ۷ بھتنی ۱۲ ۸ اودھ کے علاقہ میں پھپھوند ایک گاؤں مشہور زیارت گاہ ہے اس قسم کے بیمار وہاں بہت جاتے ہیں ۱۲
۹ منتر ۱۲ ۱۰ ایک قسم کا جادو مثلاً خیال ہوا کہ زید کی نظر لگی اس کے پاؤں تلے کی مٹی چولھے میں جلانی یہ ٹوٹکا کہلاتا ہے
۱۱ بے قرار ۱۲ ۱۲ بے قراری ۱۲

باب تینتیسواں[۳۳]۔ خط

برخوردار اصغری خانم کو دعا کے بعد معلوم ہو اس وقت دلی کے خط سے محمد کو بتول کے انتقال[۱] کا حال معلوم ہوا۔ میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ مجھ کو رنج نہیں ہوا مگر میری عقل اس قدر بے[۲] جا نہیں ہوئی کہ نادان آدمیوں کی طرح بے صبری کروں مجھ کو بڑا تردد تمہارا ہے۔ عجب نہیں تم پر یہ صدمہ بہت شاق[۳] ہوا ہو۔ لیکن ہر ایک حالت میں انسان کو عقل سے مشورہ لینا چاہیئے۔ عقل ہم کو اسی واسطے بخشی گئی ہے کہ رنج ہو یا خوشی ہم اپنی عقل سے اس میں مدد لیں۔ دنیا کے حال میں غور کرنا نہایت ضرور ہے اور یہ غور فائدے سے خالی نہیں۔ زمین آسمان۔ پہاڑ۔ جنگل۔ دریا۔ انسان۔ حیوان درخت لاکھوں طرح کی چیزیں دنیا میں ہیں اور دنیا کا ایک بہت بڑا بھاری کارخانہ ہے دن میں ایک معمول کے ساتھ آفتاب کا نکلنا۔ پھر رات کا ہونا۔ اور چاند اور ستاروں کا چمکنا کبھی گرمی۔ کبھی سردی۔ کبھی برسات اور پانی کے اثر[۴] سے انواع[۵] و اقسام[۶] کے رنگ برنگ پھلوں اور پھولوں کا پیدا ہونا اور ایک وقت خاص تک تازہ و شاداب[۷] رہ کر مرجھانا اور ناپید ہو جانا۔ ہر ایک بات غور کرنے والے کو برسوں کے سوچنے کو کافی ہے۔ خود آدمی کو اپنا حال غور کرنے کو کیا کم ہے۔ کیوں کر آدمی پیدا ہوتا اور کیوں کر پرورش پاتا اور بڑا ہوتا۔ اور کیوں کر لڑکپن اور جوانی اور بڑھاپے کی حالتیں اس پر گزرتی ہیں۔ اور کیوں کر آخر اس دنیا سے سفر کر جاتا ہے یہ بڑا عمدہ اور دلچسپ[۸] اور مشکل مضمون ہے یہ سب کارخانہ کسی مصلحت سے خدا نے جاری کر رکھا ہے اور جب تک وہ چاہے گا اسی طرح یہ کارخانہ جاری رہے گا۔ دنیا کی مردم[۹] شماری سے ثابت ہوا ہے کہ ایک گھنٹے میں ساڑھے تین ہزار آدمی کے قریب دنیا میں مرتے ہیں یعنی ہر ایک پل میں ایک آدمی

۱؎ مرنے ۱۲ ۲؎ بے ٹھکانے ۱۲ ۳؎ یعنے سخت گزرا ہو ۱۲ ۴؎ تاثیر ۱۲ ۵؎ طرح طرح ۱۲ ۶؎ قسم قسم ۱۲ ۷؎ ہرے بھرے ۱۲
۸؎ دل کو لگتا ہوا ۱۲ ۹؎ آدمیوں کو گنتا ۱۲

اور اسی قدر پیدا بھی ہوتے ہوں گے اب حساب کرلو کہ صرف ایک مہینے میں کے لاکھ آدمی دنیا میں مرتے اور پیدا ہوتے ہیں اور پھر غور کرو کہ سات ہزار برس سے یہی تار[1] چلا آتا ہے یعنی بیشمار آدمی اب تک دنیا میں مر چکے ہیں۔ پس موت ایک معمولی اور ضروری بات ہے۔ بڑے بڑے زبردست بادشاہ۔ بڑے بڑے عالم بڑے بڑے حکیم یہاں تک کہ بڑے بڑے پیغمبر جنھوں نے مردوں کو زندہ کیا خود موت سے نہ بچ سکے دنیا میں جو پیدا ہوا ہے یہ خدا کا ضروری حکم ہے کہ وہ ایک دن مرے پس اگر یہ حکم کسی دن ہم پر یا ہمارے کسی عزیز[2] قریب[3] پر جاری کیا جائے تو ہم کو شکایت اور فریاد کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ مضمون سرسری نہیں ہے اس کو خوب غور کرو اور جب تم کو موت کی حقیقت معلوم ہو جائے گی تو سمجھو گی کہ کسی کے مرنے پر رنج کرنا لاحاصل اور بے سود[4] ہے۔ کسی کی موت پر رنج کرنا تعلق پر موقوف ہے اگر ہم سنیں کہ مثلاً ملک چین کا بادشاہ مرگیا ہم پر اس خبر کا مطلق اثر نہیں ہوتا اس واسطے کہ ہم کو اس سے کچھ تعلق نہ تھا۔ بلکہ محلے میں اگر کوئی غیر آدمی مرجائے جس سے کسی طرح کا واسطہ نہیں تو ہم کو بہت کم رنج ہوگا بلکہ شاید نہ بھی ہو۔ غرض ہم کو رنج اسی شخص کے مرنے کا ہوتا ہے جس سے ہم کو تعلق ہے اور جتنا تعلق ہو[5] ہی اسی قدر رنج زیادہ نانی کی بھتیجی کی خالہ کی بہو کی پھوپھی کی بھانجی اگر مرے تو کیا دور کا واسطہ دور کا رشتہ بلکہ رشتے ناتے پر کیا موقوف ہے محبت ملاپ میں بھی رنج ہوتا ہے اب سوچنا چاہئے کہ دنیا میں ہم کو کس سے زیادہ تعلق ہے اس کے واسطے کوئی قاعدہ مقرر نہیں قریب کا رشتہ ہوا اور سدا کی لڑائیاں ہمیشہ کے بگاڑ تو ایسے رشتہ دار غیر[6] داخل لیکن غیر ہی رشتہ نہیں قرابت نہیں محبت ملاپ بہت کچھ وہ رشتہ داروں سے بڑھ کر ہے پس ہر ایک شخص موافق اپنی حالت کے خاص تعلق رکھتا ہے یہ دنیاوی تعلقات سب فائدے اور غرض سے پیدا ہوتے ہیں اگر اپنا سگا ہمارے فائدے میں خلل انداز ہو

---

[1] سلسلہ ۱۲ [2] پیارا ۱۲ [3] پاس کا رشتہ دار ۱۲ [4] بے فائدہ ۱۲ [5] مقرر ۱۲ [6] یعنی غیروں میں داخل ہیں جن سے کچھ تعلق نہیں ۱۲

ضرور ہے کہ ہم سے چھوٹ جائے اسی طرح اگر غیر آدمی ہمارے کام آئے ضرور ہے کہ ہم کو مثل اپنوں کے عزیز ہو۔ لیکن وہ فائدہ جس سے تعلق پیدا ہوتا ہے ضرور نہیں کہ صرف روپیہ پیسے کا ہو اگرچہ اکثر اسی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی اُمید[1] اور توقع سے بھی تعلق پیدا ہوتا ہے بہت لوگ ہمارے دوست ہیں جو ہم کو کچھ دے نہیں دیتے لیکن یہ توقع کہ اگر کبھی ہم کو کسی طرح کی ضرورت ہو تو یہ کام آنے والے ہیں تعلق کے پیدا ہونے کی وجہ ہوتی ہے میں اس بحث کو بہت طول[2] دے سکتا ہوں اور جس قدر اس بحث کو طول دیا جائے مناسب ہے لیکن اصل مطلب میرا اس خط میں صرف اولاد کے تعلق سے بحث کرنا ہے اور اگر فرصت ملے گی تو ان شاء اللہ اس تعلق پر ایک کتاب لکھ کر تم کو بھیج دوں گا۔
یہ تعلق جو اولاد سے ہے عام ہے کوئی ماں باپ بلکہ کوئی جانور تک اس سے خالی نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف فائدے اور غرض پر اس کی بنا[3] نہیں بلکہ خداوند عالم جو بڑا دانش مند ہے اُس کا انتظام چاہتا ہے کہ ضرور ماں باپ کو اپنی اولاد کی محبت ہو اولاد چند سال تک محتاج پرورش ہوتی ہے۔ تاکہ اولاد کی پرورش اچھی طرح ہو ماں باپ کو اولاد کی محبت لگا دی کہ اس محبت کے تقاضے سے بچوں کو پالیں اور بڑا کریں۔ یہاں تک کہ بڑے ہو کر خود دنیا میں رہنے سہنے لگیں۔ یعنی ماں باپ پرورش اولاد کے واسطے ان کے خدمت[4] گزار ہیں۔ پس اولاد کا پال دینا صرف اتنا تعلق تو خدا کی طرف سے ماں باپ کو دیا گیا باقی یہ بکھیڑے کہ اب اولاد کی تمنا[5] ہے۔ نہیں ہے تو دوا ہے اور علاج ہے اور تعویذ گنڈہ ہے۔ عمل ہیں اور دعا ہے۔ یا اولاد ہوئی تو یہ فکر ہے کہ بیٹے ہوں بیٹیاں نہ ہوں یا جو ہوں زندہ رہیں یہ خود انسان کی اپنی ہوس[6] کے تتمے[7] ہیں۔ رہی یہ بات کہ اولاد کی تمنا جو آدمی نے خدا کی مرضی سے زیادہ اپنے دل میں پیدا کی کس وجہ سے ہوتی ہے۔ بے شک فائدے اور غرض کے واسطے ہوتی ہے

[1] امید اور توقع دونوں ہم معنی ہیں ۱۲ [2] یعنے چاہوں تو اس پر بہت کچھ لکھوں ۱۲ [3] بنیاد ۱۲ [4] ٹہل کرنے والے ۱۲
[5] آرزو ۱۲ [6] حرص ۱۲ [7] یعنی انسان نے حرص کی وجہ سے اتنی باتیں بڑھالی ہیں ۱۲

لیکن فائدے کئی قسم کے ہیں۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ اولاد سے نام چلتا ہے بعض کو یہ خیال ہوتا ہے کہ بڑھاپے میں ہمارے مددگار ہوں گے۔ بعض کو یہ تصور ہوتا ہے کہ ہمارا مال دودولت ہمارے بعد لیں گے اب اِن خیالات پر غور کرو کس قدر بیہودہ اور غلط ہیں نام چلنا کیا معنی کہ لوگ یہ جانیں کہ یہ فلانے کے بیٹے فلانے کے پوتے ہیں۔ اوّل توجب ہم خود دنیا میں نہ رہے تو اگر کسی نے ہم کو جانا تو کیا اور نہ جانا تو کیا۔ علاوہ اس کے غور کرو کہ کہاں تک نام چلتا ہے۔ کسی آدمی سے اُس کے باپ دادوں کے نام پوچھو شاید دادا تک تو سب کوئی بتا سکے گا اس سے اُوپر خود اولاد کو نہیں معلوم کہ ہمارے پردادا[1] اور سکڑدادا[2] کون بزرگ تھے۔ دوسرے لوگوں کو اُن کے مردوں کی ہڈیاں اُکھاڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ پس بالفرض نام چلا بھی تو ایک یا دو پشت آگے خیر صلاح اور ایک یا دو پشت نام چلنا بھی صرف خیالی بات ہے۔ دس برس سے میں پہاڑ پر ہوں ہزاروں آدمی مُجھ کو جانتے ہیں اور ہزاروں کو میں جانتا ہوں لیکن نہ وہ میرے باپ کو جانیں نہ میں اُن کے باپوں سے واقف، نہ کچھ باپ کا نام بتانے یا پوچھنے کی کبھی ضرورت واقع ہوتی ہے دوسری وجہ تمنائے اولاد کی یہ فائدہ ہے کہ بڑھاپے میں مددگار ہوں سو یہ خیال بھی محض واہیات ہے یہ کیوں کر یقین ہے کہ اُن کے بڑے ہونے تک ہم جیتے رہیں گے یا ہمارے بڑھاپے تک یہ زندہ رہیں گے اور بالفرض زندگی کا اتّفاق ہوا بھی تو اولاد کا مددگار ہونا محض خیالی بات ہے۔ اِن وقتوں میں ہم ایسی اولاد بہت کم پاتے ہیں جن کو ماں باپ کا ادب ملحوظ یا جن کو والدین کی خدمت گزاری کا خیال ہوتا ہے۔ ادب اور خدمت گزاری تو درکنار[3] اب تو اکثر اولاد سے ماں باپ کو ایذا اور تکلیف پُہنچتی ہے جس اولاد کی لوگ تمنا کرتے ہیں شروع سے آخر تک اُن کے ہاتھوں سے رنج پاتے ہیں۔ جب تک چھوٹے ہیں پالنا ایک مصیبت۔ آج آنکھیں دُکھتی ہیں کبھی

[1] دادے کا باپ ۱۲ [2] دادے کا دادا ۱۲ [3] الگ۔ ایک طرف ۱۲

پسلی[1] کا دُکھ ہے۔ کبھی دانت نکلتے ہیں۔ کبھی چیچک نکلی ہے۔ خدا خدا کرکے بڑے ہوئے تو اُن کے کھانے کپڑے کا فکر۔ آدمی نہیں معلوم کس حالت میں ہے نوکر ہے یا نہیں۔ پیسہ پاس ہے یا نہیں۔ اُن کو جہاں سے ہو سکے دینا ضرور۔ ماں باپ کو فاقہ ہو تو ہو اِن کو کچھ نہ ہو تو بھی سودے سلف کے لئے کہیں نہ کہیں سے روز کے روز پیسہ دھیلا دینا ہی پڑتا ہے۔ عید ہو بقرعید ہو میلا ہو تیوہار ہو لاؤ بھائی نیا جوڑا۔ سودا کھانے کو چار ٹکے پیسے۔ یہاں تک بھی غنیمت ہے۔ اب ماں باپ چاہتے ہیں کہ لڑکا کام سیکھے پڑھے اور لڑکا پاجی ہے کہ پڑھنے کے نام سے کوسوں بھاگتا ہے۔ جب تک مکتب کے چار لڑکے ٹانگ[2] کر نہ لے جائیں جانا قسم[3] ہے اور اگر کسی طرح گیا بھی تو طفل[4] مکتب نی رود ولے برندش ذرا اُستاد کی آنکھ بچی۔ کہیں چوراہے جا نکلے کہیں نہر پر کھڑے گیڑیاں[5] کھیلتے ہیں۔ کہیں بازاروں میں خاک چھانتے[6] پھرتے ہیں اور ذرا بڑے ہوئے ماں باپ کو جواب دینے لگے۔ بچوں کی صحبت بدمعاشوں کا ساتھ۔ نہ ناچ کا پرہیز ہے نہ بُری صحبت سے گریز۔ باپ دادوں کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح بعضے شاطر[7]۔ بدمعاش۔ چور۔ جواری۔ شراب خوار ہو جاتے ہیں۔ اب اولاد بیاہنے قابل ہوئی تمام شہر چھان[8] مارا کہیں ڈھب کی بات نہیں ملتی شاملہ[9]

---

[1] ہاپاڈھا یا جس کو مغلئی دکھ بھی کہتے ہیں سانس لیتے وقت پسلیوں میں گڑھا پڑ جاتا ہے۔ یہ بیماری مہلک ہے اور بچوں کو سردی سے ہوتی ہے اسی کا نام ہے ام الصبیان یعنی بچوں کی ماں یہ نام یا تو اس وجہ سے رکھا کہ یہ مرض صرف بچوں کو ہوا کرتا ہے یا شگون کے لئے ۱۲ [2] لٹکا کر ۱۲ [3] یعنی گویا نہ جانے کی قسم کھا رکھی ہے ۱۲ [4] لڑکا آپ سے مکتب میں نہیں جایا کرتا مگر اُس کو لے ہی جاتے ہیں ۱۲ [5] ایک کھیل ہے جو لکڑیوں سے کھیلا جاتا ہے اس طرح کہ ایک لکیر کھینچ کر ایک لڑکا لکیر کے باہر کھڑا ہو کر ایک لکڑی لکیر کے اندر ذرا فاصلے پر پھینکتا ہے دوسرا لڑکا اپنی لکڑی کی چوٹ سے اُس کی پھینکی ہوئی لکڑی کو لکیر کے باہر نکالتا ہے لکڑیوں کو گیڑیاں کہتے ہیں۔ غرض جس نے لکڑی کو پار کر دیا وہی گیڑی جیتا ۱۲ [6] خدائی خوار خاک پھانکتے ۱۲ [7] چالاک ۱۲ [8] یعنی سارا شہر ڈھونڈ ڈالا ۱۲ [9] کٹنی جس کے ذریعہ سے منگنی بیاہ کا ٹھہراؤ ہوتا ہے ۱۲

پاؤں توڑ[1] توڑ کر تھکی ۔ میل ملاپ والے ہار کر بیٹھ رہے ۔ کنبے کے لوگ ایک ایک سے کہہ چکے ۔ کوئی ہامی نہیں بھرتا ایک خرابی میں جان ہے ۔ ماں بے چاری کہیں منتیں[2] مانتی پھرتی ہیں ۔ کہیں کھڑی فال گوش[3] لے رہی ہیں ۔ کہیں گڑیا[4] کا بیاہ ہو رہا ہے ۔ پانچوں[5] وقت دعا ہے الٰہی غیب سے کسی کو بھیج ۔ خدا خدا کر کے نسبت ناتا ٹھہرا تو ایسی جگہ کہ ماں بے چاری پاس چاندی کا تار تک نہیں ۔ سمدھیانے والے چھلکے[6] کے بالے مانگتے ہیں ۔ کسی طرح اپنے تئیں بیچ کر بیاہ کیا ۔ چڑیا[7] کی جان گئی کھانے والے کو مزہ نہ ملا ۔ جہیز ہے کہ پھنکا پھنکا پھرتا ہے سمدھن کہتی ہیں اوئی کیا دیا ایسی نحوست[8] میں بیٹی جننی کیا ضرور تھی کوئی چیز خاطر تلے نہیں آتی ۔ بات بات میں طعنہ ہے داماد صاحب جو تشریف لائے تو اُن کے دماغ[9] نہیں ملتے جب تک سسرے سے جوتیاں سیدھی نہ کرا لیں ہاتھ تک نہیں دھوتے ۔ کھانے کی کون کہے ۔ چوتھی نہیں ہوئی کہ میاں بی بی میں جوتی پیزار ہونے لگی ۔ بیٹی کی بیٹی دی اور لڑائی مول لی پھر یہ نہیں کہ کچھ ایک دن کی ہے نہیں ۔ بس عمر بھر کو مصیبت کا چرخہ چلا ۔ بیٹی کی اولاد ہونی شروع ہوئی ۔ ماں بے داموں کی لونڈی بے تنخواہ کی دایہ ۔ عمر بھر اپنے بچے[10] پالنے کی مصیبت جھیلتی رہی ۔ اب خدا خدا کر کے دو برس سے آرام نصیب ہوا تھا ۔ بیٹی

---

[1] یعنی ادہر سے ادھر اُدھر سے اِدھر پھیرے کر کر کے ۱۲ [2] نذر کہ بات ٹھہر جائے تو مثلاً خدا کے نام مصلی کھلائیں ۱۲ [3] فال لینے کا عورتوں میں ایک طریقہ یہ ہے کہ کچھ رات گئے جب لوگوں کا چلنا پھرنا موقوف ہو دروازے میں آ کھڑی ہوئیں اور جو آواز سن پڑی اس کو مطلب کے موافق یا مخالف سمجھ لیا ۱۲ [4] لڑکیوں کے بیاہ میں جب دیر ہونے لگتی ہے اور کہیں سے بات نہیں آتی شگون کے طور پر اُس سے گڑیا کا بیاہ کراتے ہیں اسکا یہ مطلب کہ جسطرح اُسکی گڑیا کا بیاہ ہوا اس کا بھی ہو ۱۲ [5] نماز کے پانچ وقت مراد ہیں یعنی ظہر عصر مغرب عشا

[6] ایک قسم کے جڑاؤ بالے جو بہت قیمت کے ہوتے ہیں ۱۲

[7] یہ کہاوت ہے ۱۲ [8] ناداری مفلسی ۱۲

[9] یعنی مارے غرور کے وہ کسی سے سیدھی بات ہی نہیں کرتا ۱۲

کے چنیگی پوتے[1] سنبھالنے پڑے اور اگر بہو آئی تو فساد کی گانٹھ[2]۔ لڑائی کی پوٹ ساس کو تو جوتی کے برابر نہیں سمجھتی نندوں کا دم ناک میں کر رکھا ہے نہ جیٹھ کا حجاب نہ سُسرے کا آداب۔ عورت ہے کہ مردوں کی پگڑی اُتارے لیتی ہے۔ خدا پناہ میں رکھے[3] بیٹے نالایق کو دیکھئے کہ بی بی نے تو یہ آفت برپا کر رکھی ہے یہ مردود بی بی کی حمایت[4] کرتا ہے اور اُلٹا ماں باپ سے لڑتا ہے۔ یہاں تک کہ بیچارے ماں باپ گھر چھوڑ کر الگ کرائے کے مکان میں جا رہے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت کی اولاد سے ماں باپ کو ملتا ہے۔ بہت کم ہیں وہ لوگ جو اولاد سے راحت[5] پاتے ہیں۔ پس ہم لوگ اپنی بے وقوفی سے اولاد کی کیا تمنا کرتے ہیں گویا آفت اور مصیبت کو آرزو کر کے بُلاتے ہیں۔ اب رہا یہ خیال کہ مال و دولت کا کوئی وارث ہو اس وجہ سے اولاد کی تمنا کی جائے۔ یہ خیال جیسا مہمل[6] اور پوچ اور لچر اور خرافات ہے ظاہر۔ جب آدمی خود دنیا سے اُٹھ گیا تو اُس کی دولت اگر اُس کے بیٹوں نے لی تو کیا۔ اور اگر مال لاوارث قرار پا کر سرکار میں گیا تو کیا۔ یہ دولت عاقبت[7] میں کچھ بکار آمد[8] نہیں مگر اُسی قدر جو خدا تعالیٰ کی راہ میں ہم خود صرف کر جائیں یا ہمارے بعد ہمارے نام سے خدا تعالیٰ کی راہ میں صرف ہو جب ہم نے دولت کو خود صرف نہ کیا اور ایسا ضروری کام اولاد کے ذمے چھوڑ گئے تو ہم سے زیادہ کوئی احمق نہیں جو اولاد ماں باپ کا اندوختہ[9] مفت میں پا جاتے ہیں ہرگز اُن کو اُس کے خرچ کرنے میں دریغ[10] نہیں ہوتا۔ آدمی اُسی روپیے کی قدر کرتا ہے جس کو وہ خود اپنے قوتِ بازو اور عرق ریزی[11] سے پیدا کرتا ہے اور بے محنت جو روپیہ ملتا ہے اُس کا حال یہی ہوتا ہے کہ مال[12] مفت دلِ بے رحم۔ البتہ اولاد ناچ رنگ سیر تماشے میں خوب

[1] ذرا ذرا سے بچے ۱۲ [2] گٹھری ۱۲ [3] طرف داری ۱۲ [4] آرام ۱۲ [5] یہ چاروں ہم معنی سے ہیں یعنے لغو اور بیہودہ اور غلط ۱۲ [6] آخرت ۱۲ [7] کام آنے والی ۱۲ - [8] جوڑا ہوا - جمع کیا ہوا ۱۲ [9] تامل - مضایقہ ۱۲ [10] عرق ریزی کے لفظی معنے پسینا نکال لانا یعنی محنت ۱۲ [11] یہ فارسی کی مثل ہے مفت کا مال دل میں رحم نہیں ۱۲

دولت کو اُڑائے گی لیکن چاہیئے کہ باپ کے نام باجرے کے دلیے پر فاتحہ تک بھی دلائے کیا مذکور۔ کیا ایسی مثالیں دُنیا میں سینکڑوں ہزاروں نہیں ہیں کہ لوگ بخل[1] اور خست سے عمر بھر جمع کرتے رہے اولاد نے دولت پاتے ہی وہ گلچھرے[2] اُڑائے کہ چند روز میں باپ کا اندوختہ[3] عمری فنا کر دیا مصرعہ۔

اللہ اللہ کہ تلف کرد و کہ اندوختہ بود[4]

اِس بیان سے ظاہر ہوگا کہ جس قدر تعلق اولاد کے ساتھ ہم نے اپنے دل سے بڑھالیا ہے وہ ہمارے حق میں نہایت ضرر کرتا ہے۔ ہم کو اولاد کے ساتھ اسی قدر تعلق رکھنے کا حکم ہے کہ جب تک وہ ہماری مدد کے محتاج رہیں اُن کو پرورش کریں اور اِس پرورش کرنے میں بھی اس امید کو دل میں جگہ نہ دیں کہ اولاد بڑی ہوکر اس پرورش کے عوض کبھی ہماری خدمت کرے گی۔ یہ اُمید پیدا کرنی سخت[5] درجے کی نادانی ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ خدا نے جو ہمارا مالک ہے ان کی پرورش کی خدمت ہم سے متعلق کی ہے۔ ہم اولاد کو پالنے میں اُس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ باغ خدا کا ہے اور ہم اُس کی طرف سے اس باغ کے مالی ہیں۔ اگر باغ کا مالک کسی درخت کو قلم کرنے[6] یا کاٹ ڈالنے کا حکم دے تو مالی کو یہ کہنے کا کب منصب[7] ہے کہ میں نے اس درخت کو بڑی محنت سے پالا۔ یہ کیوں کاٹا اور قلم کیا جاتا ہے۔ دنیا کے تمام تعلقات صرف اتنے واسطے ہیں کہ آدمی ایک دوسرے کو فائدہ پہنچائے۔ ہم چند روز کے واسطے کسی مصلحت سے اس دنیا میں بھیجے گئے ہیں اور یہاں ہم کو کسی کا باپ۔ کسی کا بیٹا۔ کسی کا بھائی بنا دیا ہے اس واسطے کہ لوگ ہماری اور ہم لوگوں کی مدد کریں اور صلح کاری اور سازگاری[8] میں اپنی زندگی جو مقرر کر دی گئی ہے پوری کر جائیں

[1] کنجوس پن ۱۲ [2] مراد ہے مزے ۱۲ [3] جو باپ نے عمر بھر میں جمع کیا تھا ۱۲ [4] اللہ اللہ کس نے جمع کیا اور کس نے لٹایا ۱۲ [5] پرلے درجے کی ۱۲ [6] قلم کرنے اور کاٹنے میں یہ فرق ہے کہ قلم کرنے میں درخت کو جڑ سے نہیں کاٹتے ۱۲ [7] حق ۱۲ [8] موافقت۔ ملنساری ۱۲

دنیا ہمارا گھر نہیں ہے ہم کو دوسری جگہ جاکر رہنا ہوگا نہ کوئی ہمارا ہے نہ ہم کسی کے۔ ہم اگر کسی کے باپ ہیں تو صرف چند روز کے واسطے اور اگر کسی کے بیٹے ہیں تو بھی چند روز کے واسطے۔ اگر ہم کسی کو مرتا دیکھیں تو افسوس کی کیا بات ہے افسوس تو جب کریں جب ہم یہاں بیٹھے رہیں ہم کو خود ہی سفر درپیش[1] ہے نہیں معلوم کس گھڑی بلاوا ہو اور چلنا ٹھہر جائے۔ پھر سب سے مشکل یہ ہے کہ مرنا صرف یہی نہیں ہے کہ بدن سے جان نکل گئی۔ گویا روح ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلی گئی۔ نہیں وہاں جاکر بات بات کا حساب دینا ہوگا۔ زبان جھوٹ اور غیبت[2] اور قسم اور فحش[3] اور بیہودہ بکواس کے واسطے جواب وہی کرے گی۔ آنکھ نظر بد کی سزا پائے گی۔ کان کو کسی کی بدی اور راگ سننے کے عوض میں گوشمالی[4] دی جائے گی۔ ہاتھ نے کسی پر زیادتی کی ہے یا پرایا مال چرایا ہے کاٹا جائے گا۔ پاؤں اگر بے راہ چلا ہے شکنجے[5] میں کسا جائے گا بڑا ٹیڑھا[6] وقت ہوگا۔ خدا ہی اپنے فضل سے بیڑا[7] پار کرے تو ہو سکتا ہے۔ جس کو ان باتوں سے فراغت ہو وہ کسی کے مرنے پر غم کرے یا کسی کے پیدا ہونے پر خوش ہو تو بجا ہے۔ لیکن دنیا میں کوئی ایسا ہے جو اپنی عاقبت سے بے فکر ہو چکا ہو۔ صغریٰ اپنی خبر لو اور اس دن کے واسطے سامان کرو جہاں سوائے عمل کے کچھ کام نہ آئے گا اور دعا کرو کہ خداوند عالم اپنے دوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہم سب کا انجام بخیر کرے[8]۔ والدعا۔ (گنہگار دوراندیش خاں)

خاتمہ

یہ کتاب پبلک میں اس قدر رائج ہے اور گھر گھر پھیلی پڑی ہے کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ یہ کتاب اب سے نصف صدی بلکہ ٹھیک حساب کیجئے تو ۵۱) برس پہلے شائع ہوئی اور اس زمانے میں لکھی گئی جب کہ تعلیم نسواں ابتدائی حالت میں تھی بلکہ یوں سمجھئے کہ کچھ نہ تھی۔ والد مرحوم کو اس اعتبار سے کہ مستورات

[1] آگے موجود ہے ۱۲ [2] کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہنا ۱۲ [3] گندی بات ۱۲ [4] یعنی مروڑا جائے گا ۱۲ [5] پیچ ۱۲
[6] مشکل کا ۱۲ [7] ناؤ ۱۲ [8] آمین ۱۲

کے لئے یہ اُن کی پہلی تصنیف تھی تعلیم نسواں کا پائونیر کہنا بے جا نہ ہوگا۔ جو کہ اس موضوع پر بھی سب سے پہلی تصنیف تھی۔ لوگ از بس گرویدہ ہو گئے اور جس طرح کہ ہر فارسی خواں گلستاں بوستاں سے مانوس ہے اُس طرح ہر زنان خانے میں یہ کتاب موجود ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے کتنے ایڈیشن ہوئے چہ جائیکہ اس کی اشاعت کی تعداد معلوم ہو سکے۔ اس کی صحیح تعداد اشاعت معلوم کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسے کہ گلستاں بوستاں کی۔ اس کتاب کی بدولت خاص کر اور اپنی عمدہ تصانیف کے لحاظ سے عموماً والد مرحوم نے غیر متناہی شہرت حاصل کی ہے مرد تو مرد کوئی شریف گھرانا ایسا نہیں جہاں بی اکبری اصغری نہ براج رہی ہوں۔ میرے خیال میں اس کی اشاعت ایک لاکھ سے کم نہیں ہوئی۔ اس کا ترجمہ متعدد اور مختلف زبانوں میں کیا گیا۔ انگریزی میں "ٹرمیڈز مرد" کے علاوہ رومن میں چھاپ کر اس کی شرح بھی انگریزی میں ولایت میں لکھی گئی ہے۔ ہندوستان میں بنگالی۔ گجراتی۔ مرہٹی۔ ناگری۔ وغیرہ وغیرہ کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ ایک صاحب نے اس کو نظم بھی کیا ہے۔ تھیٹر میں بھی اس پلاٹ کا ایکٹ کیا جاتا ہے۔ کاپی رائیٹ کا قانون بھی اس کی اشاعت کو محدود نہ کر سکا۔ تاجروں نے کثرت سے چھاپیں اور خوب پیٹ بھرا مگر تجارتی مال جیسا ہوتا ہے ظاہر ہے کتاب کی شکل بگاڑ دی۔ کاغذ لگایا سڑیل کتاب چھاپی زٹیل جس سے چاند کو گہن لگ گیا یا یوں سمجھئے کہ ایک خوب صورت دلہن کو گودڑ میں لپیٹ دیا اب میں اس کتاب کو اصلی روپ میں ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ باپ کی یادگار کو تازہ کرتا ہوں کاغذ لکھائی چھپائی باوجود گرانی سامان کے سب بہتر سے بہتر ہے اور اسی وجہ سے قیمت بھی ارزاں بعلت گراں بہ حکمت کی مصداق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بازار میں ڈہائی تین آنے کو بھی مراۃ العروس ملتی ہے مگر جو ایک کالی کلوٹی اور نکھ سکھ دلہن چندے آفتاب چندے مہتاب میں فرق ہے وہی بازاری اور فرمائشی مراۃ العروس میں ہے۔ جو لوگ اچھی دلہن چاہتے ہیں وہ اسے لیں اور جو سڑیل چاہتے ہیں اُن کے لئے بازار و کوڑا کرکٹ بہت موجود ہے۔ ہاں اچھے برے میں تمیز شرط ہے۔

خاکسار

دہلی۔ اپریل ۱۹۲۰ء

بشیر الدین احمد۔ کان اللہ لہ ولوالدیہ

اعلان

بموجب ایکٹ کاپی رائیٹ ۱۹۱۱ء جملہ حقوق بحق بشیر الدین احمد محفوظ ہیں۔

مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم و مغفور کی تصانیف

	نمبر	[illegible]	[illegible]
قرآن شریف مترجم کلاں مع فہرست مضامین و فرہنگ الفاظ کاغذ سفید ولایتی۔ حنا شدہ	لعہ	۶ر	عہ ۲ر
جامع المصاحف۔ متوسط	؎ر	؎ر ۸ر	۹ر
غرائب القرآن۔ ایک صفحہ پر متن دوسرے پر ترجمہ مع حل و ترکیب لغات عربی کاغذ سفید خانی کاغذ ہے	للعہ	عہ ۸ر	۱۲ر
حمائل شریف مترجم مع فہرست مضامین و فرہنگ الفاظ اردو کاغذ سفید ولایتی حنا شدہ	للعہ	عہ	۷ر
ادعیۃ القرآن۔ سادہ۔ رنگین۔ قرآن شریف کی کل دعائیں مع ترجمہ و خواص۔ وہ سورہ مترجم	۸ر	+	۲ر
الحقوق والفرائض۔ ہر سہ حصص۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد سارے مسائل اسلامی پر مفصل بحث کا بے نظیر مجموعہ۔	؎ر	+	۱۰ر
اجتہاد۔ مذہب اسلام کی سچائی کا کھلا ثبوت۔ حیات النذیر۔ مولوی صاحب مرحوم کی مکمل سوانحعمری مع فوٹو اور دو عکسی خطوط کے مرآۃ العروس۔ انتظام خانہ داری۔ بنات النعش۔ دافعیت عامہ۔ توبۃ النصوح۔ خدا پرستی محصنات۔ تعدد ازدواج کے خلاف۔ ایامٰی۔ بیواؤں کی مصیبت ناک زندگی۔ رویائے صادقہ۔ مذاہب کی چھان بین۔ پہلی دو کتابیں مستورات کیواسطے مخصوص ہیں باقی مرد اور عورتوں دونوں کو یکساں مفید ہیں۔ پہلی تین کتابیں ہماری بلا اجازت بہت سے اہل مطابع نے چھاپ ڈالیں قیمت بھی کم رکھی ویسی ہی ردی اور ذلیل ہیں اب ہمنے ان سب کتابوں کو خود اپنے اہتمام سے نہایت خوشخط اور عمدہ کاپی برکمال صحت سے چھپوایا ہے تاکہ جیسا درد ہمکو اپنی کتابوں کا ہے دوسروں کو کب ہو سکتا ہے۔	ے	+	۸ر
ابن الوقت۔ نئی روشنی والوں مقلد طرز انگریزی کا کچا چٹھا عہ۔ موعظہ حسنہ۔ نصیحت فرجام نامہ پیام	عہ	٭	۳ر
مجموعہ بے نظیر۔ مولوی صاحب مرحوم کی نظموں کا مجموعہ۔ مالابد منہ فی الصرف۔ عربی کی گرامر مبادی الحکمت عربی منطق عہ منتخب الحکایات۔ بچوں کے لئے دلچسپ و نتیجہ خیز چھوٹی چھوٹی کہانیاں ۲ر چند پند۔ بچوں کی واقفیت عامہ بڑھانے کے لیے عمدہ اور نصیحت آمیز مضامین۔ نصاب خسرو۔ حضرت امیر خسرو کی مشہور خالق باری کو زمانہ حال کے مناسب ترتیب دیا گیا ہے۔ صرف صغیر۔ قواعد فارسی۔ رسم الخط۔ املا نویسی کے قواعد۔ پانچوں کتابیں فی جلد	۶ر		۳ر ۲ر
مجموعہ لکچر۔ چوالیس لکچر دو جلدوں میں ۱۲۴۲ صفحہ ۹ر۔ مطالب القرآن۔ تفسیر قرآن کا پہلا حصہ نامکمل ۳ر انتہا ۷		زیر طبع	

(خاکسار کی تصانیف)

واقعات مملکت بیجاپور (۳ جلد ۱۲۸۷ (۶۰) عکسی فوٹو دکن کی سلطنتوں کی مکمل تاریخ ہے مجلد نقرئی للعہ محصول ۱۳ر اقبال دلہن عہ۔ ۴ر حسن معاشرت عہ۔ ۳ر۔ اصلاح معیشت عہ۔ ۲ر یہ تینوں کتابیں عورتوں کے لئے ہیں۔ حرز طفلان عہ۔ ۳ر نشاط عمر عہ۔ ۲ر۔ عصائے پیری عہ۔ ۳ر لڑکوں جوانوں اور بوڑھوں کے لئے بے نظیر اخلاقی تصانیف۔ بچوں سے دو دو باتیں ۱۲ر ۳ر چھوٹی لڑکیوں کے کان میں ڈالنے کی باتیں۔ بزم بانجرم۔ استقامت اراے پر ایک تماشا سالہ ۴ر ۲ر واقعات دار الحکومت دہلی تین جلد ڈھائی ہزار صفحہ۔ دلی کی نہایت مکمل اور مفصل تاریخ جملہ ساری عمارتوں کے نقشے اور متعدد عکسی تصاویر بھی ہیں۔ ابھی طیار ہوئی ہے قیمت

ملنے کا پتہ بشیر الدین احمد تعلقہ دار۔ کھاری باؤلی۔ دھلی

ساره اقبال

Sarah Iqbal

Sarah Iqbal Sarah Iqbal

VII class VII class

Lady Maclagan

Lady Maclagan High School

High Lahore

جماعت ہفتم

Sarah

Sarah

لیڈی میکلیگن ہائی سکول

لاہور

Lady Maclag

Sarah Iqbal Sarah Iqbal

Civil Hospital 137-G.

Model Town

Una (Lahore)

Author ____ Ahma
Title ____
MG7 .A

DEC 1 0 1985

Civil

Civil Hospital

Una.